

خاص نمبر

ہمارے سبز

ٹاپ مشن

منظور کاظم الٹھاپ

Scanned and Uploaded By Nadeem

چند باتیں

محترم قارئین۔ سلام مسنون۔ بلیک تھنڈر کے سلسلے کا نیا ناول ”ٹاپ مشن“ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ بلیک تھنڈر کا سلسلہ قارئین میں بے حد پسند کیا جاتا ہے اور طویل عرصہ سے قارئین کا مسلسل اصرار تھا کہ بلیک تھنڈر سلسلے پر بھرپور ناول لکھا جائے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ناول قارئین کے طویل انتظار کا صحیح فتح البدل ثابت ہو گا۔ بلیک تھنڈر انتہائی باوسائی، مضبوط اور پوری دنیا پر حکومت کرنے کی خواہشند ایسی تنظیم ہے جس کے پر اور گولڈن اینجنس پوری دنیا میں نہ صرف پھیلے ہوئے ہیں بلکہ ناقابل تفسیر بھی کچھے جاتے ہیں اور موجودہ ناول میں بلیک تھنڈر ہزاروں سال قبل تباہ ہو جانے والی غیر فطری مخلوق کو موجودہ دور میں دوبارہ وجود میں لا کر اپنی فوج کے طور پر استعمال کرنے کے مشن پر تیزی سے کام کر رہی تھی کہ یہ خفیہ کارروائی سامنے آ گئی اور پوری دنیا میں عموماً اور سپر پاورز میں خصوصاً کھلبی مج گئی اور پھر تمام پر پاورز نے بلیک تھنڈر کے مقابلے میں عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کو لانے کا فیصلہ کیا لیکن جب عمران اور اس کے ساتھی بلیک تھنڈر کے خلاف میدان میں اترے تو بلیک تھنڈر نے ان کے مقابل اپنی پوری قوت جھوٹک دی اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ارکان شدید

اس ناول کے تمام نام مقامِ کردار و واقعات اور پیش کردہ پھوٹکش قطعی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاقی ہوگی۔ جس کے لئے پبلشرز مصنف پر قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

ناشر	مظہر کلیم ایم اے
اهتمام	محمد ارسلان قریشی
ترتیب	محمد علی قریشی
طبع	سلامت اقبال پرنگ پرنس ملتان



کتب منگوانے کا پتہ

Mob
0333-6106573
0336-3644440
0336-3644441
Ph 061-4018666

ارسلان بیلی کیشنر اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان

E-Mail Address
arsalan.publications@gmail.com

نالوں لکھنے اور کسی نالوں میں اپنا تفصیلی انتریو شائع کرنے کا وعدہ کیا ہوا ہے لیکن ابھی تک آپ نے اپنے دونوں وعدے پورے نہیں کئے۔ امید ہے آپ جلد ان وعدوں کو پورا کریں گے۔

محترم امجد علی چعتائی صاحب۔ خط لکھنے اور طویل عرصے سے نالوں پڑھنے کا بے حد شکریہ۔ جہاں تک وعدوں کا تعلق ہے تو اس میں سے ایک وعدہ پورا ہو چکا ہے۔ مشترکہ نالوں ہاتھ درلڈ شائع ہو چکا ہے۔ البتہ انتریو ابھی تک شائع نہیں ہو سکا۔ میں کوشش کروں گا کہ جلد ہی یہ وعدہ بھی پورا کر دوں۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

دنیا پور ضلع لوڈھراں سے عبدالرحمٰن لکھتے ہیں کہ ”میں گزشتہ دو سالوں سے آپ کے نالوں کا قاری ہوں۔ مجھے عمران اور سوریہ دونوں کے کردار بے حد پسند ہیں۔ میں نے آپ سے پوچھنا ہے کہ جو اسلحہ، مشینری یا ریز آپ نالوں میں استعمال کرتے ہیں کیا وہ حقیقی ہوتے ہیں یا آپ فرضی طور پر ان کا ذکر کرتے ہیں۔ اس طرح اجنبی یا مجرم جو میک اپ استعمال کرتے ہیں کیا حقیقتاً ایسا ہو سکتا ہے یا نہیں۔ امید ہے آپ ضرور خط کا جواب مجھے براہ راست دیں گے۔ میں جوابی لفاظ بھوارہ ہوں۔“

محترم عبدالرحمٰن صاحب۔ خط لکھنے اور نالوں پڑھنے کا بے حد شکریہ۔ جہاں تک اسلحہ، مشینری اور ریز کا تعلق ہے تو دنیا تو ان سے بھی بہت آگے جا چکی ہے۔ اب تو پاکیشیا جیسے ترقی پذیر ملک

زخمی ہو کر واپس پاکیشیا لوٹنے لگ گئے اور بیلیک تھنڈر کے خلاف کامیابی خواب کی صورت اختیار کرتی چلی گئی مگر عمران اپنے باقی ساتھیوں کے ساتھ ڈٹ گیا اور پھر ہر لمحہ عمران اور بیلیک تھنڈر کے لئے قیامت کا لمحہ بنتا چلا گیا۔

اس نالوں میں جوزف نے اپنی صلاحیتوں کا اظہار اس انداز میں کیا ہے کہ اس کی صلاحیتیں عمران اور اس کے ساتھیوں کے لئے آگے بڑھنے کا موجب بنتی چلی گئیں اور جولیا جیسی شخصیت بھی جوزف کی صلاحیتیں دیکھ کر ششدہ رہ گئی۔ اس نالوں میں عمران اور اس کے ساتھیوں نے آگے بڑھتے ہوئے ایک ایک قدم پر فائز کی ہے۔ ایسی فائز جس میں زندگی پر ہمیشہ موت کا غالبہ رہا۔

مجھے یقین ہے کہ یہ نالوں ہر لحاظ سے قارئین کے معیار پر پورا اترے گا۔ اپنی آراء سے بذریعہ خط یا ای میل مجھے ضرور مطلع کرتے رہا کریں کیونکہ آپ کی آراء حقیقتاً میرے لئے مشعل راہ ثابت ہوتی ہیں لیکن نالوں کے مطالعہ سے پہلے اپنے چند خطوط، ای میلز اور ان کے جواب بھی ملاحظہ کر لیں تاکہ دلچسپی کا تسلسل قائم رہ سکے۔

گجرات سے امجد علی چعتائی لکھتے ہیں کہ ”میں گزشتہ سترہ اٹھارہ سالوں سے آپ کا مسلسل قاری ہوں اور آپ کی خیریت اور زندگی کی دعائیں مانگتا رہتا ہوں۔ طویل عرصہ سے قاری ہونے سے بھی ظاہر ہے کہ آپ کی تحریر سے مسلسل وابستگی ہے۔ آپ نے مشترکہ

میں جو اسلحہ استعمال کیا جاتا ہے وہ شاید ترقی یافتہ ملکوں کے عجائب گھروں میں رکھا نظر آئے۔ عمران کوشش کرتا رہتا ہے کہ وہ جدید ترین اسلحے، مشینزی اور ریز سے آگاہ رہے اور انہیں حاصل کر کے استعمال بھی کر سکے تاکہ اس کی کارکردگی اور اچھی ہو سکے۔ چہاں تک میک اپ کا تعلق ہے تو ایسا میک اپ فلموں اور ڈراموں میں عام استعمال ہوتا ہے۔ البتہ ان کے لئے ٹریننگ لینا بے حد ضروری ہے۔ ٹریننگ کے بغیر تو اب خواتین بھی اپنا درست طور پر میک اپ نہیں کر سکتیں۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔ لیکن آپ سے گزارش ہے کہ آپ خط کے ساتھ جوابی لفاظ نہ بھوایا کریں کیونکہ خطوط کے جواب صرف چند باتوں میں ہی دیئے جاسکتے ہیں۔ دیے نہیں اور چند باتوں میں بھی باری آنے پر ہی خط کا جواب دیا جاسکتا ہے۔ امید ہے آپ آئندہ خیال رکھیں گے۔

اب اجازت دیجئے۔

والسلام

مصطفیٰ کلیم ایم اے

E-Mail Address

mazharkaleem.ma@gmail.com

نعمانی اپنے فلیٹ میں بیجا ایک قدیم دور کی ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب پڑھنے میں مصروف تھا۔ چونکہ ان دونوں فورسائز کے پاس کوئی کیس نہ تھا اور چہاں تک اسے معلوم تھا سیکرٹ سروس بھی فارغ تھی اس لئے نعمانی کا زیادہ تر وقت فلیٹ پر ہی گزرتا تھا۔ اس کا ایک شوق ایسا تھا جو اس کے سب ساتھیوں سے منفرد تھا۔ وہ ایسی چیزوں کا چکر لگاتا رہتا تھا چہاں سے پرانے رسائے اور کتابیں انتہائی سستے واموں مل جاتی تھیں لیکن نعمانی کو نہ کسی رسائے میں وچھپی تھی اور نہ ہی کسی کتاب میں۔ اسے تو ہاتھ سے لکھے ہوئے مسودات کی تلاش رہتی تھی اور وہ ہاتھ سے لکھے ہوئے ان مسودوں کی بھاری سے بھاری قیمت بھی دینے پر تیار ہو جاتا تھا اور اب تو دارالحکومت کے وہ سب دکاندار جو پرانے رسائلوں اور کتابوں کا کاروبار کرتے تھے نعمانی کو بہت اچھی طرح پہچاننے لگ گئے تھے

اور جب بھی انہیں کوئی قلمی مسودہ ملتا تو وہ اسے نعمانی کے لئے علیحدہ رکھ لیا کرتے تھے۔

نعمانی دوسرے تیرے روز بازار کا چکر لگایا کرتا تھا اس لئے وہ ان ہاتھ سے لکھے ہوئے مسودات کو بھاری قیمت دے کر خرید لیا کرتا تھا۔ اس میں وہ کوئی تخصیص نہیں کرتا تھا کہ یہ قلمی مسودہ کسی خاص موضوع پر مبنی ہو۔ اس کی شرط صرف اتنی ہوتی تھی کہ مسودہ ہاتھ سے لکھا ہوا اور قدیم ہو۔ موضوع چاہے کوئی بھی ہو۔ نعمانی یہ مسودات خرید کر ایک جلد ساز کے پاس جاتا تھا اور پھر اس قلمی مسودے کے بوسیدہ اور اق کے دونوں اطراف میں انتہائی قیمتی شفاف پلاسٹک کی شیش چڑھواتا تھا تاکہ ہر صفحہ آئندہ کے لئے زمانے کی دست برد سے محفوظ ہو سکے اور پھر ان صفحات کی وہ بڑی اعلیٰ کوالیتی کی جلد بندی کروا کر اس کتاب کو فلیٹ پر لے آتا اور پھر اسے پڑھنے کے بعد وہ اس قلمی نسخے کو کسی بڑی لاہوری میں جا کر عطیہ کر دیا کرتا تھا تاکہ وہاں آنے والے ریسروج سکالرز اور طالب علم اس سے مستفید ہو سکیں۔

اس وقت بھی ایک قدیم قلمی نسخہ جسے اس نے خصوصی انداز میں جلد کرایا تھا اس کے ہاتھوں میں تھا۔ یہ قلمی نسخہ فارسی زبان میں لکھا گیا تھا اور نعمانی کی اپنی ریسروج کے مطابق یہ دو سال پہلے لکھا گیا تھا۔ البتہ اس فارسی نسخے کی ہر سطر کا کسی طالب علم نے باریک حروف میں ترجمہ بھی پاکیشائی زبان میں ہاتھ سے تحریر کیا ہوا

تھا۔ اس کتاب کا موضوع مافق الفطرت قوتوں کی تحریر تھا۔ گونعمانی کا اس موضوع پر یقین نہ تھا۔ وہ انسانی جدوجہد کو ہی اولیت دیتا تھا اور اس کے نقطہ نظر سے انسان چونکہ اشرف الخلق ہے اس لئے وہ خود مافق الفطرت قوت ہے اور انسان چاہے تو اپنے علم و فن سے پوری دنیا کو تحریر کر سکتا ہے لیکن یہ کتاب اس قدر دلچسپ تھی کہ وہ گزشتہ کئی گھنٹوں سے مسلسل اسے پڑھ رہا تھا۔ یہ کتاب قدیم دور کے اس علم کے کسی عامل کے اپنے ذاتی واقعات پر مبنی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ اس میں مختلف مافق الفطرت قوتوں کا تفصیلی تعارف اور انہیں تحریر کرنے کے طریقے درج تھے۔ لیکن یہ طریقے اس قدر پیچیدہ اور مشکل تھے کہ ان پر عمل کرنا ناممکن تھا اور نعمانی کے ذہن کے مطابق قدیم دور میں جب آبادی نہ ہونے کے برابر تھی تو قبرستانوں اور جنگلوں میں بیٹھ کر ان طریقوں پر عمل کرنا ممکن تھا لیکن موجودہ دور میں ایسا ممکن نہیں تھا اور وہ بھی صرف دلچسپی کی خاطر انہیں پڑھنے میں مصروف تھا کہ ایک صفحہ پڑتے ہی وہ بے اختیار چونک پڑا۔ اس صفحے پر ہاتھ سے ایک انسانی تصویر بنائی گئی تھی۔ تصویر میں دکھائے گئے انسان کا قد ہیں لٹ کے قریب تھا۔ اس کا جسم انتہائی طاقتور تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں چوبیں انگلیاں تھیں لیکن کوئی انگوٹھا نہ تھا۔ اس کا چہرہ بیل جیسا تھا۔ سر پر دو سینگ تھے لیکن باقی جسم انسانوں جیسا تھا۔ اس نے سیاہ رنگ کا ایک لمبا سا کرتا پہننا ہوا تھا جو اس کے شانوں سے بیچے اس کے

پیروں تک رہا تھا لیکن سامنے ہینے تک کا حصہ کھلا ہوا تھا۔
نعمانی اس تصویر کو کافی دری تک غور سے دیکھا رہا۔ اس تصویر
کے نیچے اس کا نام سلامیم درج تھا اور اس کے نیچے مضمون میں لکھا
گیا تھا کہ سلامیم ہزاروں سال پہلے انسانوں کی طرح اس دنیا میں
رہتے تھے لیکن یہ انسان نہیں تھے بلکہ قوم جنات میں سے تھے۔
جنات کی طرح ان کے بھی بے شمار قبیلے تھے اور ہر قبیلے کے افراد
دوسروں سے مختلف ہوتے تھے۔ سلامیم میں ایسے قبیلے بھی تھے جو جو
آدھے انسانوں جیسے اور آدھے گھوڑوں جیسے تھے۔ ایسے بھی تھے
جن کے چہرے انسانوں جیسے اور دھڑکنیوں جیسے تھے۔ اس طرح
اور بھی بے شمار قبیلے تھے لیکن اس دور کی کسی بہت بڑی مذہبی
شخصیت نے انہیں انسانوں کی طرح ظاہر ہونے سے منع کر دیا اور
اس کے ساتھ ہی انہیں حکم دے دیا کہ وہ ایسی جگہوں پر نہ جائیں
جہاں انسان رہتے ہیں۔ اس طرح یہ سب قبیلے انسانوں کی نظروں
سے غائب ہو گئے اور پھر ان کی آبادیاں گھٹتی چلتی گئیں اور آخر کار
سوائے قبیل کے سر اور انسانی وجود والے قبیلے کے اور کوئی قبیلہ اس
دنیا میں باقی نہ رہا تو ان کو ہی سلامیم کہا جانے لگا۔ یہ قبیلہ بھی اس
لئے زندہ رہ گیا کہ یہ انسان دوست قبیلہ تھا اور انسانوں کو تکلیف
پہنچانے کی بجائے ان کی مدد کرتا تھا۔ اب بھی اس قبیلے کے لوگ
دنیا کے ایک ویران اور الگ تھلک علاقے جسے تھسلی کہا جاتا ہے
میں موجود ہیں اور اگر ایک خاص طریقے سے انہیں مدد کے لئے

پکارا جائے تو یہ انسانوں کی مدد کے لئے آ جاتے ہیں اور ان پر
ظاہر بھی ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد ان کو حاضر کرنے کا طریقہ
درج تھا۔ گو یہ طریقہ خاصا مشکل تھا لیکن بہر حال بظاہر قابل عمل
گلتا تھا۔

نعمانی نے کتاب بند کر کے میز پر رکھی اور آنکھیں بند کر کے
وہ دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ اگر وہ کسی سلامیم کو اپنے ساتھ
شامل کر لے تو مشن کے دوران وہ اس کی مدد اس انداز میں کر سکتا
ہے کہ انسان بھی اس انداز میں کام نہ کر سکیں۔ لیکن ظاہر ہے اسے
بھی یہ معلوم تھا کہ یہ اس قدر آسان کام نہیں ہے جس قدر وہ سمجھ
رہا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ سب خیالی باتیں ہوں کیونکہ قدیم
دور کے انسان زیادہ تر خیالی باتوں پر ہی یقین رکھتے تھے۔ ان کے
نzdیک الف لیلی، ظلم ہوش ربا یہ سب خیالی باتیں نہ تھیں بلکہ حقیقی
باتیں تھیں جنہیں واقعات کا روپ دے دیا گیا تھا۔ وہ ابھی بیٹھا
سوچ رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے چونک کر آنکھیں
کھولیں اور ہاتھ پڑھا کر رسپور اٹھا لیا۔

”لیں۔ نعمانی بول رہا ہوں“..... نعمانی نے کہا۔

”پلک لاہری ی سے اعظم محمود بول رہا ہوں نعمانی صاحب“۔
دوسری طرف سے ایک بھاری تی آواز سنائی دی تو نعمانی چونک پڑا
کیونکہ اعظم محمود پلک لاہری ی کا انجام تھا اور نعمانی زیادہ تر
کتابیں پلک لاہری ی کو ہی عطیے میں دیا کرتا تھا اور اس سلسلے میں

12
اس کی ملاقات اعظم محمود سے ہوتی رہتی تھی۔ اعظم محمود کو اس نے

بھی بتایا تھا کہ وہ ایپورٹ ایکسپورٹ کا اوپن کاروبار کرتا ہے بغیر ”ٹھیک ہے۔ میرے فلیٹ کا پتہ انہیں سمجھا کر بھج دیں۔ میں کسی آفس کے۔ پارٹیوں سے بلنگ کرتا ہے اور دوسری پارٹیوں ان کا منتظر ہوں“..... نعمانی نے کہا تو دوسری طرف سے شکریہ ادا سے مال کی سپائی کر کر خود کمیشن لیتا ہے اور یہ کتابوں کا سلسلہ کر کے رسیور رکھ دیا گیا تو نعمانی نے بھی رسیور رکھا اور ایک بار اس کا شوق ہے۔ اعظم محمود اس کے اس شوق سے پے حد متاثر تھا پھر کتاب اٹھا کر پڑھنی شروع کر دی۔ سلاجیم والے باب کے بعد اور کئی بار وہ نعمانی کے فلیٹ پر بھی آچکا تھا اور اس کی نعمانی سے بھی کافی صفات تھے لیکن نعمانی کے ذہن میں وہی سلاجیم گھوم رہا اکثر گپ پر رہتی تھی۔

”اعظم صاحب آپ۔ خیریت۔ آج کیسے یاد کر لیا ہے۔“ میل کی آواز سنائی دی تو نعمانی سمجھ گیا کہ محمود شیرازی صاحب نعمانی نے مسکراتے ہوئے لپجھے میں کہا۔
”نعمانی صاحب۔ آج ایک صاحب سراج نگر سے لاہوری یونیورسٹی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

آئے ہیں۔ ان کا نام محمود شیرازی ہے۔ بزرگ آدمی ہیں وہ۔ ”کون ہے۔“ نعمانی نے اندر سے ہی اوپنجی آواز میں پوچھا۔ خاصے پڑھے لکھے بھی ہیں۔ وہ آپ کی کتابوں کی کلیکشن اور ان ”میرا نام محمود شیرازی ہے اور مجھے نعمانی صاحب سے ملنا کے محفوظ کرنے کے انداز کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے ہیں اور وہ ہے۔“..... باہر سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔ لپجھے اور آواز آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ وقت دے دیں تو مہربانی ہو سے معلوم ہوتا تھا کہ بولنے والا کمزور اور خاصا یوڑھا آدمی ہے۔
”..... اعظم محمود نے کہا۔

”کہاں ملاقات ہوگی۔ کسی ہوٹل کا پروگرام بنالو۔ وہاں کھلتا رہیا نے قد اور درمیانی جسم کے بزرگ آدمی موجود تھے۔ ان کے بھی کھالیں گے اور گپ پر بھی ہو جائے گی۔“..... نعمانی نے کہا۔ ”سم پر موجود لباس سے محسوس ہوتا تھا کہ وہ کسی اچھے گھرانے کے ”ارے نہیں۔ انہوں نے دو گھنٹوں بعد واپس جانا ہے۔ وہ بی۔ ان کی نہ صرف داڑھی سفید تھی بلکہ پلکوں اور بھنوؤں کے بال صرف آپ سے ملاقات کے خواہش مند ہیں۔“..... اعظم محمود نے ٹھیک برف کی طرح سفید تھے لیکن اس کے باوجود ان کے چہرے پر کھول میں بھی تیز چمک تھی۔ چہرہ بھرا بھرا سما تھا اور بڑی بڑی

نے ان میں سڑا ڈالے۔ ایک شن اس نے محمود شیرازی کے سامنے رکھ دیا اور دوسرا خود لے کر وہ سامنے دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا۔

”شکریہ“..... محمود شیرازی نے کہا اور جوں کا شناخت کر جوں سپ کرنے لگے۔ پھر اچاک وہ چونک پڑے اور انہوں نے جوں کے شن کو میز پر رکھ دیا۔

”کیا یہ کتاب میں دیکھ سکتا ہوں“..... محمود شیرازی نے میز پر پڑے قلمی مخطوطے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ یہ لیجئے۔ میں اسے پڑھ ہی رہا تھا کہ اعظم محمود صاحب کا فون آ گیا“..... نعمانی نے خود اٹھ کر کتاب میز سے اٹھا کر محمود شیرازی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”شکریہ“..... محمود شیرازی نے کتاب پکڑتے ہوئے کہا اور پھر وہ اسے کھول کر سرسری طور پر دیکھنے لگے۔ ساتھ ساتھ وہ جوں بھی پڑے کر رہے تھے۔

”خاصا قدیم قلمی مسودہ ہے۔ کہاں سے ملا ہے“..... محمود شیرازی نے پوچھا تو نعمانی نے انہیں تفصیل بتا دی۔

”کیا تم یہ مسودہ بھی پہلک لائبریری کو عطیہ کر دو گے“..... محمود شیرازی نے پوچھا۔

”جی ہاں کیوں“..... نعمانی نے چونک کر کہا۔

”اگر میں تم سے درخواست کروں کہ یہ مسودہ تم مجھے دے دو اور اس کے عوض جتنی قیمت چاہے مجھے سے لے لو تو کیا تم میری

سی پہنچی ہوئی تھی۔ جو کسی قیمتی کپڑے کی تھی۔ ان کے ہاتھ میں ایک بڑا سا عصا بھی تھا۔

”السلام و علیکم و رحمۃ اللہ“..... بزرگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”و علیکم السلام و رحمۃ اللہ۔ تشریف لا یے۔ آپ نے میرے فلیٹ کو روشن بخش کر مجھے اعزاز سے نوازا ہے“..... نعمانی نے ایک طرف ٹھٹھے ہوئے کہا۔

”جیتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمت کرے“..... محمود شیرازی نے کہا اور پھر وہ اندر داخل ہو گئے تو نعمانی نے دروازہ بند کیا اور پھر وہ انہیں لے کر ڈرائیور روم میں آ گیا۔

”آپ اکیلے رہتے ہیں“..... محمود شیرازی نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”آپ میرے والد کے برادر ہیں اور میں آپ کا بچہ ہوں اس لئے آپ مجھے تم کہہ کر پکاریں تو مجھے اس سے اپنا بیت کی خوشبو آئے گی اور مجھے بے حد خوشی ہو گی۔ میں یہاں واقع اکیلا رہتا ہوں کیونکہ میں نے شادی نہیں کی“..... نعمانی نے کہا تو محمود شیرازی بے اختیار مسکرا دیئے۔

”الله تعالیٰ شہیں خوش رکھے۔ مجھے تم سے مل کر واقعی بے حد خوشی ہوئی ہے“..... محمود شیرازی نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ نعمانی مڑ کر ایک طرف رکھے ہوئے ریفری بگریٹر کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے اس میں سے جوں کے دو شن نکالے اور انہیں کھول کر اس

درخواست قبول کرلو گے۔”..... محمود شیرازی نے بڑے منت بھرے لہجے میں کہا تو نعمانی بے اختیار ہنس پڑا۔

”شیرازی صاحب آپ میرے والد کی جگہ ہیں اور میرے لئے قابل احترام ہیں۔ آپ نے قیمت کی بات کر کے مجھے شرمندہ کیا ہے۔ یہ میری طرف سے تھنہ تھنول فرمائیں۔”..... نعمانی نے کہا۔ ”اوہ۔ بے حد شکر یہ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جزا رے گا۔ مجھے بڑے طویل عرصے سے اس نئے کی تلاش تھی۔”..... محمود شیرازی نے صرت بھرے لہجے میں کہا۔

”لیکن شیرازی صاحب اس میں تو قصے کہانیاں ہی درج ہیں۔”..... نعمانی نے مسکراتے ہوئے کہا تو محمود شیرازی بے اختیار ہنس پڑے۔

”تمہاری بات درست ہے۔ جو اس بارے میں علم نہیں رکھتے ان کے لئے یہ واقعی قصے کہانیاں ہی ہیں۔”..... محمود شیرازی نے کہا تو نعمانی بے اختیار چونک پڑا۔

”کیا مطلب۔ کیا آپ اس بارے میں علم رکھتے ہیں۔ جیسے اس میں سلامیں نامی کسی مخلوق کے بارے میں لکھا گیا ہے اور اس کی تصویر بھی بنائی گئی ہے۔ کیا واقعی ایسی کسی مخلوق کا کوئی وجود ہے یا کبھی رہا ہے۔”..... نعمانی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”نعمانی بیٹھے یہ دنیا اسراروں سے بھری ہوئی ہے۔ ہم جو کچھ جانتے ہیں صرف اتنا ہی تسلیم کرتے ہیں۔ جو نہیں جانتے اسے تسلیم

نہیں کرتے۔ چونکہ تم سلامیم کو نہیں جانتے اس لئے تمہارے لئے یہ قصہ کہانی ہے لیکن جو نہیں جانتے ہیں ان کے لئے یہ حقیقت ہے۔ سلامیم ایسی مخلوق کو کہا جاتا ہے جو انسان سے ملتی جلتی ہو۔ جیسے اس مسودے میں بیل کے سر اور انسانی جسم والے آدمی کی تصویر ہے۔ آج سے صدیوں پہلے یونان کی قدیم ترین تحریروں میں اس کا ذکر تفصیل سے ملتا ہے۔ انہیں منثور کہا گیا ہے اور یونان کی قدیم تحریروں میں درج ہے کہ اسے یونان کی ریاست انکا کے بہادر تھیوس نے قتل کیا تھا۔ اسی طرح قدیم دور کی ایک داستان جسے داستان گلگامنوس کہا جاتا ہے اس میں بھی ایسے انسان کا ذکر ملتا ہے۔ اس داستان میں اس کا نام ثورفلک یعنی آسمان کا بیل لکھا گیا ہے۔ اسی طرح یونان میں آدھے انسان اور آدھے گھوڑے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اسے سنتور کا نام دیا گیا ہے۔ ویسے علم نجوم میں بھی سنتور برج قوس کا نشان ہے۔ اسی طرح شیر کے دھڑ والے عقاب کا حوالہ آشوریا کے آثار قدیمه سے ملتا ہے۔ اس کا نام گریفن بتایا گیا ہے اور شیر کے دھڑ والے انسان ابوالہول سے تو تم بھی واقف ہو گے۔ اہرام مصر کے سامنے اس کا عظیم الشان مجسمہ آج بھی موجود ہے لیکن مااضی میں شیر کے دھڑ والی عورت کا بھی تذکرہ ملتا ہے جسے تم کہا جاتا تھا۔ اسی طرح اور بھی بے شمار نوع موجود تھیں جو یا تو امتداد زمانہ سے ختم ہو گئیں یا پھر انہیں غائب کر دیا گیا۔

نوجوانوں سے مل کر بے حد خوشی ہو گی۔ اب مجھے اجازت دو تمہارا بے حد قیمتی وقت لیا میں نے۔ میں اس مسودے کے لئے تمہارا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتا ہوں،”..... محمود شیرازی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”آپ کی آمد میرے لئے باعثِ مسرت ہے شیرازی صاحب۔ انشاء اللہ آپ کے در دولت پر جلد حاضری دوں گا۔“ نعمانی نے جواب دیا اور پھر وہ انہیں نیچے پارکنگ میں موجود ان کی کار تک چھوڑنے آیا۔ کار میں ان کا ڈرائیور بھی موجود تھا۔ محمود شیرازی نے اسے سراج گنگر آنے کی ایک بار پھر تاکید کی اور پھر وہ کار میں بینٹ کر چلے گئے تو نعمانی واپس اپنے فلیٹ میں آ گیا۔ ابھی وہ آکر صوفے پر بیٹھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو نعمانی نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

”میں۔ نعمانی بول رہا ہوں،“..... نعمانی نے کہا۔

”صدیقی بول رہا ہوں نعمانی۔ فور شارز کے ہیڈ کوارٹر آ جاؤ،“ دوسری طرف سے صدیقی کی آواز سنائی دی۔

”اوہ۔ کیا کوئی کیس شروع ہو گیا ہے؟“..... نعمانی نے چونک کر پوچھا۔

”نہیں میٹنگ ہے،“..... دوسری طرف سے صدیقی نے کہا تو نعمانی کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

بہر حال میں زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ سلامیم کا وجود آج بھی موجود ہے لیکن وہ انسانوں سے دور رہتے ہیں۔ یہ بات درست ہے کہ سلامیم انسان دوست مخلوق ہے۔ وہ انسانوں کو نقصان نہیں پہنچاتے لیکن انسانوں کے قریب بھی نہیں آتے۔“..... محمود شیرازی نے باقاعدہ تقریب کر ڈالی اور نعمانی حیرت بھرے انداز میں ان کی باتیں سنتا رہا۔

”کیا آپ بھی اس سے ملے ہیں؟“..... نعمانی نے کہا تو محمود شیرازی بے اختیار مسکرا دیے۔

”تم اس بات کو چھوڑو۔ یہ تمہارے انداز کی باتیں نہیں ہیں۔ میری طرف سے تمہیں سراج گنگر آنے کی دعوت ہے۔ تم وہاں آؤ تو ہو سکتا ہے کہ وہاں تمہاری ملاقات سلامیم سے کرادی جائے۔“..... محمود شیرازی نے کہا تو نعمانی بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ۔ پھر تو میں ضرور آؤں گا۔ آپ اپنا فون نمبر اور پتہ بتا دیں۔“..... نعمانی نے مسرت بھرے لبھے میں کہا۔

”سراج گنگر میں میری قدیم دور کی حولی ہے۔ تم وہاں کسی سے بھی میرا نام لو گے تو تمہاری رہنمائی کر دی جائے گی۔“..... محمود شیرازی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ساتھ ہی انہوں نے اپنا فون نمبر بتا دیا۔

”ضرور آنا اور اپنے ساتھ دوستوں کو بھی لے آنا۔ مجھے تم جیسے

”مینگ۔ کیسی مینگ“..... نعمانی نے حیرت بھر بے لجھے میں کہا۔

”تم آ جاؤ پھر تفصیل سے بات ہو گی“..... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو نعمانی نے رسیور رکھ دیا۔

”یہ کس ناپ کی مینگ ہو رہی ہے۔ آج تو سارے کام ہی نئے ہو رہے ہیں“..... نعمانی نے بڑا تے ہوئے کہا اور انٹھ کر ڈرینگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد لباس تبدیل کر کے وہ فلیٹ سے باہر آیا اور فلیٹ کو لاک کر کے وہ پارکنگ کی طرف بڑھ گیا جہاں اس کی کار موجود تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار فورشاز کے ہیڈ کوارٹر کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ یہ ہیڈ کوارٹر ایک کوٹھی تھی۔ جسے ہیڈ کوارٹر کا نام دیا گیا تھا اور وہ سب فورشاز کی کیس میں ضرورت پڑنے پر اسے استعمال کرتے تھے۔ نعمانی نے ہیڈ کوارٹر کے پھانک پر کار روک کر ہارن دیا تو چھوٹا پھانک کھلا اور ہیڈ کوارٹر کا اکلوٹا ملازم چوکیدار قاسم باہر آ گیا اور اس نے نعمانی کو سلام کیا۔

”پھانک کھولو قاسم“..... نعمانی نے کہا۔

”جی اچھا جتنا“..... قاسم نے کہا اور واپس اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد بڑا پھانک کھلا تو نعمانی کار اندر لے جا کر اسے بڑے سے گیراج کی طرف لے گیا اور اس کے ساتھ ہی وہ یہ دیکھے

کر چونک پڑا کہ وہاں صدیقی، خاور اور چوبہان تینوں کی کاریں پہلے سے موجود تھیں۔ نعمانی نے کار ایک خالی جگہ روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ مینگ ہال کی طرف بڑھ گیا۔

”السلام علیکم“..... نعمانی نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا جہاں صدیقی، خاور اور چوبہان بیٹھے ہوئے تھے۔ سب نے اس کے سلام کا جواب دیا اور وہ صدیقی کے ساتھ پڑی خالی کری پر بیٹھ گیا۔ اسی لمحے قاسم نے اندر داخل ہو کر جوس کا ایک من اس کے سامنے رکھ دیا۔ من میں سڑا موجود تھا۔

”شکریہ“..... نعمانی نے مسکراتے ہوئے کہا اور قاسم سر ہلاتا ہوا واپس چلا گیا۔

”یہ آج کس قسم کی مینگ ہے۔ کچھ مجھے تو بتاؤ“..... نعمانی نے صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بھی بتانے کے لئے تو تمہیں بلوایا ہے۔ تم جوس پی لو پھر اطمینان سے باتیں ہوں گی“..... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم خواہ تجوہ سپنس پیدا کر رہے ہو“..... نعمانی نے کہا۔

”ارے نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اصل میں خاور کافی عرصے سے اس مینگ کے لئے بھند تھا۔ آج پھر اس نے میرے فلیٹ پر آ کر ضد کی تو میں نے رمضانی کا اظہار کر دیا۔ بات یہ ہے کہ خاور کا خیال ہے کہ ہم چاروں فورشاز سے استغفار دے

دیں۔۔۔ صدیقی نے کہا تو نعمانی بے اختیار اچھل پڑا۔ چوہان کے چہرے پر بھی حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”کیوں وجہ“۔۔۔ نعمانی نے حیرت بھرے لجھے میں کہا۔

”اس لئے نعمانی کہ چیف نے ہمیں فورٹشارز کا ممبر بنا کر دراصل سیکرٹ سروس سے آؤٹ کر دیا ہے۔ سیکرٹ سروس سے استعفیٰ دینا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے اس لئے میں نے سوچا کہ ہم فورٹشارز سے استعفیٰ دے دیں۔ اس کے بعد چیف کی مرضی چاہئے وہ دوسرے ساتھیوں کو فورٹشارز کا ممبر بنادے چاہے نئے لوگ لے آئے چاہے اس تنظیم کو ہی ختم کر دے“۔۔۔ خاور نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن اس سے فائدہ کیا ہو گا“۔۔۔ چوہان نے کہا۔

”چیف ہمیں سیکرٹ سروس کے مشغز پر بھجوانے پر مجبور ہو جائے گا کیونکہ ہم صرف سیکرٹ سروس کے ممبر ہوں گے“۔۔۔ خاور نے کہا۔

”لیکن اگر چیف نے استعفیٰ نامنظور کر دیا پھر“۔۔۔ نعمانی نے کہا۔

”پھر اسی تختواہ پر کام کرتے رہیں گے“۔۔۔ خاور نے منہ بناتے ہوئے کہا تو سب بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ ظاہر ہے یہ لطیفہ سب نے سنا ہوا تھا کہ ایک ملازم نے اپنے مالک کو ڈھمکی دی کہ وہ

اس کی تختواہ بڑھا دیں ورنہ۔ اور جب مالک نے ورنہ کی تفصیل پوچھی تو ملازم نے کہا کہ ورنہ وہ اسی تختواہ پر کام کرتا رہے گا۔

”میرا خیال ہے کہ ہمیں استعفیٰ دینے کی بجائے عمران صاحب کو اپنے ساتھ شامل کر لینا چاہئے“۔۔۔ اچانک چوہان نے کہا تو وہ سب چونک پڑے۔

”اپنے ساتھ شامل۔ کیا مطلب ہوا اس بات کا“۔۔۔ صدیقی نے کہا۔

”عمران صاحب دیے تو سیکرٹ سروس کے ممبر نہیں ہیں لیکن پوری دنیا پاکیشا سیکرٹ سروس سے متعارف ہے تو عمران صاحب کی وجہ سے اور اسی لئے چیف بھی عمران صاحب کو ہی ہر بار لیڈر بنانا کر مشن انہیں سوچ دیتا ہے اور میرا ذاتی خیال ہے کہ ٹیم کا انتخاب بھی چیف خود نہیں کرتا بلکہ یہ کام بھی عمران صاحب ہی کرتے ہیں“۔۔۔ چوہان نے کہا۔

”تم نے یہ بات کس بنیاد پر کی ہے۔ عمران صاحب تو ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ ٹیم کا انتخاب چیف کرتا ہے“۔۔۔ نعمانی نے کہا۔

”عمران صاحب تو اور بھی بہت کچھ کہتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مشن پر تو عمران نے بطور لیڈر کام کرنا ہو اور ٹیم کا انتخاب چیف کرے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ عمران ٹیم کا انتخاب کر کے چیف کو بتا دیتا ہو گا اور چیف اس کی منظوری دے دیتا ہو گا اور

دیے اب تو اس کی ضرورت بھی نہیں رہی۔ اب تو مشن کے لئے ایک مخصوص ٹیم ہر وقت موجود ہے۔ رہ گئے ہم، تو ہم غنڈوں اور بدمعاشوں سے لڑتے پھریں اور ساتھ ہی خوش ہوتے رہیں کہ ہم سیکرٹ سروس کے ممبر ہیں۔..... چوبان کا بات کے آخر میں شاید نہ چاہئے کے باوجود بھی لمحہ تلخ ہو گیا تھا۔

”چلو تمہاری بات مان لی۔ فرض کرو عمران صاحب ہمارے ساتھ شامل ہو گئے تو کیا عمران صاحب کے کہنے پر چیف، صدر اور اس کے ساتھیوں کی بجائے ہمیں سیکرٹ سروس کے مشن پر بھجوائے کی منظوری دے دے گا۔“..... صدیقی نے کہا۔

”ہاں۔ میرا خیال ہے کہ عمران صاحب کی اندرسینڈنگ زیادہ جولیا، صدر اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ ہے اس لئے وہ انہیں اپنے ساتھ مشن پر لے جاتا ہے اور چیف اس کی وجہ سے مجبور ہو جاتا ہے۔ اگر عمران صاحب کے ساتھ ہماری اندرسینڈنگ ہو جائے تو پھر ہمیں بھی کام ملنا شروع ہو جائے گا۔“..... چوبان نے کہا۔

”میرا ذاتی خیال ہے کہ عمران صاحب احساس برتری کا شکار ہے۔ چونکہ ہمارے ساتھ جانے پر ہم لوگ ان کی برتری کو تسلیم کرنے کی بجائے خود کام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جیسے کہ ایک دو کیسز میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ ہم نے جب اپنے طور پر کسی

مشن پر کام کیا تو عمران صاحب نے یہ بات کر دی تھی کہ ہم اس کی بات نہیں مانتے جبکہ صدر اور اس کے ساتھی کو پڑیوں کی طرح عمران صاحب کے صرف ساتھ ہی رہتے ہیں اس نے عمران صاحب بھی ان کے ساتھ ایڈ جسٹ رہتے ہیں۔..... نعمانی نے کہا۔

”اگر ہم عمران صاحب سے یہ بات ڈسکس کریں کہ ہم فورستارز سے استغفاری دے رہے ہیں تو مجھے یقین ہے کہ عمران صاحب چیف تک یہ بات پہنچا دیں گے اور پھر ہمیں بھی کام ملنا شروع ہو جائے گا۔“..... صدیقی نے کہا۔

”پہلے بھی ایسا احتجاج سامنے آیا تھا اور اس احتجاج کے نتیجے میں ایک دو مشن پر ہمیں بھی بھجوادیا گیا لیکن پھر معاملہ وہیں پر آگیا۔“..... خاور نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ ہمیں اسی پر اکتفا کرنا چاہئے کیونکہ سماجی بذریعوں کے خلاف لڑنا بھی جہاد ہے۔“..... نعمانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تمہاری بات درست ہے۔ لیکن جو گیمراور تھرل بین الاقوامی ایجنٹوں اور مجرموں کے ساتھ مقابلے میں ہے وہ عام سے غنڈوں اور بدمعاشوں کے ساتھ مقابلہ کرنے میں نہیں ہے۔“..... خاور نے کہا تو سب بے اختیار نہ پڑے۔

”ایک تجویز اور بھی ہو سکتی ہے۔“..... اچانک چوبان نے کہا۔

”وہ کیا“..... سب نے اس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔

”اگر ہم چیف سے کہیں کہ وہ بے شک عمران اور اس کے ساتھیوں کو مشن پر بھجوادیا کرے لیکن ساتھ ہی ہمیں بھی یہ اجازت دے کہ ہم بھی اس مشن پر اپنے طور پر کام کریں تو میرے خیال میں اس میں کوئی حرج نہیں ہے“..... چوبان نے کہا۔

”نہیں۔ ایسا ممکن ہی نہیں ہے اور نہ ہی چیف اس کی اجازت دے سکتا ہے۔ دو گروپس ایک مشن پر ایک دوسرے سے ہٹ کر کیسے کام کر سکتے ہیں“..... صدیقی نے کہا۔

”تو پھر کیا کریں ہم۔ اس طرح بے کار رہ رہ کر تواب ہم زندگی سے شگ آ گئے ہیں“..... خاور نے کہا۔

”ایک صورت ہو سکتی ہے کہ ہم خود کوئی برداشن ٹریں کریں اور پھر اس پر کام بطور فورشارز کرتے رہیں اور جب مشن مکمل ہو جائے تو روپورٹ چیف کے سامنے رکھ دیں“..... نعمانی نے کہا۔

”لیکن سیکرٹ سروس کے مشن کے لئے ملک سے باہر جانا پڑتا ہے اور بغیر چیف کی اجازت کے ایسا نہیں ہو سکتا جبکہ فورشارز کا مشن اندر ون ملک ہی ہوتا ہے“..... صدیقی نے کہا۔

”میری تجویز پر عمل کرو اور فورشارز سے استعفی دے دو۔ پھر جو ہو گا دیکھا جائے گا“..... خاور نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ چیف سے واقعی بات ہونی چاہئے“..... صدیقی

نے کہا اور سامنے میز پر پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے اور ان سب کے چہروں پر سمنی ہی پھیلتی چلی گئی۔ صدیقی نے آخر میں لاڈر کا بٹن بھی پر لیں کر دیا تھا اس لئے دوسری طرف گھنٹی بجتے کی آواز سب کو بخوبی سنائی دے رہی تھی۔

”ایکسو“..... رسیور اٹھانے جانے کی آواز کے ساتھ ہی چیف کی مخصوص آواز سنائی دی۔

”چیف۔ میں صدیقی بول رہا ہوں“..... صدیقی نے کہا۔

”براح راست کال کرنے کی وجہ“..... چیف کا لہجہ یکخت پہلے سے کہیں زیادہ سرد ہو گیا تھا۔

”چیف۔ ہم نے فورشارز سے استعفی دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں، چوبان، نعمانی اور خاور نے اور ہم سب یہاں فورشارز کے ہیئت کوارٹر میں موجود ہیں“..... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیوں“..... چیف نے چونکے بغیر اسی طرح سرد لہجے میں کہا۔ تو صدیقی نے اب تک ہونے والی تمام بات چیت کا لب لباب بتا دیا۔

”تم اپنے استعفے بھجوادو۔ فیصلہ ہو جائے گا“..... دوسری طرف سے اسی طرح سرد لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو صدیقی نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

محمود شیرازی چاہے کچھ بھی ہوں ہم ان کے سامنے اپنے آپ کو
بطور ممبر سیکرٹ سروس اور پس کیسے کر سکتے ہیں۔۔۔ صدیقی نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ انہیں بھی سید چدائغ شاہ صاحب کی طرح
ہربات کا علم ہو جاتا ہے۔۔۔ نعمانی نے کہا۔

”تو پھر تم فون پر ان سے بات کرو۔۔۔ صدیقی نے کہا۔

”ہاں۔۔۔ یہ تھیک ہے۔۔۔ نعمانی نے کہا اور فون کا رسیور اٹھا کر
تیزی سے فابر پر لیں کرنے شروع کر دیے۔

”وہ پہنچ گئے ہوں گے واپس۔۔۔ چوبان نے کہا اور نعمانی نے
منہ سے جواب دینے کی بجائے اثبات میں سر ہلا دیا۔۔۔ آخر میں اس
نے چونکہ لاوڈر کا بٹن بھی پر لیں کر دیا تھا اس لئے دوسری طرف
گھنٹی بجھنے کی آواز سنائی دی۔

”السلام علیکم و رحمة الله۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی محمود شیرازی
کی مخصوص لرزتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”وعليکم السلام و رحمة الله۔۔۔ شیرازی صاحب میں نعمانی بول
رہا ہوں۔۔۔ میں نے اس لئے فون کیا تھا تاکہ یہ معلوم کر سکوں کہ
آپ بخیریت پہنچ گئے ہیں یا نہیں۔۔۔ نعمانی نے کہا۔

”الله تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔۔۔ اس کی رحمت سے سفر بخیریت
گزر گیا ہے۔۔۔ تمہاری دی ہوئی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا کہ تمہاری
آواز سننے کی سعادت حاصل ہو گئی۔۔۔ محمود شیرازی نے کہا۔

”چیف کا لجہ بتا رہا ہے کہ وہ ہمارے خلاف کوئی سخت ایکشن
لے گا۔۔۔ چوبان نے کہا۔

”ہاں ظاہر ہے ایک لحاظ سے ہم نے حکم عدوی کا ارتکاب کیا
ہے۔۔۔ اب اس کے نتائج تو بہر حال بھگتے ہی ہوں گے۔۔۔ صدیقی
نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ ہمیں استعفی دینے سے پہلے اس سلسلے میں
سید چدائغ شاہ صاحب کی روحانی مدد حاصل کر لیتی چاہیے۔۔۔ وہ اگر
حکم دے دیں تو مجھے یقین ہے کہ چیف بھی ان کے حکم پر عمل
کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔۔۔ خاور نے کہا۔

”نہیں وہ اللہ والے لوگ ہیں اور وہ ان سمجھیزوں میں نہیں
پڑتے اور اگر انہوں نے ہمیں استعفی دینے سے منع کر دیا تو ہم نہ
اوھر کے رہیں گے اور نہ اوھر کے۔۔۔ صدیقی نے کہا۔

”تو پھر میرے ساتھ سراج گنگر چلو۔۔۔ محمود شیرازی سے مشورہ کر
لیتے ہیں۔۔۔ وہ میرے خیال میں جہاندیدہ آدمی ہونے کے ساتھ
ساتھ روحانی مرتبہ بھی رکھتے ہیں۔۔۔ نعمانی نے کہا تو سب اس کی
بات سن کر بے اختیار چونک پڑے۔

”کون محمود شیرازی؟۔۔۔ صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں
پوچھا تو نعمانی نے ساری تفصیل دوبرا دی۔

”سلامیم کے بارے میں تو میں نے بھی پڑھا ہوا ہے لیکن نعمانی

گلیمر اور تھرل کا کام کرنا چاہتے ہیں وہ تو ہو جائے گا لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ یہ آپ کی خوش قسمتی ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی اس انداز میں خدمت کرنے کے لئے چن لیا ہے۔ یہ تو آپ بہر حال مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ ویسے اگر ہو سکے تو اپنے دوستوں سمیت یہاں کا چکر لگا جاؤ۔ مجھے تمہارے دوستوں سے مل کر بے حد خوشی ہو گی۔”..... محمود شیرازی نے کہا۔

”ٹھیک ہے شیرازی صاحب۔ ہم ضرور حاضر ہوں گے۔ اللہ حافظ۔”..... نعمانی نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”یہ بھی مجھے سید چراغ شاہ صاحب کی قبیل کے بزرگ لگتے ہیں اور مجھے واقعی حرمت ہوتی ہے کہ یہ بزرگ اس حد تک جانتے ہیں۔ ہر بات ان کے سامنے کھلی کتاب کی طرح ہوتی ہے۔“ صدیقی نے کہا۔

”ہاں۔ تو اب کیا خیال ہے استغفون کے پارے میں۔“..... نعمانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اب محمود شیرازی کے حکم کے بعد میرا خیال ہے کہ اس کی گنجائش ہی نہیں رہی۔“..... خاور نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

”ویسے محمود شیرازی نے اشارہ کیا ہے کہ ہمیں گلیمر اور تھرل والا کام بھی مل جائے گا اس لئے چیف کو کہہ نہ دیا جائے کہ ہم نے ارادہ بدل دیا ہے۔“..... صدیقی نے کہا۔

”شیرازی صاحب۔ آپ کیوں مجھے شرمende کرتے ہیں۔ آپ جیسے بزرگوں کی شفقت ہی ہمارے لئے سرمایہ ہوتی ہے۔“..... نعمانی نے کہا۔

”یہ تمہاری سعادت مندی ہے بیٹے۔ تم نے سرمایہ کا لفظ استعمال کیا ہے تو مجھ بڑھ کی یہ بات پلے سے باندھ لوکہ ملک و قوم کی خدمت کا کوئی بھی کام ہو اسے حقیر مت سمجھا کرو۔ راستے سے ایک گائنا ہٹا دینا بھی اتنی بڑی سیکی ہے کہ آخرت میں اس سے زیادہ قیمتی سرمایہ اور کوئی نہیں ہوگا اور تم تو پھر بھی سماجی خدمت کے بڑے بڑے کام کرتے ہو جس سے لاکھوں خاندانوں کو سکھ چین نصیب ہوتا ہے۔ صرف گلیمر اور تھرل ہی سب کچھ نہیں ہوتا۔ خلوص نیت اور خدمت کی بھی اہمیت ہوتی ہے۔“..... محمود شیرازی نے کہا تو نعمانی کے ساتھ ساتھ اس کے باقی ساتھیوں کے چہروں پر حرمت جیسے ثبت ہو کر رہ گئی۔

”یہ آپ کس پیرائے میں بات کر رہے ہیں شیرازی صاحب۔“..... نعمانی نے کہا۔

”مجھے معلوم ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھی کیا کام کرتے ہیں اور کیا سوچ رہے ہیں۔ آپ کے ساتھ ماورائی مخلوق سلاجیم کے بارے میں بات ہوئی تھی۔ تو ایسی ہی مخلوق اور بھی ہیں جو ایسی باتیں بتا دیتی ہیں۔ آپ سماجی خدمت کے کام سے استغفار دے کر

”میرا خیال ہے کہ چیف کو کہنے کی بجائے مس جولیا سے بات کر لو۔۔۔۔۔ چوبان نے کہا۔

”دنیں۔۔۔ پھر یہ بات سب میں پھیل جائے گی۔۔۔ ایسا کرتے ہیں کہ استعفی نہیں بھیجتے۔۔۔ جب چیف کے پاس استعفی نہیں پہنچیں گے تو وہ پوچھے گا تو ہم کہہ دیں گے کہ ہم نے اسی پہلے والی تحریک پر کام کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔۔۔۔۔ صدیقی نے کہا تو سب ایک پھر بے اختیار ہنس پڑے۔۔۔

عمران اپنے فلیٹ پر بیٹھا ایک رسالہ پڑھنے میں مصروف تھا۔ چونکہ کافی دنوں سے پاکیشیا سینکڑ سروس کے پاس کوئی مشن نہ تھا اس لئے عمران بھی فارغ تھا۔۔۔ پہلے کئی روز تو وہ سارا دن آوارہ گردی کرتا رہا لیکن پھر اس نے آوارہ گردی چھوڑ کر رسائل اور کتب کے مطالعے میں اپنے آپ کو مصروف کر لیا اور اب اخبارات پڑھنے کے بعد وہ ناشتہ کرتا اور پھر رسائل اور کتابیں پڑھنا شروع کر دیتا اور پھر تقریباً سارا دن ہی اس کا یہی کام رہتا۔۔۔ سلیمان اس کی اس مطالعے کی عادت سے بے حد تنگ آ چکا تھا کیونکہ عمران مطالعہ کے ساتھ ساتھ مسلسل چائے پینے کا عادی تھا۔۔۔

گو سلیمان نے اسے پہلے بھی دھمکی دی تھی کہ وہ بڑی بیگم صاحبہ کو شکایت کر دے گا لیکن جب عمران نے جواب میں اسے دھمکی دی کہ وہ بھی دوپھر اور رات کا کھانا ہوٹل میں جا کر کھانا

Scanned and Uploaded By Nadeem

نظریں اٹھا کر سامنے دیوار پر موجود کلاک کو دیکھا اور پھر اس نے زور زور سے سلیمان کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔

”اب کیا ہو گیا ہے“..... سلیمان نے دروازے پر نمودار ہوتے ہوئے جھلانے ہوئے لبھے میں کہا۔

”تمہیں گھڑی دیکھنا آتی ہے“..... عمران نے کہا۔

”جب سے میں اس فلیٹ میں آیا ہوں۔ صرف بڑی گھڑی ہی نظر آتی ہے“..... سلیمان نے گھڑی کو بڑی گھڑی میں تبدیل کرتے ہوئے کہا۔

”اے۔ میرا مطلب ہے کہ وقت دیکھنا آتا ہے تمہیں۔“
عمران نے فوراً الفاظ تبدیل کرتے ہوئے کہا۔

”اللہ کسی کو ایسا وقت نہ دکھائے“..... سلیمان بھلا کہاں آسانی سے قابو آنے والوں میں سے تھا۔

”اے۔ میرا مطلب ہے کہ سامنے کلاک میں دیکھو کیا وقت ہوا ہے“..... عمران نے ریچ ہوتے ہوئے کہا۔

”آپ کا ذہن مکمل طور پر ماوف ہونے میں نصف گھنٹہ رہتا ہے“..... سلیمان نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے مڑ کر غائب ہو گیا۔

”اے۔ اے۔ بات سنو۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ یہ وقت دیکھنے کا طریقہ ہے“..... عمران نے اوپری آواز میں پیچھتے ہوئے کہا۔

”جب آپ کا ذہن مکمل طور پر ماوف ہو جائے گا تو کلاک

شروع کر دے گا اور ساتھ ہی اماں بی کو شکایت کر دے گا کہ سلیمان کھانا نہیں پکاتا۔ بس سارا دن بازار میں شاپنگ کے بہانے مژگشت کرتا رہتا ہے تو سلیمان نے شکایت کی وحکی تو بند کر دی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے فلاںک میں چار پانچ کپ چائے بھر کر عمران کے کمرے میں رکھنا شروع کر دیا لیکن عمران فلاںک میں موجود چائے سرے سے پیتا ہی نہ تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ جس طرح کولر میں بند پانی تازہ ہوا اور آسیجن نہ ملنے کی وجہ سے مرد ہو جاتا ہے اس لئے فلاںک میں بند چائے بھی مرد ہو جاتی ہے اور مرد ہو چائے اعصابی اور ذہنی خلیات کو بھی مرد کر دیتی ہے اس لئے چائے تازہ پینی چاہئے۔

گو سائنسی اور طبی طور پر ایسا نہ تھا لیکن عمران سلیمان کو شکایت کرنے کے لئے بڑے دشوق سے نہ صرف اس فلسفے کو بیان کر رہتا تھا بلکہ اس پر باقاعدگی سے عمل بھی کرتا تھا اس لئے سلیمان کا ان دونوں ناطقہ بند تھا۔ گواں نے رسائل اور کتب چھپانے کی بھی کوشش کی تھی لیکن ظاہر ہے کتب و رسائل سوئی تو نہ تھے کہ وہ عمران کو نہ مل سکتے۔ عمران ہر جگہ سے انہیں ڈھونڈتی ہی لیتا تھا۔ اس وقت بھی عمران ایک رسائل کے مطالعے میں مصروف تھا۔ دوپہر ہوئے والی تھی اور سلیمان شاپنگ کر کے واپس آ چکا تھا اور اب دوپہر کے کھانے کی تیاری میں مصروف تھا اور شاید اس لئے اس نے کافی دیر سے عمران کو چائے نہ دی تھی۔ عمران نے رسائل سے

Scanned and Uploaded By Nadeem

”یہ ضیاع کہاں سے ہو گیا۔ اسے تو باقاعدہ استعمال کیا جائے گا۔ ضیاع کا مطلب ہے کہ استعمال میں لائے بغیر اسے خرچ کیا جائے۔“..... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”یہ سلوگن گیس کے ہرمل پر لکھا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہوتا ہے کہ گیس کے استعمال میں بچت کیجئے تاکہ دوسروں کے چولہے بھی جلتے رہیں۔“..... سلیمان نے جواب دیا۔

”اچھا تمہاری مرضی۔ اب میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ وہ کیا مصروف ہے جس کا مطلب ہے کہ جاہلوں کے جواب میں خاموشی ہی بہتر ہے۔“..... عمران نے اوپنجی آواز میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسالہ اٹھا کر اسے دوبارہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اس کے چہرے پر چمک سی آگئی تھی۔ ظاہر ہے مسلسل پڑھنے سے ذہن پر جو خشکی کی تھہ چڑھ گئی تھی وہ سلیمان سے باتیں کر کے جھٹر چکی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ چائے ابھی آ جائے گی۔ سلیمان نے پہلی بار کہنے پر ہی دیپکی چوہلہ پر چڑھا دی ہو گی اور پھر واقعی تھوڑی دیر بعد سلیمان چائے کا ایک کپ اٹھائے اندر داخل ہوا۔

”کاش بڑے صاحب آپ کو کسی اچھے سے سکول میں داخل کراتے تاکہ آپ کو فارسی زبان بھی آ جاتی۔ جواب جاہلاں خاموش باشد کا جو مطلب آپ نے بتایا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا بلکہ اس کا مطلب ہوتا ہے کہ چونکہ جاہل کو کچھ آتا نہیں اس لئے وہ جواب دینے کی بجائے خاموش ہو جاتا ہے جس طرح آپ خاموش

سے بارہ بار گھنٹی بجے گی۔ اگر آپ ان گھنٹوں کو درست طور پر گن لیں تو پھر مجھے آواز دیں۔ میں فی الحال فارغ نہیں ہوں۔“..... دور سے سلیمان کی آواز سنائی دی اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”بارہ بجے تو تمہارا ذہن ماؤنٹ ہوتا ہے تم میری بات کر رہے ہو۔“..... عمران نے اوپنجی آواز اور قدرے غصیلے لمحے میں کہا۔

”شاید یہ کلاک غلط ہے اور آپ کا غصہ بتا رہا ہے کہ واقعی غلط ہے۔“..... دور سے سلیمان کی آواز سنائی دی اور عمران ایک بار پھر ہنس پڑا۔ ظاہر ہے سلیمان نے اس کے غصے پر خوبصورت چوٹ کی

”اچھا جناب آغا سلیمان پاشا صاحب۔ کلاک غلط ہو گا لیکن آپ کا ذہن تو درست ہے۔ آپ برائے کرم ایک عدد تازہ چاٹ کا کپ پلوادیں۔“..... عمران نے اس انداز میں کہا جیسے سلیمان علی مقابلے میں ہتھیار پھینک کر سرعتر کر رہا ہو۔

”سوری۔ اس وقت لمحے کی تیاری ہو رہی ہے۔ اس لئے فرصت کے وقت بات کیجئے گا۔“..... سلیمان نے صاف جواب دنیتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ تو کیا لمحے کے لئے سارے چولہے مصروف ہیں۔ ایک پر چائے کا پانی رکھ دو۔“..... عمران نے جھلانے ہوئے لمحے میں کہا۔

”گیس قومی دولت ہے اس کا ضیاع قومی ضیاع ہے۔“..... سلیمان بھلا کہاں قابو آنے والا تھا۔

ہو گئے تھے۔ سلیمان نے چائے کی پیالی میز پر رکھتے ہوئے کہا تو عمران اپنی عادت کے خلاف بے اختیار ٹھکٹھلا کر ہنس پڑا۔

”تمہاری اس بات سے مجھے فارسی کے ایک بہت بڑے شاعر کا واقعہ یاد آ گیا ہے۔ وہ ایک مسجد کے قریب سے گزر رہا تھا کہ اپنا نام سن کر رُک گیا۔ اس نے سنا کہ مسجد کے صحن میں استاد پچوں کوں اس کے شعر پڑھ کر ان کا مطلب بتا رہا تھا۔ وہ کھڑا ستارہ جب استاد مطلب بتا چکا تو اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ایک شعر پڑھا جس کا مطلب ہے کہ اگر ایسا استاد اور ایسا مدرسہ ہو گا تو پچوں کا بکام تمام ہو کر ہی رہے گا کیونکہ استاد صاحب اس شاعر کے شعروں کا الٹا مطلب بتا رہے تھے جیسے تم نے بتایا ہے۔“..... عمران نے چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”اب استاد کیا کریں۔ شاعر بھی تو رُگ گل سے بلبل کے پر باندھتے ہیں۔“..... سلیمان نے کہا اور واپس مڑ گیا تو عمران اس کے اس خوبصورت جواب پر ایک بار ٹھکٹھلا کر ہنس پڑا۔ وہ سلیمان کا مطلب سمجھ گیا تھا کہ بعض اوقات شاعر حضرات ایسے شعر کہہ جاتے ہیں جس میں لفاظی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا اور پھر اس نے چائے کی پیالی خالی کر کے رکھی ہی تھی کہ فون کی گھنٹی بج آئی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”رُگ گل سے بلبل کے پر باندھنے والا علی عمران ایم ایس سی۔ ذی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔“..... عمران نے کہا۔

”یہ رُگ گل سے بلبل کے پر باندھنے کا کیا مطلب ہوا عمران صاحب۔“..... دوسری طرف سے بلیک زیرو کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”یعنی ناممکن کام۔“..... عمران نے جواب دیا تو بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

”ویسے ظاہر تو بُدا خوبصورت نقرہ ہے۔ آپ کو کس طرح یاد آ گیا۔“..... بلیک زیرو نے کہا تو عمران نے سلیمان سے ہونے والی نوک جھوک کی تفصیل بتا دی۔

”پر مصرعہ سلیمان نے کہا ہے۔ بہت خوب۔ سلیمان تو واقعی عالم فاضل ہے۔“..... بلیک زیرو نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”وہ واقعی علم و قضل کے راستے پر سرپٹ دوڑ رہا ہے اور اگر اسی طرح دوڑتا رہا تو علم و فضل تھک کر اس سے پیچھے رہ جائے گا۔“.....

عمران نے کہا تو دوسری طرف سے بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

”عمران صاحب۔ ایک اور ناممکن کام ہونے والا ہے۔“..... بلیک زیرو نے ہستے ہوئے کہا تو عمران چونک پڑا۔

”اوہ۔ کیا ہوا ہے۔ کیا شادی کر رہے ہو تم۔“..... عمران نے کہا تو بلیک زیرو ہنس پڑا۔

”بھی نہیں بلکہ فور شارذ استغفی دے رہے ہیں۔“..... بلیک زیرو نے کہا تو عمران نہ صرف اچھل پڑا بلکہ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات بھی ابھر آئے۔

”استغنى دے رہے ہیں سیکرٹ سروس سے کیوں“..... عمران نے حیرت بھرے لبجے میں کہا۔

”سیکرٹ سروس سے نہیں فورسٹارز سے“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”مجھے صدیقی نے خود براہ راست فون کر کے کہا ہے“..... بلیک زیرو نے جواب دیا۔

”تم نے وجہ تو پوچھی ہو گی“..... عمران نے پوچھا تو بلیک زیرو نے صدیقی سے ہونے والی تمام بات چیت دوہرا دی۔

”اس کا مطلب ہے کہ اب معاملات اپنی حد سے باہر نکلنے لگ گئے ہیں“..... عمران نے اس پار سنجیدہ لبجے میں کہا۔

”کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں عمران صاحب“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”صدیقی اور اس کے ساتھی چے ہیں۔ ان کی جگہ میں ہوتا تو میں بھی یہی سوچتا۔ ہم نے دراصل باقاعدہ فارن ٹائم تکمیل دے دی ہے جبکہ ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا اور ہر مشن میں ٹائم میں روبدل کر کے بھیجننا چاہئے تھا۔ میں نے اس لئے فورسٹارز کی باقاعدہ منصوبہ بندی کر دی تھی کہ چلو اس طرح سماجی برائیوں کے خلاف کام بھی ہوتا رہے گا اور یہ چاروں ساتھی بھی مصروف رہیں گے۔

لیکن اس طرح واقعی دو ٹائمیں بن گئی ہیں اور دوسری بات یہ ہوئی ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کی شہرت اس انداز کی ہو گئی ہے کہ

اب نہ ادھر کسی ملک کا ایجنت رخ کرتا ہے اور نہ ہی کوئی ہیں الاقوامی مجرم تنظیم اور ایسی سماجی برائیاں بھی بہت کم سامنے آتی ہیں جن کے خلاف فورسٹارز ٹائم کام کر سکے اس لئے اب دونوں ٹیمیں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بے کار بیٹھی رہتی ہیں اور خاص طور پر صدیقی اور اس کے ساتھیوں کا معاملہ تو واقعی اب توجہ طلب ہو گیا ہے۔

عمران نے انتہائی سنجیدہ لبجے میں کہا۔

”عمران صاحب اگر ان کے استغنى آ جائیں تو پھر مجھے کیا کرنا ہو گا“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”تم ان کے استغنى منظور کر لینا اور اس کے ساتھ ہی فورسٹارز تنظیم کو بھی تواڑ دینا اور کیا ہو سکتا ہے“..... عمران نے جواب دیا۔

”لیکن اس سے اس تفریق کا خاتمہ کیسے ہو گا جو دو ٹیمیں کی نے کہا۔

صورت میں پیدا ہو گیا ہے“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”یہ تفریق چونکہ میری وجہ سے پیدا ہوئی ہے اس لئے یہی ہو سکتا ہے کہ تم مجھے مشن سے ڈرالپ کرو اور جولیا کو حکم دو کہ وہ پوری ٹائم کے ساتھ مشن مکمل کیا کرے“..... عمران نے کہا۔

”اور آپ کیا کریں گے“..... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لبجے میں کہا۔

”میں سوائے رگ گل سے بلبل کے پر باندھنے کے اور کیا کر سکتا ہوں“..... عمران نے جواب دیا تو بلیک زیرو بے اختیار نہ پڑا۔

”فورٹیزنے بے حد اچھے کام کئے ہیں اس لئے اسے ختم کرنا تو زیادتی ہے۔ آپ ایسا کریں کہ صدیقی اور اس کے ساتھیوں سے مل لیں اور کسی بھی انداز میں انہیں مطمئن کریں۔ اس میں ملک و قوم کا فائدہ ہے“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”ایک حل اور بھی ہے“..... عمران نے کہا۔

”وہ کیا“..... بلیک زیرو نے چونک کر پوچھا۔

”جب بھی کوئی مشن سامنے آئے تم مجھ سے اس کا ٹھیکہ کر لی کرو۔ پھر میں جانوں اور مشن جائے“..... عمران نے کہا۔

”ٹھیکہ کیا مطلب۔ یہ آپ کیا کہ رہے ہیں“..... بلیک زیرو نے الجھے ہونے لجھے میں کہا۔

”مثلاً اسرائیل کا مشن ہے اس کا ٹھیکہ ایک کروڑ روپے میں کر لوں گا۔ کافستان کا مشن پچاس لاکھ میں اور اسی طرح مختلف مشہر کا ان کی اہمیت کے لحاظ سے ٹھیکہ کرلوں گا۔ اس کے بعد میری مرضی کہ میں اپنے ساتھ کے لے جاتا ہوں اور کے نہیں۔ یا پھر میں اکیلا ہی چلا جاتا ہوں۔ تمہیں مشن کی تکمیل چاہئے وہ مل جائے گی“..... عمران نے کہا۔

”پھر تو آپ یقیناً اکیلے ہی جائیں گے یا زیادہ سے زیادہ جوزف، جوانا اور ٹائیگر کو ساتھ لے جائیں گے تاکہ ٹھیکے کی پوری رقم آپ پچا سکیں۔ سوری۔ عمران صاحب“..... بلیک زیرو نے مکراتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”تم واقعی داشمن میں بیٹھ بیٹھ کر اس قدر داش مند ہو چکے ہو کہ دوسرے کے ذہن میں پیدا ہونے والے خیالات بھی جانچ لیتے ہو۔ میں تو سوچ رہا تھا کہ اس طرح ارب پتی بننے کا تختہ ہاتھ آ گیا ہے لیکن تم نے سوری کہہ کر میری ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا ہے اور خوابوں کے سارے محل ریت کی دیواروں میں تبدیل کر دیئے ہیں“..... عمران نے منہ بنتاتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

”ٹھیک ہے۔ اب اگر استغفے آ گئے تو میں انہیں آپ کو بھجو دوں گا۔ اللہ حافظ“..... بلیک زیرو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

”یہ دو ٹیوں والا معاملہ واقعی قابل غور ہو گیا ہے“..... عمران نے رسیور رکھ کر بڑپڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے سلیمان کو آواز دی۔

”بھی صاحب“..... عمران کے سنجیدہ لجھے کی وجہ سے سلیمان فوراً ہی آ گیا۔

”تمہارے پاس کچھ وقت ہے۔ ایک اہم مشورہ کرنا ہے تم سے“..... عمران نے انتہائی سنجیدہ لجھے میں کہا۔

”آپ دس منٹ مزید سوچ لجھئے۔ میں دس منٹ بعد فارغ ہو جاؤں گا“..... سلیمان نے بھی سنجیدہ لجھے میں جواب دیا اور واپس

مژگیا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔ ظاہر ہے سلیمان اسے سوچنے کے لئے دس منٹ دے گیا تھا اور یہ اشارہ کر گیا تھا کہ اگر اسے منٹ کا حل سمجھ میں نہیں آتا تو پھر وہ مشورہ دے دے گا اور پھر دس منٹ بعد وہ واقعی دوبارہ آ گیا۔

”جی اب فرمائیے۔ کیا اب بھی آپ کو مشورے کی ضرورت ہے؟“..... سلیمان نے اندر آ کر بڑے سنجیدہ لبجے میں کہا۔

”بزرگ کہتے ہیں کہ مشورہ دیوار سے بھی کر لینا چاہئے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ چلو تم سے ہی مشورہ کر لیا جائے۔ کم از کم بزرگوں کی بات تو پوری ہو جائے گی۔“..... عمران نے شرارت بھرے لبجے میں کہا۔

”بزرگوں کا مقصد دیوار گریہ سے تھا یعنی وہ دیوار جس کے پاس جذب کر گنہگار روتے اور اپنے گناہ کا اعتراف کرتے ہیں۔“ سلیمان نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا تو عمران حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

”تم تو واقعی عالم فاضل ہوتے جا رہے ہو۔ کہاں سے سیکھ رہے ہو یہ سب کچھ۔“..... عمران نے حقیقی حیرت بھرے لبجے میں کہا۔ اس کا خیال تھا کہ سلیمان نے اول تو دیوار گریہ کا نام ہی نہیں سنایا گا اور اگر سنایا ہو گا تو کم از کم وہ اس کا مطلب بہر حال نہ جانتا ہو گا۔

”جو بات نقش بر دیوار ہو۔ اس کے متعلق پوچھنے کی بھی ممانعت

ہے۔“..... سلیمان نے دیوار کے بارے میں دوسرا محاورہ بولتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ اب مجھے تمہارا شاگرد بننا پڑے گا۔ تم تو واقعی مجھے حیران کرتے جا رہے ہو۔ یہ دیوار گریہ اور نقش بر دیوار یہ تو بڑے اوق قسم کے محاورے ہیں۔“..... عمران نے کہا تو سلیمان بے اختیار ہنس پڑا۔

”ہمارے علاقے کے امام مسجد صاحب ہر جمعۃ المبارک کو باقاعدہ لوگوں کو عربی اور فارسی پڑھاتے ہیں اور میں ان کا شاگرد رشید ہوں۔“..... سلیمان نے کہا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے باقاعدہ تعلیم جاہلوں کا سنٹر سکھو لا ہوا ہے۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس نے جان بوجھ کر تعلیم بالغاء کی بجائے تعلیم جاہلوں کہا تھا۔

”میں تو آپ کی جگہ پڑھ رہا ہوں جیسے حج بدلتا ہے کہ جو حج نہ کر سکے اس کی جگہ دوسرا آدمی حج کرتا ہے۔“..... سلیمان نے جواب دیا اور اس کے خوبصورت جواب پر عمران بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

”اگر آپ نے مشورہ لینے کا ارادہ بدلتا ہے تو پھر میں جاؤں۔“..... سلیمان نے کہا۔

”ادہ ہاں۔ مشورہ تو واقعی رہ ہی گیا ہے۔ میں ایک غلطی کر چکا

ہوں اور اب اس غلطی کو درست کرنا چاہتا ہوں لیکن کوئی ترکیب سمجھ نے آپ کی پریشانی کی وجہ پوچھ لی۔ چلیں میں خود صدیقی کو فون میں نہیں آ رہی۔..... عمران نے کہا۔

”اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لیں اور عاجزی کے ساتھ دعا کریں کہ آپ کو سیدھا راستہ دکھادئے۔..... سلیمان نے بڑے سنجیدہ لمحے میں جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران مسکرا دیا۔

”اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ ایسی کوئی غلطی نہیں ہے۔ سیکرٹ سروس کے ہر مشن پر جانے کے لئے میں نے چند خاص ممبروں کا انتخاب کیا ہوا ہے۔ اس وجہ سے وہ ممبران اب باقاعدہ فارم ٹیم بن چکے ہیں۔ دوسرے ممبرز پہلے تو صرف احتجاج کرتے رہے لیکن اب وہ باقاعدہ استھنے پر آ گئے ہیں۔..... عمران نے کہا۔

”آپ کا مطلب فور شارز سے ہے۔..... سلیمان نے سنجیدہ لمحے میں کہا۔

”ہاں۔ تم تو بہر حال جاتے ہو کہ اصل میں ٹیم کا کون انتخاب کرتا ہے اس لئے تو میں اپنی غلطی تسلیم کر رہا ہوں۔..... عمران نے سلیمان نے کہا۔

”سلام علیکم ورحمة اللہ۔ سلیمان بول رہا ہوں صدیقی صاحب۔..... سلیمان نے کہا۔

”آپ صدیقی اور اس کے ساتھیوں کو یہاں بلوا لیں۔ میں انہیں سمجھا دوں گا۔..... سلیمان نے کہا۔

”تم کیسے سمجھاؤ گے۔ تمہارا کیا تعلق۔..... عمران نے کہا۔

”صاحب کی پریشانی۔ تمہارا مطلب عمران صاحب سے ہے۔ سے خود ہی بات کروں۔..... سلیمان نے کہا۔

”صاحب کی پریشانی۔ تمہارا مطلب عمران صاحب سے ہے۔ کیوں۔ کیا ہوا ہے۔..... صدیقی نے چونک کر پوچھا۔

”آپ نے شاید چیف کو کہا ہے کہ آپ چاروں شارز استغفے دے رہے ہیں۔ چیف نے صاحب کو فون کر کے بتا دیا ہے اور فور شارز کے چیف کے عہدے پر قبضہ کر سکیں۔ آپ کو معلوم تو ہے صاحب اس قدر پریشان ہیں کہ مجھ سے ان کی پریشانی دیکھنی نہیں کہ انہوں نے بڑی کوشش کی تھی کہ چیف انہیں سیکرٹ سروس کا ممبر سمجھیں کہ میں آپ کو کال کر رہا ہوں تو میریانی کر کے یہاں قلبی پر تحری شارز سمیت تشریف لے آئیں تاکہ معاملات کو سیٹل کی جائے اور صاحب کی پریشانی دور ہو سکے۔“..... سلیمان نے کہا۔

”اوہ۔ یہ عمران صاحب کا خلوص ہے سلیمان اور تمہاری اعلیٰ ظرفی کہ عمران صاحب ہمارے لئے اس قدر پریشان ہو رہے ہیں اور تم اس انداز میں ہمیں بلا رہے ہیں۔ ہم عمران صاحب کے بھی اور تمہارے بھی مشکور ہیں۔ ویسے تم عمران صاحب کو بتا دو کہ ہم نے استغفی دینے کا ارادہ تبدیل کر دیا ہے۔ اب ہم استغفی نہیں دے رہے۔ وہ بے شک چیف کو بھی بتا دیں۔“..... صدیقی نے کہا۔

”اوہ یہ بات میں نہیں چاہتا اس لئے تو آپ کو بلا رہا تھا۔“ سلیمان نے جواب دیا تو عمران نے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی نہیں کو بہشکل روکا۔

”تم کیوں نہیں چاہتے۔“..... اس بار صدیقی نے بھی بنتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے وہ جانتا تھا کہ سلیمان عمران سے بھی دو ہاتھ آگے ہے۔

”اس لئے کہ ابھی دماغ نہیں ملتے صاحب کے اگر واقعی چیف بن گئے تو کیا ہو گا اس لئے ٹھکانے پر ہی رہیں تو بہتر ہے۔“ سلیمان نے جواب دیا تو صدیقی نے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

”آپ نے شاید چیف کو کہا ہے کہ آپ چاروں شارز استغفے دے رہے ہیں۔ چیف نے صاحب کو فون کر کے بتا دیا ہے اور فور شارز کے چیف کے عہدے پر قبضہ کر سکیں۔ آپ کو معلوم تو ہے صاحب اس قدر پریشان ہیں کہ مجھ سے ان کی پریشانی دیکھنی نہیں کہ انہوں نے بڑی کوشش کی تھی کہ چیف انہیں سیکرٹ سروس کا ممبر سمجھیں کہ میں آپ کو کال کر رہا ہوں تو میریانی کر کے یہاں قلبی پر تحری شارز سمیت تشریف لے آئیں تاکہ معاملات کو سیٹل کی جائے اور صاحب کی پریشانی دور ہو سکے۔“..... سلیمان نے کہا۔

”اوہ۔ یہ عمران صاحب کا خلوص ہے سلیمان اور تمہاری اعلیٰ ظرفی کہ عمران صاحب ہمارے لئے اس قدر پریشان ہو رہے ہیں اور تم اس انداز میں ہمیں بلا رہے ہیں۔ ہم عمران صاحب کے بھی اور تمہارے بھی مشکور ہیں۔ ویسے تم عمران صاحب کو بتا دو کہ ہم نے استغفی دینے کا ارادہ تبدیل کر دیا ہے۔ اب ہم استغفی نہیں دے رہے۔ وہ بے شک چیف کو بھی بتا دیں۔“..... صدیقی نے کہا۔

”اوہ آپ نے ارادہ بدل دیا ہے ویری بیٹد۔ اس لئے تو صاحب پریشان تھے کہ کہیں آپ ارادہ نہ بدل دیں۔“..... سلیمان نے کہا تو عمران نے اختیار اچھل پڑا۔

”کیا کہہ رہے ہو تم۔ کیا مطلب۔ کیا عمران صاحب چاہتے ہیں کہ ہم استغفی دے دیں۔“..... صدیقی نے انتہائی حیرت بھرے لجھے میں کہا۔ شاید عمران کی طرح یہ بات اس کے لئے بھی نہیں اور چونکا دینے والی تھی۔

پوچھا۔

”عمران صاحب ہیں فیک پر“..... صدیق نے بتتے ہوئے

نے کہا۔

”تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے“..... عمران نے حقیقی حرمت بھرے لیجے میں کہا۔ اسے واقعی سلیمان کی بات سمجھنا آئی تھی۔

”پھر ڈھونکی بجاو گوریو کا الاپ شروع ہو جائے گا“..... سلیمان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی انٹھ کروہ تیزی سے مڑا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

”یہ واقعی اب ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے“..... عمران نے بڑا تھوڑے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز پر پڑا رسالہ اخراجیا۔

”ہا۔ مصلی پر بیٹھے گڑڑا کر دعا کیں مانگ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جلد از جلد استغفے دینے کی توفیق عطا فرمائے“..... سلیمان نے جواب دیا تو صدیق ایک بار پھر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

”ٹھیک ہے۔ ہم آرہے ہیں۔ اللہ حافظ“..... صدیق نے بتتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو سلیمان نے رسیور رکھ دیا۔

”تم نے جھوٹ کیوں بولا۔ تمہیں معلوم نہیں کہ جھوٹ گناہ کبیرہ ہے“..... عمران نے آنکھیں نکلتے ہوئے مصنوعی غصے بھرے لیجے میں کہا۔

”میں نے جھوٹ نہیں آپ کے دل کی بات کی ہے۔ ویسے اُس آپ کہیں تو مس جولیا کو بھی فون کر دوں“..... سلیمان نے باقاعدہ توجہیہ پیش کرتے ہوئے کہا۔

”جولیا کو فون۔ کیوں“..... عمران نے چونک کر کہا۔

”تاکہ اسے خوشخبری سنائی جاسکے کہ آپ چیف بن رہے ہیں۔ چاہے فورسٹارز کے ہی سہی۔ بن تو رہے ہیں“..... سلیمان نے کہا۔

”اس میں جولیا کے لئے خوشخبری کہاں سے آ گئی“..... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”اس لئے کہ مس جولیا چیف کی پرستار ہے۔ آپ کو تو معلوم

سالوں سے کر رہا تھا جس کی اطلاع اگر دنیا میں بنتے والے انسانوں کو ہو جاتی تو یقیناً پوری دنیا اسے اپنے لئے شدید ترین خطرہ قرار دے دیتی۔ یہ سب سیکشن کوئی ہتھیار تیار نہیں کر رہا تھا بلکہ یہ بلیک تھنڈر کے لئے ایسی مخلوق کی تیاری میں مصروف تھا جس سے انسانوں اور جانوروں کی مخلوط نسل تیار کی جاسکتی تھی۔ قدیم ترین دور میں دنیا میں ایسی مخلوق کا ذکر ملتا ہے جسے قدیم دور میں سلامیم کا نام دیا گیا تھا۔ یہ مخلوق انتہائی طاقتور اور انتہائی خطرناک تھی۔

ان میں کئی ایسے تھے جن کے سر اور چہرے نیل جیسے تھے اور جسم انسانوں جیسے۔ کئی ایسے تھے جن کے سر اور چہرے انسانوں جیسے تھے لیکن جسم شیر جیسے تھے۔ اسی طرح اس مخلوق کی اور بھی بے شمار نسلیں تھیں۔ ان کے تذکرے نہ صرف قدیم مخطوطوں اور داستانوں میں ملتے تھے بلکہ کئی مقامات پر ان کے نقش اور منی کے بننے ہوئے پتکے بھی آثار قدیمہ کی کھدائیوں سے برآمد ہوئے تھے۔ جن پر ان کے بارے میں معلومات بھی درج تھیں اور اس کے ماہرین کا کہنا تھا کہ یہ مخلوق پوری دنیا میں پھیلی ہوئی تھی اور چونکہ یہ عام انسانوں بے کہیں زیادہ طاقتور اور پھر تیلے تھے اس لئے یہ انسانوں پر غالب آ جاتے تھے۔ جس پر انسانوں نے انہیں اپنا دشمن سمجھتے ہوئے ان کے خاتمے کی کوشش کی لیکن اس مخلوق نے انسانوں کو ختم کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح اس مخلوق سلامیم اور انسانوں کے درمیان ایک مستقل جنگ کی سی صورت پیدا ہوتی چلی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

پورپ کے ایک چھوٹے سے ملک رائنس کے دارالحکومت کرانی کے ایک چھوٹے اور سادہ سے آفس نما کمرے میں ایک بے قدرے بھرے ہوئے جسم کا آدمی میز کے پیچھے رکھی ہوئی ریوالونگ چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ادھیڑ عمر آدمی تھا اور اس کے بال آدھے سے زیادہ عاشر تھے اور جو باقی آدھے تھے وہ اس قدر گھنگریا لے تھے کہ جیسے باریک تار کے پرٹنگ ہوں۔ یہ کیلوں تھا اور بظاہر یہ آفس ایک چھوٹے کاروباری فرم کا آفس تھا لیکن دراصل یہ بلیک تھنڈر کے ایک سب سیکشن کا آفس تھا اور کیلوں اس سب سیکشن کا چیف تھا۔ جس سیکشن کا یہ سب سیکشن تھا اسے کے سیکشن کہا جاتا تھا اور اس سب سیکشن کو کے ایم سب سیکشن کہا جاتا تھا۔

یہ سب سیکشن بلیک تھنڈر کے لئے ایک ایسا کام گزشتہ دس

انسانوں کی تعداد پوری دنیا میں تیزی سے کم ہوتی چلی گئی اور یہ مخلوق دنیا میں پھیلتی چلی گئی۔ جس سے دنیا کا توازن درہم برہم ہونا شروع ہو گیا۔ تو پھر ماہرین کے مطابق اس مخلوق پر اللہ تعالیٰ کا عذاب ٹوٹا اور پوری دنیا میں اس قدر قیامت خیز سیلا ب آیا کہ یا ان ملند ترین پہاڑیوں کی چوٹیوں تک جا پہنچا اور صرف ایک بہت بڑی مذہبی شخصیت اپنے چند پیر و کاروں کے ساتھ زندہ نیچ گئے کیونکہ وہ رشتی پر سوار ہو گئے تھے اور اس سیلا ب عظیم کی وجہ سے یہ مخلوق بھی مکمل طور پر صفحہ تی سے مت گئی اور اس مخلوق کے صرف قصہ کہانیاں باقی رہ گئیں جبکہ انسانوں کی نسل دوبارہ کرہ ارض پر پھیل گئی۔

ماہرین کو اس مخلوق کے ڈھانچوں کی تلاش تھی تاکہ وہ اس پر حقیقتی تحقیق کر کے اسے ثابت کر سکیں لیکن ایسا کوئی ڈھانچہ دنیا میں کہیں بھی دستیاب نہیں ہوا اور لوگ اسے قہے کہانیاں ہی سمجھنے لگے لیکن تقریباً دس سال پہلے ایک ماہر آثار قدیمه کو اسلام میں ایک علاقے کی کھدائی کے دوران ایک انسانی ڈھانچہ دستیاب ہو گیا۔ یہ سلامیم کا ڈھانچہ تھا۔ اس کا سر اور چہرہ نیل کا تھا۔ سر پر دو سینگ بھی تھے اور باقی جسم انسانوں جیسا تھا۔ اس کے دو ہاتھوں میں چونیک انگلیاں تھیں اور انگوٹھا موجود نہ تھا۔ اس ڈھانچے کو بے حد شہرت ملی لیکن پھر جلد ہی اسے بھلا دیا گیا کیونکہ پوری دنیا میں یہ افواہ پھیل گئی کہ یہ اصل ڈھانچہ نہیں ہے بلکہ مصنوعی طور پر بنایا گیا

ہے۔ اس افواہ کو پھیلانے کا کام بلیک تھنڈر نے کیا تھا کیونکہ بلیک تھنڈر نے اس ڈھانچے کو اپنی تجویں میں لے لیا تھا اور اس کے ماہرین نے اس کے ڈی این اے حاصل کر کے کلوونگ کے ذریعے اس مخلوق کو دوبارہ وجود میں لانے کا فیصلہ کیا تھا کیونکہ ماہرین کے مطابق مخلوق کا دماغ جانور جیسا تھا۔ ایسے پالتو جانور جیسا جو آقا کی غلامی کرتے ہیں جبکہ یہ وصف انسانوں میں نہ تھا۔ انسان بغاوت کر سکتے تھے لیکن سلامیم بغاوت نہیں کرتے تھے اس لئے بلیک تھنڈر کے بڑوں نے فیصلہ کیا تھا کہ کلوونگ کے ذریعے اس مخلوق کو وجود میں لا کر اس کی نسل کشی کی جائے اور پھر اس کی تعداد اس قدر بڑھا دی جائے کہ یہ پوری فوج کی صورت میں آ جائیں۔ اسے بلیک تھنڈر کی فوج بنانے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ ان کے لئے علیحدہ علاقہ مخصوص کر دیا گیا تھا تاکہ جب بلیک تھنڈر پوری دنیا پر قبضہ کرے تو وہ انسانوں کی فوج پر انحصار کرنے کی بجائے سلامیم اور اپنی فوج کی حیثیت سے سامنے لائے اور جہاں بھی انسان بلیک تھنڈر کے خلاف بغاوت کریں سلامیم ان کا خاتمہ کر دیں۔

ڈھانچے اس فیصلے کے بعد یہ ڈھانچے ایسے ماہرین کے پسروں کر دیا گیا جو ڈی این اے کے ماہر تھے۔ طویل عرصہ تک ماہرین اس ڈھانچے سے ڈی این اے علیحدہ کر کے اس کے مطالعہ میں مصروف رہے۔ اس کے بعد اس کی کلوونگ پر کام شروع کر دیا گیا۔ یہ کام کسی خفیہ ترین لیبارٹری میں ہو رہا تھا۔ کیلوں کا سیکیشن اس لیبارٹری

کو جسے کلوں لیبارٹری کہا جاتا تھا ہر قسم کا سامان کلونگ اور دیگر لوازمات مہیا کرنے کے لئے قائم کیا گیا تھا اور گزشتہ دس سالوں سے کیلوں کا سیکشن یہ کام انہائی خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہا تھا لیکن اسے بھی یہ معلوم نہ تھا کہ یہ لیبارٹری کہاں ہے۔ اس تک سامان کی لست پہنچ جاتی تھی اور پھر انہائی پیچیدہ انداز میں یہ سپالی مختلف ہاتھوں سے ہوتی ہوئی آگے کہیں چلی جاتی تھی۔ البتہ کیلوں کو یہ ضرور معلوم تھا کہ اس لیبارٹری میں کیا ہو رہا ہے اور اس بات کا علم بھی اسے اس لئے ہو گیا تھا کہ ایک بار سپالی لست کے ساتھ ایک علیحدہ کاغذ بھی تھا جس پر ایک سیٹلائٹ فون نمبر درج تھا اور نیچے لکھا ہوا تھا کہ کیلوں اس فون نمبر پر ڈاکٹر پیٹر سے بات کرے۔ چنانچہ کیلوں نے اس فون نمبر پر بات کی تو دوسری طرف ڈاکٹر پیٹر نے کہا کہ وہ اس کے لئے ایسی عورت تلاش کر کے بھیجے جو اس کے نزدیک آئیڈیل تھی۔ ڈاکٹر پیٹر نے اسے فون پر اپنے آئیڈیل کی تفصیل بھی بتا دی تھی اور یہ بھی کہا تھا کہ جب کیلوں ایسی عورت کو ٹریس کر لے تو پھر وہ اسے فون کر کے بتا دے۔ پیٹر اس عورت کو لیبارٹری میں لے جانے کے انتظامات خود کرے گا۔ چنانچہ کمی بار اس سلسلے میں کیلوں اور ڈاکٹر پیٹر کے درمیان گفتگو ہوئی تھی اور دونوں خاصے بے تکلف دوست بن گئے تھے۔ پھر کیلوں نے اس کی فرمائش پوری کر دی تھی۔ اسے ڈاکٹر پیٹر سے معلوم ہوا تھا کہ لیبارٹری میں کیا ہو رہا ہے لیکن ڈاکٹر پیٹر نے بھی اسے یہ نہیں بتایا۔

تھا کہ یہ لیبارٹری کہاں واقع ہے۔ بہر حال سپالی لیبارٹری کو باقاعدگی سے جاری تھی۔ اس وقت بھی کیلوں اپنے آفس ہیں بیٹھا آئندہ سپالی کے بارے میں انتظامات کی فائل دیکھ رہا تھا کہ سامنے پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

”لیں کیلوں بول رہا ہوں“..... کیلوں نے رسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

”پیش کال“..... دوسری طرف سے ایک سردی آواز سنائی دی تو کیلوں چونک پڑا۔ اس نے رسیور رکھا اور پھر میز کی دراز کھوں کر اس میں سے ایک سرخ رنگ کا چھوٹا سا آلهہ بکال کر اس نے میز پر موجود فون کے ساتھ اسے مخصوص انداز میں نسلک کر دیا۔ پیش کال کا مطلب تھا کہ سیکشن کی طرف سے اسے کال کیا جا رہا ہے اور اس آئے کو فون کے ساتھ غسلک کرنے کے بعد اب اس فون کال کو کسی بھی صورت میں چیک نہ کیا جا سکتا تھا۔ اس نے آلهہ نسلک کرنے کے بعد فون کا رسیور اٹھ کر یہے بعد دیگرے کئی نمبر پر لیں کئے اور پھر رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو کیلوں نے رسیور اٹھا لیا۔

”کیلوں بول رہا ہوں“..... کیلوں نے انتہائی مودبانہ لمحے میں کہا۔

”سیکشن چیف بول رہا ہوں کیلوں“..... دوسری طرف سے ایک سخت اور انتہائی سرد آواز سنائی دی۔

”لیں چیف۔ حکم فرمائیں“..... کیلوں نے پہلے سے زیادہ سیکشن چیف نے کہا۔
مودبانہ لجھے میں کہا۔

”اب میں کیا کہہ سکتا ہوں بارے جبکہ مجھے خود اس بارے میں معلوم نہیں ہے تو میں نے اسے کیا بتانا تھا“..... کیلوں نے ہونت چھاتے ہوئے کہا لیکن اس کا ذہن سیکشن چیف کی بات سن کر آندھیوں کی زد میں آگیا تھا کیونکہ اسے یاد تھا کہ ایک رات جب وہ اور لیزا بے حد تیز شراب پی کر اکٹھے کمرے میں موجود تھے تو لیبارٹری کی بات چھڑ گئی تھی اور کیلوں نے جوش میں آ کر اسے ساری بات بتا دی تھی لیکن اس کے تصور میں بھی نہ تھا کہ اس بات کا علم سیکشن چیف کو ہو جائے گا۔

”لیزا نے اس بارے میں تفصیلات ناراک کے ایک ہوٹل میں ایک آدمی مائیکل کو بتا دیں۔ مائیکل کا نک حکومت ایکریمیا کے ایک خاص سیکشن سے تھا۔ اس نے یہ بات اعلیٰ حکام تک پہنچا دی اور اعلیٰ حکام میں اس اطلاع نے ہلبلی مچا دی۔ انہوں نے اس کا انتہائی تھقیقی سے نوٹ لیا اور اب ایکریمیا میں مسلسل اس بارے میں اعلیٰ سطحی اجلاس منعقد ہو رہے ہیں۔ یہ اطلاع جب سیکشن کو ملی تو ہم نے تحقیقات کرائی۔ تب پتہ چلا کہ یہ اطلاع لیزا نے فراہم کی ہے۔ لیزا کو گرفتار کیا گیا تو اس نے بتایا کہ یہ بات اسے تم نے بتائی تھی“..... سیکشن چیف نے ایسے لجھے میں کا جیسے وہ بات کرنے کی بجائے کوڑے مار رہا ہوا۔

”لیزا نے غلط پیالی سے کام لیا ہے بارے۔ مجھے تو ابھی تک علم

”تمہاری پرنسپل سیکٹری لیزا کہا ہے“..... دوسری طرف سے اسی طرح سخت لجھے میں پوچھا گیا تو کیلوں بے اختیار چونک پڑا ”سر۔ وہ چھٹی لے کر ایکریمیا گئی ہے۔ وہاں اس کا کوئی انکل فوت ہو گیا ہے اور سننا ہے کہ اس کا انکل کافی قیمتی جانیدا و چھوڑ کر مرا ہے اور اس نے وصیت نامے میں کچھ جانیدا و لیزا کے نام بھی لکھا ہے اور لیزا اسی سلسلے میں وہاں گئی ہے“..... کیلوں نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”کیا تمہیں معلوم ہے کہ جس لیبارٹری کو تم گزشتہ دس سالوں سے سپلانی بھجو رہے ہو وہ کہاں ہے“..... سیکشن چیف نے انتہائی سخت لجھے میں کہا۔

”نہیں بارے۔ میرا جو کام ہے میں وہی کرتا ہوں اور جو میرا کام نہیں ہے میں نے اس کے بارے میں کبھی سوچا تک نہیں ہے“..... کیلوں نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پھر لیزا کو کیسے معلوم ہوا کہ اس لیبارٹری میں کیا کام ہو رہا“..... سیکشن چیف کا لجھے اب غراہٹ آمیز ہو گیا تھا۔

”لیزا کو کیسے معلوم ہو سکتا ہے بارے۔ جب مجھے بھی معلوم نہیں بتائی تھی“..... کیلوں نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیزا کا بیان ہے کہ تم نے اسے اس بارے میں بتایا ہے“۔

کریں گے اس کی تعییل ہو گی۔۔۔ کیلوں نے کہا۔

”اوے تمہیں اطلاع دے دی جائے گی۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو کیلوں نے رسیور رکھ دیا اور ہاتھ کی پشت سے پیشانی پر آ جانے والا پسند صاف کیا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے موت کی وادی سے زندہ واپس آ چکا ہو لیکن اسے یہ سن کر بے حد حیرت ہوئی تھی کہ تمام پرپا اور زنے لیبارٹری کے خلاف خود حرکت میں آنے کی بجائے پا کیشیا سیکرٹ سروس کو حرکت میں لانے کا فیصلہ کیا تھا اور میں ہیڈکوارٹر بھی اس فیصلہ پر پریشان ہے۔ ایک بار تو اس کا دل چاہا کہ وہ کسی سے اس بارے میں معلومات حاصل کرے لیکن پھر اس نے اپنا ارادہ بدل دیا کہ کہیں اسے بھی غدار نہ سمجھ لیا جائے اور اسے محاورتاً اندر گرا ڈنڈ ہونے کی بجائے حقیقتاً اندر گرا ڈنڈ کر دیا جائے۔

نہیں کہ یہ لیبارٹری کہاں ہے اور اس میں کیا ہو رہا ہے۔۔۔ کیلوں نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیزا کو گولی مار دی گئی ہے اور تمہیں بھی عبرناک سزا دینے کا میں ہیڈکوارٹر نے فیصلہ کر لیا تھا لیکن میں نے تمہیں یہ کہہ کر بچالیا ہے کہ تم ایسے آدمی نہیں ہو اور تمہارا سابقہ ریکارڈ بتا رہا ہے کہ تم نے کبھی کوئی غلط کام نہیں کیا اس لئے تمہاری جان بخش دی گئی تھی لیکن یہ بات ذہن میں بٹھا لو کہ لیزا کے اس انکشاف سے متنہ ہیڈکوارٹر اور سیکشن کے لئے بے پناہ مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ اس لیبارٹری میں جو کام ہو رہا تھا اس پر بلیک تھنڈر کے مستقبل کا انحصار تھا۔ ہمیں جو اطلاع ملتی ہے اس کے مطابق ایکریمیا نے اس سلسے میں دوسری پرپا اور ز کو بھی مشوروں میں شریک کر لیا ہے۔ اس سلسے میں سپرپا اور رو سیاہ، گریٹ لینڈ، کرانس اور کارمن کے اعیان حکام نے مشترکہ اجلاس منعقد کئے ہیں اور سب سے خطرناک بات یہ ہوئی ہے کہ ان سب نے طویل بحث و مباحثے کے بعد یہ طے کیا ہے کہ اس لیبارٹری کے خلاف پاکیشیا سیکرٹ سروس کو حرکت میں لایا جائے اور اس اطلاع پر میں ہیڈکوارٹر بے حد پریشان ہے۔ انکریشیا سیکرٹ سروس اس مشن پر کام کرنے کے لئے حرکت میں آگئی تو پھر تمہیں اپنے پورے سیکشن سمیت اندر گرا ڈنڈ ہونا پڑے گا۔۔۔ سیکشن چیف نے کہا۔

”میں نے تو آپ کے حکم کی تعییل کرنی ہے باس۔ جو آپ حکم

درمیان پیدا ہو جانے والی خلیج کو ختم کیا جا سکے۔
یہ ساری باتیں کل کی تھیں۔ آج ناشتے کے بعد وہ بیٹھا
خبرات کے مطالعہ میں مصروف تھا جبکہ سلیمان بازار شاپنگ کے
لئے گیا ہوا تھا۔ گولیٹ میں ڈیپ فریزر اور ریفریجریٹر دونوں موجود
تھے لیکن سلیمان روزانہ خریداری کرتا تھا۔ اس کا اپنا نظریہ تھا کہ
ریفریجریٹر اور ڈیپ فریزر میں اگر گوشت، سبزیاں اور پھل زیادہ دیر
تک پڑے رہیں اور پھر انہیں استعمال کیا جائے تو ان سے بیماریاں
پیدا ہوتی ہیں اس لئے وہ روزانہ تازہ سامان لا کر لج اور رات کے
کھانے کا انتظام کرتا تھا۔ البتہ چند چیزوں کے خراب ہونے کا
خدشہ نہ تھا اس لئے وہ انہیں ہر ماہ کے آغاز میں اکٹھا لے آتا تھا
کیونکہ زیادہ مقدار میں چیزیں خریدنے سے کم رقم خرچ ہوتی تھی
اور اس سے خاصی بچت ہو جاتی تھی اس لئے حسب عادت سلیمان
ناشتر کے بعد شاپنگ کے لئے بازار جا چکا تھا۔ عمران بیٹھا
خبرات کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اچانک ساتھ پڑے ہوئے فون کی
گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسپورٹھال لیا۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بربان خود
بول رہا ہوں“..... عمران نے اخبار سے نظریں ہٹائے بغیر بولتے
ہوئے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے کوئی خودکار مشین بول رہی ہو۔

”سلطان بول رہا ہوں عمران بیٹے“..... دوسری طرف سے
سرسلطان کی شفقت بھری آواز سنائی دی تو عمران ان کے لمحے اور

عمران اپنے فلیٹ میں موجود تھا۔ اس نے صدیقی اور اس کے
ساتھیوں سے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ چیف کو کہہ کر بیرونی مشن میں
ان کے لئے بھی گنجائش پیدا کر دے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ
سلیمان نے اپنے طور پر انہیں جس انداز میں بریف کیا تھا کہ وہ
فارن جانے والی ٹیم سے زیادہ بیہاں سماجی برائیوں کے خلاف کام
کر کے ثواب کما رہے ہیں۔ اس نے بھی صدیقی اور اس کے
ساتھیوں کو بے حد ممتاز کیا تھا اس لئے وہ مطمئن ہو کر واپس چلے
گئے تھے اور عمران نے ان کے جانے کے بعد فون پر بلیک زیرو کو
ساری تفصیل بتا دی تھی اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ اب فورسائز اسٹاف
نہیں دیں گے اس لئے عمران بھی مطمئن ہو گیا اور اس نے دل
ہی دل میں یہ فیصلہ بھی کر لیا تھا کہ اب جو بیرونی مشن سامنے
آئے گا اس میں وہ پوری ٹیم کو ساتھ لے جائے گا تاکہ ان کے

مفادات حاصل ہوں گے۔..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مجھے تو معلوم نہیں ہے۔ مجھے تو صدر صاحب نے کہا ہے کہ میں تمہیں لے کر پر یہ یڈنٹ ہاؤس پہنچ جاؤ۔ میں نے ان سے مزید تفصیل پوچھی تو انہوں نے کہا کہ اس میں پوری دنیا کا مفاد وابستہ ہے۔..... سرسلطان نے جواب دیا۔

”مطلوب ہے کہ اب دنیا پاکیشیا سیکرٹ سروس کو کیش کرنا چاہتی ہے۔..... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”دیکھو میٹے۔ ہم اس دنیا میں رہتے ہیں اور ہمارے مفادات ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں اس لئے اگر پوری دنیا کے مفادات کو بھی کوئی مسئلہ آن پڑا تو ہماری بہرحال اس میں شرکت ضروری ہوتی ہے۔..... سرسلطان نے کہا۔

”آپ صدر صاحب سے ملاقات کر کے تفصیلات معلوم کر لیں۔ میں آپ سے معلوم کر لوں گا ورنہ اس تکلف زدہ ماحول میں میرادم گھٹتا ہے۔..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پروٹوکول اور حفظ مراتب کو تم تکلف کہہ رہے ہو۔ اب چونکہ صدر صاحب نے حکم دے دیا ہے اس لئے بہرحال تمہیں جانا تو ہو گا۔..... سرسلطان نے اس بارٹک لجھے میں کہا۔

”میں نے تو پہلے ہی عرض کیا ہے کہ اگر آپ حکم دیں تو میں چیف کو بھجوادیتا ہوں۔ چیف صدر کی بات تو بے شک ٹال جائیں لیکن آپ تو سلطان ہیں۔ آپ کی بات ٹال کر انہوں نے اپنی

بیٹے کا لفظ سن کر چونک پڑا۔ اسے معلوم تھا کہ سرسلطان یہ لمحہ اور انداز اس وقت اپناتے ہیں جب انہیں عمران سے کوئی ایسی بات منوانی ہوتی ہے جو ان کے خیال میں عمران نہیں مانے گا۔

”سلطان بولا نہیں کرتے جناب بلکہ حکم فرمایا کرتے ہیں۔..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اخبار اس نے ایک طرف رکھ دیا تھا اور اب وہ فون کی طرف پوری طرح متوجہ تھا۔

”تمہیں پر یہ یڈنٹ ہاؤس میں بطور نمائندہ خصوصی چیف کال سر گیا ہے یا تو تم میرے پاس آ جاؤ اور ہم اسکھے وہاں جائیں گے۔ پھر تم وہاں اپنے طور پر پہنچ جاؤ۔..... سرسلطان نے کہا۔

”آپ حکم دیں تو میں کیا چیف بھی آپ کے حکم کی قیمت میں گھٹا کر پر یہ یڈنٹ ہاؤس پہنچ سکتا ہے۔..... عمران نے جان بوجھ کر کہا۔

”یہ تمہاری اعلیٰ ظرفی ہے میٹے۔ بہرحال انتہائی اہم معاملہ ہے اور صدر صاحب خود تم سے اور تمہارے چیف سے درخواست کرنا چاہتے ہیں۔..... سرسلطان نے کہا۔

”اس سے پاکیشیا کو کتنے مفادات حاصل ہوں گے۔..... عمران نے قدرے شرارت بھرے لجھے میں کہا۔

”مفادات۔ کیا مطلب۔..... سرسلطان نے چونک کر پوچھا۔

”ظاہر ہے کوئی ایسا کام آن پڑا ہے جس سے براہ راست پاکیشیا کا کوئی مفاد نہیں ہو گا۔ البتہ یہ کام سرانجام دینے سے کوئی دوسرا ملک پاکیشیا کے ساتھ معاملہ کر لے گا جس سے پاکیشیا کو

گردن تو جلاد سے نہیں کتوںی۔”..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”تم خود فوراً پہنچو۔”..... اس بار سرسلطان نے قدرے غصیلے لبجے
میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے مسکراتے
ہوئے رسیور رکھ دیا۔

67

بھی اپنے لئے مخصوص کری پر بیٹھ گئے تو سرسلطان بھی دوسرا کری
پر بیٹھ گئے اور ان دونوں کے بیٹھنے کے بعد عمران بھی اپنی کری پر
بیٹھ گیا۔

”عمران صاحب۔ آپ کو یہاں آنے کی تکلیف اس لئے دی
گئی ہے کہ آپ چیف ایکسلو کو رضا مند کر سکیں۔ ایک انتہائی اہم
مسئلہ درپیش ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ چیف ایکسلو اس کام سے
انکار نہ کریں۔”..... صدر صاحب نے بڑے دوستانہ انداز میں بات
کرتے ہوئے کہا۔

”پہلی بات تو یہ ہے جناب کہ چیف اپنی مرضی کے مالک
ہیں۔ وہ میری بات تو چاہے ماننے سے انکار کر دیں لیکن آپ کی
اور سرسلطان کی وہ بے حد عزت کرتے ہیں اس لئے اگر آپ انہیں
برہ راست بھی کہہ دیتے تو وہ انکار نہ کرتے۔ دوسری بات یہ کہ
چیف صاحب اصول پر کام کرتے ہیں اور اگر ان کے اصول کے
مطابق کام ہوا تو وہ دیسے ہی انکار نہیں کریں گے اور اگر اصول
سے بہت کر ہوا تو پھر چاہے کوئی کچھ بھی کیوں نہ کہے وہ انکار کر
دیں گے۔ البتہ آپ مجھے حکم دیں میں حکم کی تعییل کے لئے حاضر
ہوں۔”..... عمران نے بڑے مودبادہ لبجے میں کہا کیونکہ اسے معلوم تھا
کہ سرسلطان اس معاملے میں بے حد حساس ہیں۔ اگر اس نے ذرا
سی بھی پروٹوکول سے کوئی ہی کی تو سرسلطان اس حد تک ناراض ہو
جائیں گے کہ پھر انہیں منانے کے لئے نجاتے کتنے پاپ بلنے پڑیں

”یہ مین الاقوامی سٹٹھ پر کیا چکر چل پڑا ہے۔ جو اس انداز میں
بات کی جا رہی ہے۔”..... عمران نے رسیور رکھ کر بڑاتے ہوئے کہا
اور پھر اٹھ کر وہ ڈرینگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے لباس
تبديل کیا اور تھوڑی دیر بعد اس کی کار پر یہ یہ نہ ہاؤس کی طرف
بڑھی چلی جا رہی تھی۔ پر یہ یہ نہ ہاؤس میں اس کا استقبال اتنا
انداز میں کیا گیا جیسے عمران دی دی آئی پی ہو۔ عمران کو پر یہ یہ نہ ہاؤس
کے ایک خصوصی کمرے میں پہنچا دیا گیا اور اس کے ساتھ
نورا ملٹی کلر شوز میں لپٹی ہوئی مشروب کی بوتل بھی پہنچ گئی۔

”واہ۔ اسے کہتے ہیں قسمت۔ لگتا ہے صدر صاحب کو کوئی
ہی کام پڑ گیا ہے مجھ سے۔”..... عمران نے بڑاتے ہوئے کہا اور
پھر اس نے مشروب پی کر بوتل رکھی ہی تھی کہ سائیڈ پر موجود
دروازہ کھلا اور صدر صاحب اندر داخل ہوئے تو عمران احتراماً اٹھ
کھڑا ہوا۔ صدر صاحب کے پیچھے سرسلطان بھی تھے۔ عمران
بڑے احترام بھرے انداز میں سلام کیا۔ صدر صاحب کے ہاتھ میں
ایک سرخ رنگ کی فائل تھی۔

”تشریف رکھیں۔”..... صدر نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ خود

کریں کہ چیف اس مشن پر کام کرنے پر آمادہ ہو جائیں ورنہ ان کے انکار کی صورت میں ہمارے لئے بے حد مشکلات پیدا ہو جائیں گی جبکہ ان کی آمادگی کی صورت میں پاکیشیا کو ایسے مقادرات حاصل ہوں گے جن سے پاکیشیا ترقی یافتہ مالک میں شامل ہو سکتا ہے۔..... صدر صاحب نے کہا اور اس کے ساتھ ہی سامنے میز پر پڑی ہوئی فائل اٹھا کر انہوں نے عمران کی طرف بڑھا دی۔ عمران نے اٹھ کر فائل ان سے لی۔

”ٹھیک ہے سر۔ میں فائل بھی اور آپ کے جذبات بھی چیف نک پہنچا دوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کی بات نہیں ٹالیں گے۔..... عمران نے کہا تو صدر کے ساتھ ساتھ سرسلطان کے سنتے ہوئے چہرے پے اختیار کھل اٹھے۔

”شکریہ۔ آپ سرسلطان کو ضرور اطلاع کر دیں تاکہ ہم تمام سپرپاورز کے صدور کو بھی یہ خوشخبری سن سکیں۔..... صدر نے کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے اٹھتے ہی سرسلطان اور عمران بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ صدر نے ایک بار پھر عمران کا شکریہ ادا کیا اور دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ ان کے کمرے سے باہر جانے کے بعد عمران نے پے اختیار ایک طویل سانس لیا اور فائل اٹھانے وہ کرے کے دوسرے دروازے سے نکل کر باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیزی سے داش منزل کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ اس کے ذہن میں مسلسل یہی سوچ موجود تھی کہ آخر ایسا کون

گے لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے معاملے پر تھی بات کرنے کی بجائے اسے درمیان میں ہی لٹکا دیا تھا۔

”عمران صاحب تمام سپرپاورز جن میں ایکریمیا، روسیا، گریٹ لینڈ اور کارمن شامل ہیں، نے مشترکہ درخواست کی ہے کہ ایک ایسا جس سے پوری دنیا کو شدید ترین خطرات لائق ہیں۔ اس پر پاکیشیا سیکرٹ سروس کام کرے کیونکہ ان سب کے نقطہ نظر سے اس دنیا میں پاکیشیا سیکرٹ سروس ہی ایسی سروکا ہے جو اس کام میں کامیابی حاصل کر سکتی ہے۔..... صدر صاحب نے کہا تو عمران چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ ”ایسا کون سامش ہے جناب۔..... عمران نے کہا۔

”یہ آپ کے چیف صاحب کی کارکردگی ہے۔ جسے پوری دنیا میں سراہا جا رہا ہے۔ ایکریمیا اور روسیا جن کے پاس بے شمار سیکرٹ ایجنسیاں ہوں گی۔ اس طرح گریٹ لینڈ اور کارمن جن کے پاس بھی بے شمار ایجنسیاں ہیں لیکن وہ سب تفصیلی میثاق کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ مشن اگر مکمل کر سکتی ہے تو صرف پاکیشیا سیکرٹ سروس کر سکتی ہے اور جس انداز میں ان سپرپاورز سے ہم سے درخواست کی ہے اس سے بھی مجھے اپنے ملک کی عزت پر بے حد سررت ہوئی ہے۔ آپ یہ فائل لے جائیں اس میں مشن کے بارے میں تفصیلات درج ہیں۔ آپ ہماری طرف سے بھی چیف صاحب سے درخواست کریں اور اپنی طرف سے بھی کوشش

سامنہ ہو گا جس پر دنیا کی تمام سپرپاورز نہ صرف اکٹھی ہو گئی تھیں بلکہ اپنی ناکامی کا اعلان کرتے ہوئے انہوں نے پاکیشا سیکرٹ سروس کی خدمات حاصل کرنے کی درخواست کی ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ داش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا تو بلیک زیرو حسب عادت احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔

”میری طرف سے مبارکباد قبول کرو کہ اب تو سپرپاورز بھی تمہاری کارکردگی کو بر ملا تسلیم کرنے لگ گئی ہیں“..... عمران نے رکی سلام دعا کے بعد کہا تو بلیک زیرو چونک پڑا۔

”یہ آپ نے کوئی خواب دیکھا ہے شاید“..... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران نے سرسلطان کے فون آنے سے کر پر میڈیا نٹ ہاؤس جانے اور پھر وہاں صدر صاحب سے ہوئے والی گفتگو دوہرائی تو بلیک زیرو کے چہرے پر حرمت کے تاثرات کہا تو بلیک زیرو مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

”لیکن مشن کیا ہے“..... بلیک زیرو نے پوچھا۔ ”جو کچھ بھی ہے اس فائل میں ہے۔ تم میرے لئے چائے پڑا تو کہ میں تمہاری کارکردگی پر مزید خوش ہو سکوں“..... عمران نے کہا تو بلیک زیرو مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

”مطلوب ہے کہ آپ اپنی کارکردگی پر خوش ہونا چاہتے ہیں“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”اے۔ میں کیا اور میری حیثیت کیا۔ اصل اہمیت تو چیف کی

ہے“..... عمران نے کہا۔

”میں تو صدر صاحب آپ کی کرتے رہے ہیں۔ آپ بات مجھ پر ڈال رہے ہیں“..... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ایک بڑی مشہور کہاوت ہے کہ ایک صاحب کو مٹی سے تیز خوبصورتی تو یہ صاحب بے حد حیران ہوئے۔ انہوں نے مٹی سے پوچھا کہ تمہارے اندر یہ خوبصورتی کیسے آگئی تو مٹی نے جواب دیا کہ گلب کی ہم نشینی کی وجہ سے کیونکہ وہ مٹی گلب کے پودے کے گرد کی تھی اور گلب کی خوبصورتی مٹی میں بھی رج بس گئی تھی تو جناب چیف صاحب آپ کی ہم نشینی کی وجہ سے ہم سے بھی ملتی ہو رہی ہیں ورنہ ہم تو دراصل مٹی ہی ہیں“..... عمران نے جواب دیا تو بلیک زیرو بے اختیار نہیں پڑا۔

”آپ یہ بات انہیں کون بتائے کہ مٹی کون ہے اور گلب کون ہے“..... بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا اور اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گیا تو عمران نے مسکراتے ہوئے فائل کھوئی۔ اس میں صرف تین صفحات تھے اور کاغذات پر ایکریمیا کی سرکاری مہر بھی موجود تھی۔ عمران نے فائل میں موجود کاغذات کو پڑھنا شروع کر دیا۔ جیسے جیسے وہ فائل پڑھتا جا رہا تھا اس کے چہرے پر حرمت کے تاثرات ابھرتے چلے جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد بلیک زیرو چائے کی دو پیالیاں اٹھائے واپس آیا۔ اس نے چائے کی ایک پیالی عمران کے سامنے رکھی اور دوسری پیالی اٹھائے وہ اپنی کری کی

طرف بڑھ گیا۔ عمران نے فائل پڑھنے کے ساتھ ساتھ چائے کی چسکیاں لینی شروع کر دیں لیکن اس کی نظریں مسلسل فائل پر ہی جمی ہوئی تھیں جبکہ بلیک زیر و خاموش بیٹھا چائے سپ کرنے میں صرف تھا۔ پوری فائل پڑھ کر عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا اور پھر فائل بند کر کے اس نے بلیک زیر و خاموش کے سامنے رکھ دی۔

آواز بلیک زیر و خاموش کی دی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

”پی اے ٹو سیکر ٹری خارجہ“..... دوسری طرف سے سرسلطان کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

”علی عمران بول رہا ہوں۔ سرسلطان سے بات کرو“..... عمران نے انتہائی سنجیدہ لمحے میں کہا۔

”لیں سر“..... دوسری طرف سے چونکہ کر لیکن مواد بانہ لمحے میں کہا گیا۔

”سلطان بول رہا ہوں“..... دوسری طرف سے سرسلطان کی آواز سنائی دی۔

”سیکر ٹری فون کا لنک آف کر دیجئے“..... عمران نے اسی طرح سنجیدہ لمحے میں کہا۔

”وہ پہلے ہی آف کر دیا گیا ہے۔ کیا ہوا ہے۔ تم اس قدر سنجیدہ کیوں ہو“..... سرسلطان نے پریشان سے لمحے میں کہا۔

”آپ نے فائل پڑھی ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”کیا مشن ہے“..... بلیک زیر و خاموش نے کہا۔

”خود پڑھ لو“..... عمران نے مختصر سا جواب دیا اور چائے کی پیالی اٹھا لی۔ اس کے چہرے پر الجھن کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ بلیک زیر و خاموش کے چہرے پر بھی فائل پڑھنے کے ساتھ ساتھ حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ فائل ختم کر کے اس نے بھی بے اختیار ایک طویل سانس لیا اور پھر فائل بند کر کے میز پر رکھ دی۔

”عمران صاحب میرا خیال ہے کہ یہ سب کچھ کوئی ٹریپ ہے“..... بلیک زیر و خاموش نے کہا۔

”میری کچھ میں نہیں آ رہا کہ ایکریمیا، روسیا، گریٹ لینڈ اور کارمن جیسے ترقی یافتہ ممالک کے حکام پاگل ہو گئے ہیں یا ان سب نے مل کر ہمارا مذاق اڑانے کی کوشش کی ہے اور مجھے تو حیرت ہے کہ صدر صاحب نے اسے پڑھ کر واپس ان کے منہ پر کیوں نہیں مار دیا“..... عمران نے قدرے غصیلے لمحے میں کہا۔

”عمران صاحب۔ جو کچھ اس میں درج ہے اول تو یہ بات ہی

”نہیں۔ کیوں“..... سرسلطان نے چونک کر کہا۔

”سرسلطان۔ کیا سپرپاؤرز کو مذاق اڑانے کے لئے پاکیشیا ہی ملا درخواست کی جائے کہ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کو حرکت میں لا کمیں ہے کہ انہوں نے اس طرح کی اوٹ پلانگ باتیں لکھ کر بھجوادی تیں اور صدر صاحب نے لازماً فائل پڑھی ہوگی۔ انہوں نے اسے واپس ان کے منہ پر کیوں نہیں مار دیا“..... عمران نے خاصے غصے لجھے میں کہا۔

”بیل نما انسان۔ یہ کیا مذاق ہے۔ بلیک تھنڈر کے بارے میں تو سنا ہوا ہے لیکن یہ بیل نما انسان کا کیا مطلب ہوا۔ اس فائل میں کوئی تفصیل تو لکھی ہوگی ان کے بارے میں“..... سرسلطان نے بھی انتہائی حیرت بھرے لجھے میں کہا۔

”ہاں۔ لکھی ہوئی ہے کہ قدیم دور میں ایسی مختلف مخلوقات کرہ ارض پر موجود تھیں جو بعد میں ختم ہو گئیں۔ اس نوع کا ایک ڈھانچہ ماہرین کو ملا ہے اور اس ڈھانچے کو بلیک تھنڈر کلونگ کے لئے رکھنے والے ایسے بیل نما انسان کلونگ سے پیدا کئے جا رہے ہیں جو انتہائی طاقتور ہوں گے اور انسان کی ان کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہی نہ ہوگی اور بلیک تھنڈر ان کی نسل کشی کر کے انہیں لاکھوں کی تعداد میں وجود میں لا کر ایک مخصوص علاقے میں رکھ گی اور پھر دنیا کو فتح کرنے کے بعد یہ بیل نما انسان اس کی فوج ہوں گے اور اس لڑکی کی اس بات نے ایکریمیا، رویاہ، گریسٹ لینڈ، کرانس اور کارمن سب ممالک کے حکام میں کھلبی چاہی۔

”یہ تو واقعی احتمالہ بات ہے۔ میں ایکریمیا کے چیف سیکرٹری سے بات کرتا ہوں۔ تم کہاں سے بول رہے ہو“..... سرسلطان نے تیز لجھے میں کہا۔

”دالش منزل سے“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ سب نے اس خطرے سے نہت کے لئے اس لیبارٹری کو تباہ کرنے کی منصوبہ بندی کی لیکن آخر کار یہ سب اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ کام نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے بھی رسیور

رکھ دیا۔

سنجیدہ لجھے میں کہا۔

”عمران بیٹھے میری ایکریمیا کے چیف سیکرٹری سے فون پر بات ہوئی ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ ان کا خیال تھا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا چیف اور عمران دونوں اس قدیم ترین نوعی مخلوق کے بارے میں سب کچھ جانتے ہوں گے انہوں نے اس بارے میں تفصیل بتائی ہے کہ ماہرین کا کہنا ہے کہ قدیم مخطوطوں، پتھروں اور تختیوں پر اس مخلوق کے بارے میں جو کچھ لکھا ہوا ملا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نوعی مخلوق پر دھات کا کوئی ہتھیار اثر نہیں کرتا اور ماہرین کے خیال کے مطابق ان پر پارودی اور شعاعی ہتھیار بھی اثر نہیں کریں گے۔ اس مخلوق کے سروں پر اگر ایتم بم بھی مار دیئے جائیں تو ان پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ یہ صرف پانی میں غرق ہو کر ہلاک ہو سکتے ہیں ورنہ ان کی زندگیاں ہزاروں سالوں پر محبط ہوتی ہیں اور یہ مخلوق انسان دشمن ہے۔ اگر بلیک تھنڈر کلونگ کے ذریعے انہیں وجود میں لے آئی اور ان کی نسل بڑھا لی تو یہ پوری انسانیت کے لئے ایک نہ ختم ہونے والا عذاب بن جائے گا اور چیف سیکرٹری کے مطابق ماہرین سے انتہائی تفصیل سے یہ باتیں ہوئی ہیں اور پھر بلیک تھنڈر کی وجہ سے تمام سپرپاورز نے متفقہ طور پر اس مصیبت سے چھٹکارے کے لئے پاکیشیا سیکرٹ سروس کا انتخاب کیا ہے۔..... سرسلطان نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ صرف طاقتوں بیل نہ انسان تو پوری دنیا کے اربوں انسانوں کے لئے خطرہ نہیں بن سکتے۔ یہ ضرور کوئی اور چکر ہے اور یہ بات بھی درست ہے کہ تمام سپرپاورز اس احمقانہ انداز میں نہیں سوچ سکتیں۔ لازماً درپرداہ کوئی ایسی بات ہے جس کی وجہ سے وہ اس قدر خوفزدہ ہو گئے ہیں۔..... بلیک زیر و نے کہا۔

”میں نے بھی کہیں پڑھا تھا کہ قدیم ترین دور میں ایسی نو قیمت دنیا میں موجود تھیں لیکن پھر وہ ختم ہو گئیں۔ یہ بات بھی درست ہے کہ اب موجودہ سائنس اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ ڈھانچے سے ڈھانچے والے ڈی اے سے کلونگ کے ذریعے اس دنیا میں اس مخلوق کو وجود میں لے آئے لیکن اس سے کیا ہو گا اور ویے بھی یہ کام سائنس دافنوں اور ماہرین کا ہے۔ اس میں بلیک تھنڈر کیوں ملوٹ ہے اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ صرف ایک عورت کی بات پر یقین کر کے اتنا بڑا ہنگامہ کھڑا کیا گیا ہے۔..... عمران نے کہا بلیک زیر و نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد فون کی گھنٹی نجٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسپور اٹھا لیا۔

”ایکسو۔..... عمران نے مخصوص لجھے میں کہا۔

”سلطان بول رہا ہوں۔ عمران یہاں ہو گا۔..... دوسرا طرف سے سرسلطان کی آواز سنائی دی۔

”لیں سر۔ علی عمران بول رہا ہوں۔..... عمران نے اسی طرح

ایسی نہیں ہے جس سے انسانیت کو خطرہ ہو۔ اس طرح معاملات ہاتھیں ہیں اور یہ ہمارے خلاف کوئی گھری سازش ہے۔ آپ صدر خود بخود ایڈ جسٹ ہو جائیں گے اور پاکیشیا کے مفادات کو بھی نقصان نہیں پہنچے گا۔..... سرسلطان نے کہا۔

”آپ واقعی خارجہ معاملات کے ماہر ترین شخص ہیں۔ بہر حال میں نے جو بات کہہ دی ہے وہ قائل ہو گی۔ باقی آپ جیسے چاہیں دیے کریں۔..... عمران نے کہا۔

”ویسے میرا مشورہ ہے کہ اس بارے میں معلومات خود حاصل کرو کیونکہ پانچ پر پاؤرز بیک وقت اتنی احتفاظہ بات نہیں کر سکتیں جیسے تم نے سمجھ لیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تم جو کچھ سمجھ رہے ہو وہ غلط ہو۔ معلومات حاصل کر لینے میں آخر حرج ہی کیا ہے۔..... سرسلطان نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”آپ کی بات درست ہے۔ آپ نے واقعی بہت اچھے انداز میں مجھے سمجھایا ہے۔ اب میں بھی اس سلسلے میں معلومات حاصل کر لوں گا۔..... عمران نے ہنسنے ہوتے ہوئے کہا۔

”میری بات مانتے کا بے حد شکریہ۔..... سرسلطان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسپور رکھ دیا۔

”عمران صاحب۔ سرسلطان کی بات درست بھی ہو سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہمیں اس بارے میں درست معلومات نہ ہوں۔“ - بیک زیر و نے کہا۔

”میں نے انسانیکو پیدیا میں اس سلسلے میں کافی عرصے پہلے

”یہ سب غلط ہے۔ ایسا ممکن ہی نہیں۔ یہ سب قصے کہانیوں کی صاحب سے کہہ کر یہ فائل واپس بھجوادیں اور انہیں کہہ دیں کہ چیف نے ان کے ٹریپ میں آنے سے انکار کر دیا ہے۔..... عمران نے غصیلے اور دلوک لبھے میں کہا۔

”عمران بیٹھ۔ تم جو کہہ رہے ہو وہ درست ہے۔ لیکن پرپاؤز کے ساتھ معاملات اس طرح دلوک انداز میں نہیں نہتائے جاتے۔ تمام پرپاؤز کے ساتھ ہمارے معاهدے معاہدے ہیں اور ہمارے مفادات وابستہ ہیں۔ ہم کیسے انہیں دلوک جواب دے سکتے ہیں۔“ سرسلطان نے اسے خارجہ معاملات کی باریکیاں سمجھاتے ہوئے کہا۔

”ان خارجہ معاملات سے آپ خود نہیں۔ بہر حال اس مشن پر پاکیشیا سیکرٹ سروس کام نہیں کر سکتی۔“..... عمران نے کہا۔

”عمران بیٹھ۔ تم بے شک کام نہ کرو لیکن یہ فائل اپنے پاس رکھ لو۔ میں صدر صاحب کو کہہ دیتا ہوں اور ایکریمیا کے چیف سیکرٹری کو بھی بتا دیتا ہوں کہ چیف ایکسٹو نے فائل اپنے پاس رکھ لی ہے۔ وہ خود اس سلسلے میں چھان بین کریں گے۔ اگر یہ مخلوق واقعی انسانیت کش ثابت ہوئی تو چیف اس کے خلاف کام کریں گے درست نہیں۔ پھر ہفتے دو ہفتے بعد ہم یہ کہہ کر فائل واپس کر دیں گے کہ چیف نے جو معلومات حاصل کی ہیں ان کے مطابق یہ مخلوق

پڑھا تھا۔ بہر حال میں دوبارہ لاہبریری میں اسے دیکھ لیتا ہوں۔ ” عمران نے کہا اور اٹھ کر لاہبریری کی طرف بڑھ گیا۔ لاہبریری میں تقریباً دو گھنٹے گزارنے کے بعد وہ واپس آپریشن روم میں آ گیا۔

”کیا ہوا عمران صاحب کچھ پتہ چلا۔ بلیک زیرو اشتباق بھرے لجھے میں پوچھا۔

”ہا۔ معلوم ہوا ہے کہ اس قسم کی مخلوط مخلوق قدیم ترین دور میں موجود تھی۔ ان میں سے کچھ تو انسان دوست تھے اور کچھ انسان دشمن۔ بہر حال پھر امتداد زمانہ سے ان کا خاتمه ہو گیا۔ اس ناکری کی مخلوق کے لئے اس دور میں ایک نام مشہور تھا اور وہ تھا سلانجیم۔ اس سلانجیم میں بیل کے سر اور انسانی جسم والی مخلوق کا ذکر بھی ہے۔ یونان کی قدیم تحریروں میں اسے منوئور کا نام دیا گیا ہے اور انسانیکو پیدیا میں درج ہے کہ اسے اس دور کی ریاست ایک کے ایک سورما تھیوں نے قتل کیا تھا اور ایک تختی پر ایک تصویر بھی ملی جس میں ایک بیل نما انسان کو ایک عام انسان تلوار کے ذریعے ہلاک کر رہا ہے۔ تصویر میں انسان نے اس مخلوق کا سر ایک ہاتھ سے قمام رکھا ہے اور اس کے سینے پر پیر رکھا ہوا ہے اور اس کے دوسرے ہاتھ میں تلوار ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ چیف سکرٹری

ایکریمیا نے جو بتایا ہے کہ اس مخلوق پر نہ تو کوئی دھات کا ہتھیار اثر کرتا ہے اور نہ ہی پارودی اور شعاعی ہتھیار۔ یہ غلط ہے جب

قدیم دور میں اسے تلوار سے ہلاک کیا جا سکتا تھا تو جدید دور میں میزائلوں اور گولیوں سے اس مخلوق کا خاتمه کیوں نہیں کیا جا سکتا۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ بلیک زیرو کوئی جواب دیتا۔ فون کی گھنٹی نج انجی تو عمران نے ہاتھ پڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”ایکسلو۔ عمران نے مخصوص لجھے میں کہا۔ اس کا خیال تھا کہ سرسلطان کا فون ہو گا۔ وہ صدر سے بات کر کے اسے بتانا چاہتے ہوں گے کہ انہوں نے صدر سے کیا کہا ہے۔

”صدیقی بول رہا ہوں چیف۔ لیکن دوسری طرف سے صدیقی کی آواز سن کر وہ بے اختیار چونک پڑا۔ ساتھ بیٹھا ہوا بلیک زیرو بھی چونک پڑا تھا۔

”لیں۔ کیوں براہ راست کال کی ہے۔ عمران نے سرد لجھے میں کہا۔

”چیف ہم ایک روز کے لئے سراج نگر جانا چاہتے ہیں۔ نعمانی کا ایک عالم دوست وہاں رہتا ہے۔ جس کا نام محمود شیرازی ہے۔ اس کی دعوت پر ہم وہاں جانا چاہتے ہیں۔ آپ سے اجازت لینے کے لئے فون کیا ہے۔ صدیقی نے موڈبانہ لجھے میں کہا۔

”کس مضمون کا عالم ہے اور اس کا پورا پتہ اور فون نمبر کیا ہے۔ تاکہ اگر تمہاری ضرورت پڑے تو تمہیں کال کیا جاسکے۔ عمران نے کہا۔

”چیف۔ فون نمبر تو انہوں نے بتایا ہے لیکن پتہ صرف سراج نگر لطف آئے گا۔“.....نعمانی نے کہا۔

بتایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ سراج نگر میں ہم کسی سے پوچھ لیں تو ”کیا وہ بھی سید چراغ شاہ صاحب کی طرح روحانی بزرگ ہمیں ان تک پہنچا دیا جائے گا اور نعمانی کو معلوم ہے کہ وہ کس ہیں۔ کیسے معلوم ہوا تمہیں؟..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو موضوع کے عالم ہیں۔ اس نے تفصیل نہیں بتائی اور وہی ہمیں نعمانی نے اسے قدیم قسمی مخطوطے لے آئے اور اسے پڑھنے کے ساتھ لے جا رہا ہے۔“..... صدیقی نے کہا اور ساتھ ہی فون نمبر بتا دیا۔ ساتھ ساتھ پیلک لاہوری کے لاہوریین کے فون آئے اور پھر محمود شیرازی کے اس کے فلیٹ پر آئے اور اس سے ہونے والی گفتگو ”ٹھیک ہے تم جاسکتے ہو،“..... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ مختصر طور پر بتا دی۔

”اب میں فلیٹ پر جا رہا ہوں۔ یہ معاملہ تو ختم ہوا۔ البتہ فائل تم سیف میں رکھ دو۔ چھتے دو بھتے بعد اسے واپس کر دیں گے،“..... عمران نے کہا۔

عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور بیلیک زیرو نے اثبات میں سر بلاد میں اور پھر تھوڑی دیر بعد عمران فلیٹ میں پہنچ گیا۔ سلیمان فلیٹ میں ہیں عمران صاحب۔ میں جو کتاب پڑھ رہا تھا اس میں ایک ماورائی موجود تھا۔ عمران آ کر سنگ روم میں بیٹھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی تھی مخلوق سلاجیم کا ذکر بھی کیا گیا تھا۔ اس مخلوق کا سر نیل اور جسم اٹھی تو عمران نے رسیور اٹھا لیا۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں“..... عمران نے اپنے مخصوص لمحے میں کہا۔

”نعمانی بول رہا ہوں عمران صاحب۔ ہم فور شارز سراج نگر میں مجھ سے مانگ لی اور انہوں نے کہا کہ میں ان کے پاس سراج نگر ایک سید چراغ شاہ صاحب کی قبل کے صاحب محمود شیرازی سے آؤں تو وہ سلاجیم کو بلا کر میری اس سے ملاقات کر دیں گے۔ اس ان کی دعوت پر ملنے جا رہے ہیں۔ صدیقی نے چیف کو فون کر کے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صاحب روحانیت بھی ہیں۔“..... نعمانی ان سے اجازت بھی لے لی ہے لیکن ہم سب کا خیال ہے کہ اگر نے کہا تو عمران سلاجیم کا ذکر سن کر بے اختیار اچھل پڑا۔ آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں تو محمود شیرازی سے ملاقات کا زیادہ ”تم نے سلاجیم کہا ہے جبکہ سلاجیم تو اس قسم کی تمام نوعوں کے

لئے استعمال کیا جاتا ہے جبکہ نیل نما انسان کا خاص نام تو منوٹ کو واپس بھجوادی کہ یہ مشن نہیں بنتا اور ابھی میں یہ فائل بھیج کر ہے۔..... عمران نے کہا۔

”آپ بھی اس بارے میں جانتے ہیں۔ حیرت ہے۔ بہرحال اس کتاب میں اس مخلوق کا نام سلامیم ہی درج تھا۔..... نعمانی“
بات کی ہے۔..... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”پھر تو عمران صاحب محمود شیرازی سے اس بارے میں بات چیت ہو سکتی ہے۔..... نعمانی نے کہا۔

”ہا۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ اگر اس معاملے میں کوئی مفید بات نہ بھی معلوم ہو سکی تو بھی ایک عالم سے ملاقات میرے لئے مسرت کا باعث ہو گی۔..... عمران نے کہا۔
سنس لیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر آپ قلیث پر رہیں آپ کو وہیں سے پک کر لیں گے۔..... نعمانی نے کہا۔
حیرت بھرے بھجے میں کہا۔

”قدرت کے اتفاقات بھی حیرت انگیز ہوتے ہیں۔ تمہارے چیف کے پاس ایکریمیا کے صدر نے ایک فائل بھجوائی ہے کہ تھنڈر اس منوٹر یا بقول تمہارے سلامیم کی کلونگ کر کے دوبارہ وجود میں لا رہی ہے اور تمام پسپر پاؤز کا یہ متفقہ فیصلہ تھا۔ بلیک تھنڈر سے اگر کوئی سروس مقابلہ کر سکتی ہے تو پاکیشیا یکسر سروس ہی کر سکتی ہے اس لئے انہوں نے چیف سے درخواست کی
کہ وہ اس معاملے میں دلچسپی لے۔ چیف نے فائل میرے پار

کھانا نہ پکانا۔..... عمران نے چائے کی پیالی لیتے ہوئے کہا۔
”اچھا صاحب۔ دیے جس کی قسمت میں محرومی لکھ دی گئی ہو

سلامیم اور منوٹر کے بارے میں اس میں جو تفصیل درج ہے اس کے مطابق یہ ایسی ضرر رسان مخلوق نہ تھی کہ جس سے پوری دنیا کے

اسے کون بدل سکتا ہے”..... سلیمان نے مرتے ہوئے کہا۔
”کیا۔ کیا کہہ رہے ہو“..... عمران نے چوتھک کر پوچھا۔
”آج میں نے پیش ڈشز تیار کی تھیں۔ اب آپ کی قسم
میں نہیں ہیں تو ٹھیک ہے میں دو چار اچھے دوستوں کو بلا کر انہیں
کھلا دوں گا۔ اپنی اپنی قسم کی بات ہے“..... سلیمان نے کہا اور
تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا تو عمران سے اختیار مکرا دیا۔

کیلوں اپنے آفس میں موجود تھا کہ آفس کا دروازہ کھلا اور
ایک لمبے قد اور ورزشی جسم کا مالک نوجوان اندر داخل ہوا تو کیلوں
کے چہرے پر اسے دیکھ کر ہلکی سی مسکراہٹ ابھر آئی۔ یہ مارک تھا
اس کا گھر اور دوست اور مارک کا تعلق ایکریمیا کی ایک سرکاری ایجنسی
سے تھا اور وہ اس ایجنسی کا خاصا معروف فیلڈ ایجنت تھا۔ کیلوں اس
کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

”کیا ہوا تمہیں جو تم نے اس طرح اچانک ایم جسی کال کی
ہے کہ مجھے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بھاگنا پڑا ہے“..... مارک نے
مصافحہ کرنے اور رکی نقرات بولنے کے بعد کری پر بیٹھتے ہوئے
کہا۔

”میں ایک عجیب چکر میں پھنس گیا ہوں مارک۔ میں نے اس
بارے میں بہت سوچا لیکن مجھے کوئی حل سمجھنہیں آیا تو میں نے سوچا

کہ تم سے مشورہ کیا جائے۔۔۔ کیلوں نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھا اور ایک طرف موجود ریک میں سے شراب کی ایک بوتل اور دو گلاس نکال کر میز پر رکھ کر وہ واپس اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

”کیا ہوا ہے۔ کھل کر بات کرو۔۔۔“ مارک نے چونک کر کہا۔ ”تمہیں معلوم تو ہے کہ میرا تعلق ایک بین الاقوامی تنظیم ہلک تھنڈر کے ایک سیکیشن سے ہے اور میں گزشتہ بیس سالوں سے اس تنظیم کے ساتھ فسلک ہوں اور میرا کام ایک لیبارٹری میں سپلائی پہنچانا ہے لیکن مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ لیبارٹری کہاں ہے۔ میری ایک پرنسل سیکرٹری تھی لیزا بے حد خوبصورت اور نوجوان لڑکی تھی اس لئے وہ میری ماتحت ہونے کے ساتھ ساتھ دوست بھی تھی اور پھر ایک روز باتوں میں میں نے اسے بتا دیا کہ لیبارٹری میں دراصل کیا ہو رہا ہے۔ مجھے بھی اتفاق سے اس کا علم ہوا تھا۔ لیزا چھٹی لے کر لگنگن گئی تھی۔ وہاں وہ ایکریمیا کے کسی ایجنسٹ کے ہتھے چڑھ گئی اور اس نے اسے لیبارٹری میں ہونے والی ریپریچ کے بارے میں بتا دیا۔ اس پر ایکریمیا کے اعلیٰ حکام میں کھاملی ٹھی گئی اور اس کی اطلاع ہماری تنظیم کو بھی ہو گئی۔ چنانچہ اس لیزا کو دیہیں ایکریمیا میں گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا اور مجھ سے بھی سخت بازپرس ہوئی لیکن میں صاف مکر گیا کہ مجھے تو یہ کچھ معلوم ہی نہیں۔ جس پر مجھے بتایا گیا کہ ایکریمیا اور دیگر پرپاورز نے فیصلہ کیا ہے کہ بلیک تھنڈر کی اس لیبارٹری کے خلاف مشن پاکیشیا

سیکرٹ سروس کو دیا جائے اور بلیک تھنڈر بھی اس سروس کو جانتا ہے۔ وہ بھی اس سے خطرہ محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ مجھے کہا گیا کہ اگر پاکیشیا سیکرٹ سروس نے مشن لے لیا تو پھر مجھے فوری طور پر اندر گرا اونٹ ہونا پڑے گا۔ اس بات کو ایک ہفتہ گزر گیا ہے۔ گوا بھی تک مجھے اندر گرا اونٹ ہونے کا حکم تو نہیں دیا گیا لیکن میرا ایک ایک لمحہ عذاب کا گزر رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی وجہ سے پاکیشیا سیکرٹ سروس یہ مشن نہ لے۔ اس طرح میری جان بخشی ہو سکتی ہے لیکن میں تو اس بارے میں کچھ جانتا ہی نہیں اس لئے میں نے تمہیں کال کیا ہے کہ تم مجھے مشورہ دو کہ میں کیا کروں اور کیا نہ کروں۔۔۔“ کیلوں نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ دیری بیٹھ۔ تم تو واقعی بری طرح پھنس گئے ہو۔ کیا تمہیں اس لیبارٹری کے محل وقوع کا علم ہے۔۔۔“ مارک نے کہا۔

”نہیں۔ بالکل نہیں۔۔۔“ کیلوں نے جواب دیا۔

”کیا اس لیزا کو معلوم تھا۔۔۔“ مارک نے پوچھا۔

”نہیں۔ اسے صرف اس بات کا علم تھا کہ وہاں ہو کیا رہا ہے اور بن۔۔۔“ کیلوں نے جواب دیا۔

”یہ تو واقعی مسئلہ بن گیا ہے۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس دنیا کی انتہائی تیز اور فعال ترین سروس ہے اور انہوں نے اگر یہ مشن لے لیا تو وہ لیزا سے آغاز کریں گے اور سب سے پہلے تم پر چڑھ دوڑیں گے۔ تم چاہے اس لیبارٹری کا محل وقوع نہ بھی جانتے ہو تب

بھی تم اس لیبارٹری کو سپلائی تو بھجواتے ہو۔ وہ اس سپلائی چمن کو ٹریس کر کے اس کے ذریعے لیبارٹری تک پہنچ جائیں گے۔ تمہارے سیکشن کی بات درست ہے تمہیں بہر حال انڈرگراونڈ ہوا پڑے گا۔ لیکن تمہاری یہ بات بھی درست ہے کہ تمہارے سیکشن والے تمہیں گولی مار کر بھی تم سے ہمیشہ کے لئے جان چھڑدا سکتے ہیں۔..... مارک نے انتہائی تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”یہی کھلا تو مجھے ہے۔ اس لئے تو میں نے تمہیں بلوایا ہے۔“

کیلوں نے کہا۔

”میرا مشورہ ہے کہ تم اپنے سیکشن چیف کو اعتماد میں لے کر خود ہی انڈرگراونڈ ہو جاؤ ورنہ ایسے موقعوں پر واقعی پوری تنظیم یا لیبارٹری کو بچانے کے لئے کارکنوں کی قربانی دے دی جاتی ہے۔“

مارک نے کہا۔

”میں خود سیکشن چیف سے بات نہیں کر سکتا اور نہ میرا اس سے کوئی رابطہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔“..... کیلوں نے کہا۔

”تو پھر دوسری صورت یہ ہے کہ تم خود یہ جگہ چھوڑ کر اپنے آپ کو انڈرگراونڈ کر لاؤ۔“..... مارک نے جواب دیتے ہوئے کہا لیکن اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی اچانک فون کی گھنٹی نج اٹھی تو کیلوں نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

”کیلوں بول رہا ہوں۔“..... کیلوں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”پیش کال۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو کیلوں بے اختیار

اچھل پڑا۔ اس نے رسیور رکھا اور میز کی دراز کھول کر ایک آله نکالا اور اسے فون کے ساتھ مسلک کر کے اس نے اس کا بٹن دبا دیا۔

”اب تم خاموش رہنا معمولی سی آواز بھی نہ نکالنا۔“..... کیلوں نے مارک سے کہا تو مارک نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ چند لمحوں بعد فون کی گھنٹی نج اٹھی تو کیلوں نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”کیلوں بول رہا ہوں۔“..... کیلوں نے مودبانتہ لہجے میں کہا۔

”سیکشن چیف بول رہا ہوں۔“..... دوسری طرف سے بھاری سی آواز سنائی دی۔

”لیں سر۔ حکم سر۔“..... کیلوں نے انتہائی مودبانتہ لہجے میں کہا۔

”لیبارٹری کو سپلائی آئندہ چھ ماہ کے لئے بند کر دی گئی ہے کیونکہ پاکپشاہ سیکرٹ سروس نے گولیبارٹری کے خلاف مشن پر کام کرنے کی فوراً آمادگی ظاہر نہیں کی لیکن انہوں نے مشن کے بارے میں خود تحقیقات کرنے کا فیصلہ کیا ہے اس لئے میں ہیڈ کوارٹر نے فیصلہ کیا ہے کہ حفظ ماتقدم کے طور پر لیبارٹری کو کور کر دیا جائے۔

لیزا کی ہلاکت کے بعد گوتھما تھاری پلاکت بھی ضروری ہو گئی تھی لیکن میں نے تمہاری سابقہ خدمات کے پیش نظر تمہیں انڈرگراونڈ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ تم ایکریمیا شفت ہو جاؤ اور کسی ایسی جگہ رہو جہاں تمہارے بارے میں کسی ایجننسی کو کسی صورت بھی اطلاع نہ مل سکے اور یہ بات بھی سن لو کہ تم یہاں سے اپنے ساتھ کوئی چیز نہیں لے جاؤ گے کیونکہ تمہارا یہ سب سیکشن مکمل طور پر آف کیا جا رہا

ہے۔ تم نے ایک سال تک اسی انداز میں اندر گراونڈ رہتا ہے کہ کسی کو تمہارے بارے میں علم نہ ہو سکے۔ ایک سال کے اخراجات کے لئے تمہارے اکاؤنٹ میں رقم جمع کر دی گئی ہے۔ جو تم نکال کر اکاؤنٹ ختم کر دینا اور ایکریمیا میں نئے سرے سے نئے نام سے اکاؤنٹ کھلوا لینا۔ تمہارا نام، تمہارے کاغذات اور تمہاری شہریت سب کچھ تبدیل ہو جانی چاہئے۔ ایک سال بعد پھر تم سے رابطہ کیا جائے گا لیکن یہ سن لو کہ اگر اس دوران تم کسی پر بھی اوپن ہوئے تو تم دوسرا سانس نہیں لے سکو گے۔..... سیکشن چیف نے انتہائی سخت لمحے میں ہدایات دیتے ہوئے کہا تو کیلوں کے چہرے پر یکخت زندگی کی چمک ابھر آئی۔

”لیں سر۔ حکم کی تقلیل ہو گی سر۔“..... کیلوں نے کہا۔

”تم نے یہ سب سیکشن ایک گھنٹے کے اندر اندر ہر صورت میں چھوڑ دینا ہے۔..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو کیلوں نے اطمینان بھرا طویل سانس لیا اور رسیور رکھ دیا۔

”کیا ہوا۔“..... مارک نے جو خاموش بیٹھا ہوا تھا اس کے رسیور رکھتے ہی پوچھا کیونکہ دوسری طرف سے آنے والی آواز اسے سنائی نہ دے رہی تھی تو کیلوں نے اسے ساری تفصیل بتا دی۔

”ئی زندگی ملنے پر مبارک قبول کرو۔“..... مارک نے کہا۔

”شکریہ مارک۔ میں واقعی بہی محسوس کر رہا ہوں کہ مجھے نئی

زندگی ملی ہے۔“..... کیلوں نے سرت بھرے لمحے میں کہا۔

”تم میرے ساتھ چلو۔ میں تمہاری پلاسٹک سرجوی کرا کر تمہارا چہرہ ہی مستقل طور پر تبدیل کر دوں گا۔ تمہارے نئے کاغذات بھی آسانی سے بن جائیں گے اور ایکریمیا میں تمہارے لئے ہر سہولت بھی مہیا ہو جائے گی۔“..... مارک نے کہا۔

”بے حد شکریہ۔ تم واقعی میرے بچے دوست ہو۔“..... کیلوں نے کہا تو مارک بے اختیار مسکرا دیا۔

وافی قوم جنات سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن جس طرح انسانوں میں اس نوع کی مخلوط مخلوق قدیم دور میں پائی جاتی تھی۔ اسی طرح قوم جنات میں بھی پائی جاتی ہیں۔ نعمانی صاحب جس کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے اس میں جس سلاجمیم کا ذکر تھا گو اس میں تصویر تو انسان نوع جیسی ہی بنائی گئی تھی لیکن نیچے موجود تمام مضمون ماورائی مخلوق کا تھا۔ دونوں علیحدہ علیحدہ ہیں اور ان کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ویسے بھی انسانوں میں اس نوع کی مخلوق اب ناپید ہو چکی ہے جبکہ قوم جنات میں یہ مخلوق اب بھی زندہ ہے اور آئندہ بھی موجود رہے گی۔..... محمود شیرازی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”وہ انسانوں والی مخلوق کس طرح وجود میں آئی اور کس طرح ناپید ہوئی۔..... عمران نے پوچھا۔

” یہ مخلوق کس طرح وجود میں آئی اس کا تو کوئی ذکر نہیں ملتا اور نہ کسی کو علم ہو سکتا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ جس طرح آج کل کلونگ کے ذریعے مخلوقات پیدا کی جا رہی ہیں اسی طرح قدیم ترین دور میں انسانوں اور جانوروں کے جیز کو مخلوط کر کے یہ مخلوق وجود میں لے آئی گئی۔ قدیم ترین دور میں بھی انسان ذہنی طور پر بے حد ترقی یافتہ ہو سکتا ہے۔ البتہ یہ ختم طوفان نوح سے ہوئی ہے۔..... محمود شیرازی نے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیے۔

” طوفان نوح کی وجہ سے وہ کیسے۔..... عمران نے حیرت بھرے

عمران فور شارز کے ساتھ سراج نگر کی قدیم حومی کے ایک بڑے کمرے میں موجود تھا۔ محمود شیرازی سے مل کر عمران کو بھی حد سرت ہوئی تھی کیونکہ محمود شیرازی واقعی عالم پا عمل تھے۔ ان کی وسیع و عریض لاہبری کر تو عمران جیسا آدمی بھی حیران رہ گیا تھا۔ پھر کھانے کے بعد جب گرین ٹی کا دور چلنے لگا تو عمران اپنے اصل موضوع پر آ گیا۔

” شیرازی صاحب۔ آپ نے نعمانی کو بتایا تھا کہ منور تو یہ مسلمان ماورائی مخلوق ہوتی ہے اور ان کا تعلق قوم جنات سے ہے جبکہ انسائیکلوپیڈیا میں تو ایسا کچھ لکھا ہوا نہیں ہے۔..... عمران نے کہا تو محمود شیرازی بے اختیار مسکرا دیے۔

” عمران صاحب انسائیکلوپیڈیا میں جس مخلوق کا ذکر ہے اور قدیم ترین مخطوطات اور تختیوں پر جس مخلوق کو دکھایا گیا ہے اس کا

لنجھے میں کہا۔

”میرے پاس اس کا صرف اتنا جواب ہے کہ طوفان نوح سے دنیا بھر میں موجود تمام انسان، جانور اور تمام نوعی مخلوق ختم ہو گئیں۔ سوائے ان کے جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں موجود تھیں اس لئے عالموں اور ماہرین کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ طوفان نوح اس قسم کی تمام مخلوقات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ناپید ہو گئیں۔“ محمود شیرازی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”شیرازی صاحب اب آپ سوچ کر میری بات کا جواب دیں گے۔“..... عمران نے انتہائی سنجیدہ لنجھے میں کہا تو محمود شیرازی اختیار مسکرا دیئے۔

”میں آپ کی باتوں کا جواب سوچ کر ہی دے رہا ہوں،“ محمود شیرازی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”شیرازی صاحب۔ کیا قدیم دور کی اس مخلوق پر کوئی اسلحہ وغیرہ اثر نہیں کرتا تھا؟“..... عمران نے پوچھا۔

”میرا خیال ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں کیونکہ قدیم دور میں ایسا ہی ایک مخلوق کی تلوار سے ہلاکت کا قدیم دور کی تختیوں پر ذکر نہیں گیا ہے اور اس کی تصویر بھی دکھائی گئی ہے۔ البتہ یہ کہا جاتا ہے کہ مخلوق انسانوں سے سینکڑوں گنا زیادہ طاقتور تھی،“..... محمود شیرازی نے جواب دیا۔

”کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ اس مخلوق کو اس دور میں دوبارہ وجود

میں لاایا جا سکے؟“..... عمران نے کہا تو محمود شیرازی چونک پڑے۔

”وہ کیسے؟“..... محمود شیرازی نے پوچھا۔

”اس کے ڈھانچے سے ملنے والے ڈی این اے کی مدد سے گلوٹنگ کے ذریعے۔“..... عمران نے کہا۔

”ہاں۔ موجودہ دور میں گلوٹنگ اور ڈی این اے پر ریسرچ اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے لیکن اس پر بے پناہ اخراجات آئیں گے اور پھر ایسی مخلوق کو وجود میں لانے کا انسان کو کیا فائدہ ہو گا؟“..... محمود شیرازی نے کہا۔

”ایک بین الاقوامی تنظیم جو پوری دنیا پر تبدیل کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہے، کے بارے میں اطلاع ملی ہے کہ وہ اپنی کسی خفیہ لیہاری میں اس مخلوق سلاجیم جو بیل اور انسان کی مخلوط شکل میں ہے کو گلوٹنگ کے ذریعے وجود میں لا رہے ہیں اور اس بات کے شواہد بھی ملے ہیں کہ ان کے ماہرین اور سائنس دانوں کے مطابق یہ مخلوق اس قدر طاقتور ہو گی کہ اس پر کسی قسم کا اسلحہ، ہارود اور شعاعی اسلحہ حتیٰ کہ ایٹم بم بھی اثر نہیں کریں گے اور وہ اس مخلوق کو اپنے کنٹرول میں لا کر اسے اپنی فوج کا رتبہ دے دیں گے تاکہ پوری دنیا کے انسان اس تنظیم کے بڑوں کے خلاف بغاوت نہ کر سکیں۔“..... عمران نے کہا۔

”میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ البتہ اگر آپ مجھے نصف گھنٹے کے لئے اجازت دیں تو میں اس بارے میں مزید معلومات حاصل کر کے

آپ کو بتا سکتا ہوں۔”..... محمود شیرازی نے کہا تو عمران چونک پڑا۔

”کس سے معلوم کریں گے آپ۔“..... عمران نے کہا۔

”ماورائی مخلوق کے چند عالم میرے دوست ہیں۔“..... محمود شیرازی نے ٹالنے والے لجھے میں کہا۔

”ٹھیک ہے اگر آپ اس بارے میں کوئی معلومات حاصل کر سکیں تو آپ کی مہربانی ہو گی۔“..... عمران نے کہا تو محمود شیرازی اٹھ کھڑے ہوئے۔

”آپ صاحبان باتیں کریں میں ابھی آتا ہوں۔“..... محمود شیرازی نے کہا اور چھڑی کا سہارا لیتے ہوئے ایک دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

”عمران صاحب۔ نعمانی نے بتایا ہے کہ اس سلسلے میں سپر پاؤ بند نے چیف کو درخواست کی ہے۔“..... محمود شیرازی کے جانے کے بعد صدیق نے کہا۔ وہ سب اس دوران خاموش رہے تھے۔

”ہاں۔“..... عمران نے جواب دیا اور پھر اس نے تفصیل بتا دی۔

”عمران صاحب ہماری ایک درخواست ہے کہ آپ چیف سے کہیں کہ اگر اس مشن پر کام ہو تو اس بارہ میں موقع دیا جائے۔“..... صدیق نے منت بھرے لجھے میں کہا۔

”اگر اس مشن پر کام کرنا پڑا تو یہ اتنا بڑا مشن ہے کہ اس بار پوری خیم کام کرے گی۔“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ ایکریمیا اور دوسرا پر پاؤ رز نے آخر سوچ سمجھ کر ہی یہ درخواست کی ہو گی۔ ان کے پاس اس ٹائپ کے ماہرین کی بھی کمی نہیں ہے۔ انہوں نے ان سے معلومات حاصل کی ہوں گی۔ تب ہی وہ یہ بات کر رہے ہیں۔“..... نعمانی نے کہا۔

”اور اگر بلیک تھنڈر ہی اس پر کام کر رہی ہے تو پھر لامحالہ یہ اہم بات ہو گی۔ بلیک تھنڈر جیسی تنظیم فضولیات پر وقت ضائع نہیں کر سکتی۔“..... اس بار چوبان نے کہا۔

”ہاں۔ یہ باتیں تو ٹھیک ہیں لیکن ایسی باتیں قصہ کہانیوں میں تو لکھی جا سکتی ہیں موجودہ سائنسی دور میں اس کی توجیہہ کیسے کی جا سکتی ہے۔“..... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ قدیم داستانوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اس دور میں موجود ہے اور یہ ہماری نظرؤں کے سامنے وقوع پذیر ہو رہا ہے۔“..... خاور نے کہا تو عمران سمیت سب ساتھی بے اختیار چونک پڑے۔

”کیا مطلب؟“..... عمران نے پوچھا۔

”عمران صاحب قدیم دور کے قصے کہانیوں میں اڑنے والے قائلین کا ذکر ہے۔ اب حقیقت میں انسان عام جہازوں کے ذریعے اڑتے پھر رہے ہیں۔ قدیم دور کے قصوں میں شیشے کے بننے ہوئے ایسے گلوب کا ذکر ملتا ہے جس میں پوری دنیا میں ہونے والے واقعات کو دیکھا جا سکتا تھا۔ اب لی دی اور انتزیٹ کی

صورت میں سب کچھ ہمارے سامنے ہے۔..... خاور نے جواب دیا تو سب کے چہروں پر اس کے لئے تحسین کے تاثرات ابھر آئے۔

”ہاں۔ تمہاری بات درست ہے۔ واقعی ایسا ہو رہا ہے۔“ - عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد محمود شیرازی واپس آئے تو سب ان کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

”تشریف رکھیں۔ آپ مجھے کیوں شرمدہ کرتے ہیں۔“ - محمود شیرازی نے کہا اور پھر وہ بھی کرسی پر بیٹھ گئے۔

”عمران صاحب۔ مجھے جو معلومات ملی ہیں اس کے مطابق واقعی یہ بات درست ہے کہ یہ مخلوق جب قدیم دور میں دنیا میں موجود تھی تو وہ انتہائی طاقتور تو ضرور تھی لیکن اسے بہر حال ہتھیار سے ہلاک کیا جا سکتا تھا لیکن صرف انہیں جن کے اندر کوئی طبعی کمزوری ہوتی تھی ورنہ یہ مخلوق واقعی ناقابل تسخیر اور ناقابل شکر تھی۔ اس مخلوق نے واقعی پہلے دور میں لاکھوں انسانوں کو تھہ تقع دیا تھا اور پھر ان کا خاتمه طوفان نوح سے ہی ہوا ورنہ ان کے خاتمے کی اور کوئی صورت نہ تھی اور اب بھی اگر یہ مخلوق کسی بھی طرح دوبارہ وجود میں آگئی تو پھر مجموعی طور پر ان کا خاتمه طوفان نوح جیسے طوفان سے ہی ہو سکے گا ویسے نہیں اور یہ انسانوں کے لئے بہت بڑی آفت ثابت ہو گی۔“ - محمود شیرازی نے کہا۔

”کیا آپ اس معاملے کے کسی ایسے ماہر کے بارے میں بتا

سکتے ہیں۔ جس سے علمی طور پر اس بارے میں معلومات حاصل کی جاسکیں۔“..... عمران نے پوچھا۔

”ہاں۔ معلوم تو ہو سکتا ہے لیکن اس کے لئے مجھے ایک بار پھر آپ سے رخصت لینی پڑے گی۔“..... محمود شیرازی نے کہا۔

”ہم آپ کو مسلسل تکلیف دے رہے ہیں۔“..... عمران نے کہا۔

”ایسی کوئی بات نہیں۔ میرے اپنے علم میں بھی تو اضافہ ہو رہا ہے۔“..... محمود شیرازی نے مسکراتے ہوئے کہا اور اٹھ کر ایک بار پھر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

”عمران صاحب ایسے ماہرین یہاں پا کیشیا میں تونہ ہوں گے۔ جو بھی ہوں گے ترتیب یافہ مالک میں ہی ہوں گے۔“..... صدیقی نے کہا۔

”کہیں بھی ہوں ان سے ملا تو جا سکتا ہے۔“..... عمران نے کہا۔

”اصل میں عمران صاحب کی ذاتی طور پر تسلی نہیں ہو رہی۔“ - نعمانی نے کہا تو عمران بے اختیار نہیں پڑا۔

”تمہاری بات درست ہے۔ مجھے دراصل یہ سب باتیں قدیم دور کی قصہ کہانیاں ہی لگتی ہیں۔“..... عمران نے کہا اور پھر ان کے درمیان اسی طرح کی مختلف باتیں ہوتی رہیں۔ تھوڑی دیر بعد محمود شیرازی واپس آئے تو سب احترام اٹھ کھڑے ہوئے۔

”تشریف رکھیں۔ آپ لوگوں نے تو مجھے واقعی شرمدہ کرنا شروع کر دیا ہے۔“..... محمود شیرازی نے کہا۔

”کیا ہوا شیرازی صاحب۔ کچھ پتہ چلا“..... عمران نے کری پڑھتے ہی بے چینی سے کہا۔

”جی ہاں۔ کریٹو زولوجی کے اس وقت دنیا میں سب سے بڑے ماہر نارمن کے پروفیسر ڈینکن ہیں۔ وہ نارمن کی کرانکس یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں“..... محمود شیرازی نے کہا۔

”کریٹو زولوجی۔ یہ کون سا مضمون ہے“..... عمران نے چونک کر پوچھا۔

”مجھے تو معلوم نہیں ہے۔ مجھے تو جو کچھ بتایا گیا ہے وہ میں نے تمہیں بتا دیا ہے“..... محمود شیرازی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”شیرازی صاحب۔ کیا اس خفیہ لیبارٹری کا پتہ آپ ماورائی مخلوق سے معلوم کر سکتے ہیں۔ جہاں اس سلاجیم پر کام ہو رہا ہے“..... عمران نے اچانک ایک خیال کے تحت پوچھا۔

”عمران صاحب۔ ہے انسان خفیہ رکھتے ہیں اسے ماورائی مخلوق بھی خفیہ رکھنے پر مجبور ہوتی ہے۔ یہ قانون قدرت ہے اس لئے جو لیبارٹری خفیہ ہوگی اس کا پتہ ماورائی مخلوق بھی نہیں بتا سکتی۔“..... محمود شیرازی نے جواب دیا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”کیا آپ مجھے فون کرنے کی اجازت دیں گے“..... عمران نے کہا۔

”اس میں اجازت کی کیا ضرورت ہے۔ آپ میرے محض مہمان ہیں۔ یہاں جو کچھ ہے وہ آپ کے لئے ہے“..... محمود

شیرازی نے کہا تو عمران نے ان کا شکریہ ادا کیا اور میز پر پڑے ہوئے فون کو اٹھا کر اپنے سامنے رکھ لیا۔

”یہاں سے دارالحکومت کا رابطہ نمبر کیا ہے“..... عمران نے پوچھا تو محمود شیرازی نے نمبر بتا دیا۔ عمران نے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیے۔

”اوہ بول رہا ہوں“..... رابطہ قائم ہوتے ہی سرداور کی آواز سنائی دی۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ذی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں“..... عمران نے اپنے مخصوص لبچے میں کہا۔

”اتی زیادہ ڈگریاں حاصل کرنے والے تو فرمایا کرتے ہیں تم بھی فرمایا کرو“..... سرداور نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”آپ سے فرمائش بھی کیا کی جائے۔ کسی گیس کا سلنڈر یا کوئی سائنسی مکرہر“..... عمران نے کہا تو سرداور ہنس پڑے۔

”ظاہر ہے جس کے پاس جو ہو گا وہی وہ دے سکے گا“..... سرداور نے ہنسنے ہوئے جواب دیا۔

”سہرداور۔ کارمن کی کرانکس یونیورسٹی میں ایک پروفیسر ڈینکن ہیں۔ کیا آپ انہیں جانتے ہیں“..... عمران نے کہا۔

”پروفیسر ڈینکن۔ کس مضمون کے پروفیسر ہیں“..... سرداور نے چونک کر کہا۔

”کریٹو زولوجی کے“..... عمران نے جواب دیا۔

”اوہ نہیں۔ کیوں تمہیں ان سے کیا کام پڑ گیا ہے؟“..... سرداور نے چونک کر کہا۔

”ان سے کچھ اہم معلومات لینی تھیں“..... عمران نے کہا۔

”کرانکس یونیورسٹی کے ڈپٹی پروفیسر میتھو میرے مہربان ہیں۔ میں انہیں کہہ سکتا ہوں“..... سرداور نے کہا۔

”آپ انہیں میرے بارے میں بتا دیں اور پھر ان کا فون نمبر بھی مجھے دے دیں“..... عمران نے کہا۔

”تم کہاں سے بول رہے ہو؟“..... سرداور نے پوچھا۔
”سراج نگر سے“..... عمران نے جواب دیا۔

”سراج نگر۔ وہاں تم کہاں پہنچ گئے؟“..... سرداور نے چونک کر کہا۔

”یہاں ایک بہت بڑی علمی شخصیت ہیں محمود شیرازی۔ میں اس وقت ان کا مہمان ہوں“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ اگر ایسا ہے تو پھر مجھے بھی ملواہ ان سے“..... سرداور نے کہا۔

”انشاء اللہ۔ اب تو ظاہر ہے ان سے لٹک رہے گا اور وہ بھی مجھ پر مہربان ہیں“..... عمران نے جواب دیا تو محمود شیرازی بے اختیار ہنرنے لگے۔

”ٹھیک ہے۔ تم مجھے آدھے گھنٹے بعد فون کر لیتا“..... سرداور نے کہا تو عمران نے او کے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

”سرداور تو بہت بڑے سائنس دان ہیں لیکن وہ اپنے کام میں اس قدر ڈوبے ہوئے ہیں کہ انہیں اپنے کام کے علاوہ کچھ یاد ہی نہیں رہتا“..... محمود شیرازی نے کہا تو عمران اور اس کے ساتھی چونک پڑے۔

”کیا مطلب۔ کیا آپ انہیں جانتے ہیں؟“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”وہ میرے دور کے عزیز ہیں۔ دس بارہ سال پہلے ان سے ایک خاندانی فنکشن میں ملاقات ہوئی تھی لیکن ظاہر ہے وہ اب سب کچھ بھول چکے ہیں“..... محمود شیرازی نے کہا۔

”وہ واقعی اپنے کام میں اس قدر مصروف رہتے ہیں کہ انہیں سب کچھ بھول جاتا ہے“..... عمران نے کہا تو محمود شیرازی نے اثاثات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد عمران نے دوبارہ سرداور کو فون کیا۔

”داور بول رہا ہوں“..... رابطہ قائم ہوتے ہی سرداور کی آواز سنائی دی کیونکہ جو نمبر عمران نے پرلس کیا تھا وہ ان کا براہ راست نمبر تھا۔

”علی عمران بول رہا ہوں“..... عمران نے کہا۔

”عمران میٹے پروفیسر میتھو سے میری بات ہو گئی ہے۔ میں نے انہیں تمہارے بارے میں بتا دیا ہے۔ تم ان سے فون پر بات کر لو۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ پروفیسر ڈستلن کو تمہارے بارے میں بتا

دیں گے اور تم ان سے بات کر سکو گے۔..... سرداور نے کہا۔
”بے حد شکریہ۔ ان کا فون نمبر بتا دیں۔..... عمران نے کہا تو
دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا۔

” محمود شیرازی صاحب گلہ کر رہے ہیں کہ سرداور اپنے کام میں
اس قدر مصروف رہتے ہیں کہ باقی سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ وہ
آپ کے دور کے عزیزوں میں شامل ہیں۔..... عمران نے محمود
شیرازی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

” اوہ اچھا۔ واقعی میں بھول گیا ہوں۔ کیا میری ان سے بات
ہو سکتی ہے۔..... سرداور نے چونک کر کہا۔

” ہاں۔ یہ لیجھے۔ کیجھے بات۔..... عمران نے کہا اور رسیور محمود
شیرازی کی طرف بڑھا دیا اور ساتھ ہی اس نے لاڈر کا بٹن بھی
پر لیں کر دیا۔

” السلام علیکم و رحمۃ اللہ سرداور۔ میں اعظم شیرازی کا بیٹا محمود
شیرازی بول رہا ہوں۔..... محمود شیرازی نے کہا۔

” اوہ۔ اوہ آپ۔ اوہ۔ ویری سوری۔ میں واقعی بھول گیا تھا۔
مجھے معاف کر دیجھے۔ دراصل یہاں کام ہی اتنا ہوتا ہے کہ سب
کچھ بھول جاتا ہوں۔ میں دلی طور پر مغذرات خواہ ہوں۔ اب مجھے
یاد آ گیا ہے کہ آپ سے فیملی فنکشن میں ملاقات ہوئی تھی اور اعظم
صاحب تو ہمارے بزرگوں میں سے تھے۔..... سرداور نے کہا۔

” آپ پر ملک و قوم کی بھاری ذمہ داریاں ہیں داور صاحب

اور مجھے تو آپ پر فخر ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر میدان میں سرخرو
کرے اور مزید کامیابیاں اور کامرانیاں عطا فرمائے۔..... محمود
شیرازی نے کہا۔

” بے حد شکریہ شیرازی صاحب۔ میری طرف سے درخواست
ہے کہ آپ میرے پاس تشریف لا گئیں۔ مجھے آپ سے ملاقات کر
کے بے حد خوشی ہو گی۔..... سرداور نے کہا۔

” اب عمران صاحب سے ملاقات ہو گئی ہے۔ اب انشاء اللہ
آپ سے بھی ملاقات رہا کرے گی۔..... محمود شیرازی نے کہا۔

” انشاء اللہ۔ اچھا اللہ حافظ۔..... سرداور نے کہا اور محمود شیرازی
نے بھی اللہ حافظ کہہ کر رسیور رکھ دیا۔ عمران نے ایک بار پھر فون کا
رسیور اٹھایا اور دارالحکومت کی انکوائری کے نمبر پر لیں کر کے اس نے
انکوائری سے کارمن کا رابطہ نمبر معلوم کر کے نمبر پر لیں کرنے شروع
کر دیئے۔

” میتھو بول رہا ہوں۔..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک بھاری سی
آواز سنائی دی۔ لبجھ سے معلوم ہو رہا تھا کہ یوں والہ بزرگ
آدمی ہے۔

” میرا نام علی عمران ہے اور میں پاکیشیا سے بول رہا ہوں۔
سرداور نے ابھی میرے بارے میں آپ سے بات کی ہو گئی۔
عمران نے موبدانہ لبجھ میں کہا۔

” اوہ ہاں عمران صاحب۔ سرداور نے تو آپ کی اس قدر تعریفیں

پروفیسر ہیں۔ یہ کون سا مضمون ہے۔ پلیز آپ وضاحت فرمائیں گے۔..... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ یہ زدوجی کی ایک نئی شاخ ہے۔ اس کے تحت قدیم ترین دور میں عجیب و غریب عفرینت نما جانوروں اور انسانوں پر ریسرچ کی جا رہی ہے۔“..... پروفیسر ڈینکن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا منورلو اور سلاجیم اس مضمون کے تحت آتے ہیں۔“..... عمران نے پوچھا۔

”ہاں۔ مگر آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں کھل کر بتائیں۔“..... پروفیسر ڈینکن نے کہا۔

”پروفیسر صاحب۔ میرا تعلق ایک سرکاری ایجنسی سے ہے۔ ایک بین الاقوامی مجرم تنظیم جو پوری دنیا پر جابرانہ تقبضہ کرنا چاہتی ہے۔ اس کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ قدیم دور کے نیل کے سر اور انسانی جسم والی مخلوق کو کلوننگ کے ذریعے دوبارہ وجود میں لانا چاہتی ہے اور اس سلسلے میں انہیں اس مخلوق کا کوئی قدیم ترین دور کا ڈھانچہ ملا ہے۔ جس کے ڈی این اے سے وہ کلوننگ کے ذریعے اس مخلوق کو وجود میں لانے پر کام کر رہی ہے۔ کارمن سمیت دنیا کے بڑے بڑے ممالک ایسا نہیں چاہتے۔ انہوں نے پاکیشیا کی ایجنسی کے چیف سے درخواست کی ہے کہ اس لیبارٹری کو ٹریس کر کے تباہ کر دیا جائے اور اس تنظیم کو ایسا کرنے سے روکا

کی ہیں کہ مجھے تو آپ سے بات کر کے بھی فخر محسوس ہو رہا ہے۔..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”یہ تو سردار کی مہربانی ہے جناب ورنہ میں تو آپ جیسے افراد کے سامنے طفل مکتب ہوں۔“..... عمران نے کہا۔

”آپ کی مہربانی ہے کہ آپ ایسا سمجھتے ہیں۔ پروفیسر ڈینکن سے میں نے فون پر بات کر لی ہے اور آپ کے بارے میں بھی بتا دیا ہے۔ ان کا خصوصی فون نمبر میں آپ کو بتا دیتا ہوں۔ آپ ان سے بات کر لیں۔“..... پروفیسر میتھو بنے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے پروفیسر ڈینکن کا فون نمبر بتا دیا۔

”تحقیک یوں۔“..... عمران نے کہا اور کریڈل دبا کر ٹون آنے پر اس نے ایک بار پھر نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیے۔ آخر میں اس نے لاڈو کا بٹن بھی پر لیں کر دیا۔

”ڈینکن بول رہا ہوں۔“..... رابطہ قائم ہوتے ہی لرزتی ہوئی بلغم زدہ سی آواز سنائی دی۔

”پاکیشیا سے علی عمران بول رہا ہوں پروفیسر صاحب۔ میرے بارے میں پروفیسر میتھو صاحب نے آپ سے بات کی ہو گی۔“..... عمران نے موذبانہ لمحے میں کہا۔

”اوہ ہاں۔ فرمائیے۔ آپ مجھ سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔“..... دوسری طرف سے چونک کر پوچھا گیا۔

”پروفیسر صاحب مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ کریٹو زدوجی کے

جائے لیکن ہماری ایجنسی کے چیف کو اس بات پر یقین نہیں آ رہا کیونکہ بتایا گیا ہے کہ اس مخلوق پر کوئی بارودی ہتھیار، کوئی شعاعی ہتھیار، کوئی اسلحہ یا کوئی وحش اڑنہیں کرتی اور ان کی زندگیاں ہزاروں سالوں پر محبط ہوتی ہیں جبکہ انسانیکو پیدا یا میں ایسا درج نہیں ہے۔ آپ کے بارے میں معلوم ہوا کہ آپ اس سلسلے میں اتحاری کا درجہ رکھتے ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ ہماری رہنمائی کریں۔..... عمران نے مواد بانہ لجھے میں کہا۔

”کیا نام ہے اس مجرم تنظیم کا؟“..... پروفیسر ڈینکن نے پوچھا۔

”بلیک تھندر“..... عمران نے جواب دیا۔

”ہونہے۔ آپ درست کہہ رہے ہیں۔ مجھ تک بھی یہ نام پہنچا تھا لیکن میری تمام تر کوششوں کے باوجود اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ آپ نے جو کچھ سنا ہے عمران صاحب وہ سو فیصد درست ہے۔ یہ ڈھانچہ جو لاکھوں سال پرانا ہے بیرو سے میرے ایک شاگرد پروفیسر ایڈگر کو ملا تھا۔ ہم نے یونیورسٹی میں اس پر تھوڑا سا کام کیا تھا کہ اچانک پروفیسر ایڈگر اس ڈھانچے سمیت غائب ہو گیا اور باوجود شدید ترین کوششوں کے اس کا پتہ نہ چل سکا۔ کارمن کی سرکاری ایجنسی نے صرف اتنی رپورٹ دی کہ کسی بین الاقوامی مجرم تنظیم جس کا نام بلیک تھندر ہے، نے اس پروفیسر ایڈگر کو ڈھانچے سمیت اخوا کر لیا ہے لیکن اس سے زیادہ وہ بھی کچھ معلوم نہ کر سکے تھے۔ آج اس بات کو تقریباً دس سال گزر چکے ہیں اور

دیں سالوں بعد آپ نے دوبارہ یہ بات کی ہے۔..... پروفیسر ڈینکن نے کہا۔

”پھر تو آپ بہتر طور پر بتا سکتے ہیں کہ اس مخلوق سے پوری دنیا کے انسانوں کو کتنا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔..... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ میں ڈی این اے اور گلونگ کے بارے میں تو کوئی بات نہیں کر سکتا کیونکہ یہ میری فیلڈ نہیں ہے۔ البتہ سلاجیم کے بارے میں، میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ قدیم ترین دور میں مخلوط انسانی مخلوق جنہیں سلاجیم کہا جاتا تھا، کی اس قدر زیادہ تعداد دنیا میں بڑھ گئی تھی کہ اس سے انسانیت کو زبردست خطرات لاحق ہو گئے اور ان مخلوط انسانوں نے عام انسانوں کو ہلاک کرنا شروع کر دیا تھا۔ سلاجیم میں بے شمار نوع کی مخلوقات آتی ہیں۔ جیسے انسان نما چھپلی جسے جل پری کہا جاتا ہے، ایک سینگ کا گھوڑا جسے یوپلکوان کہا جاتا ہے، پروں والے گھوڑے، شیر نما انسان جنہیں ابوالہول کہا جاتا ہے، گھوڑے نما انسان جنہیں شتوتر کہا جاتا ہے، عقاب کے سر والے انسان جنہیں لیورس کہا جاتا ہے، بھیڑیے کے سر والے انسان جنہیں اکوئیں کہا جاتا ہے، شیر کے دھڑ والے عقاب جنہیں گریلفن کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یگرفت، ڈریگن اور ڈائسوسارس شامل ہیں۔ ان میں سب سے خطرناک اور سب سے زیادہ طاقتور مخلوق بیل کے سر والے انسان تھے۔ جنہیں منورلو کہا جاتا ہے۔ ان کے جسم ایسے میز سے بنے ہوئے تھے جن پر کوئی

ہتھیار اثر نہیں کرتا تھا اور ان منورلو کی دونسلیں تھیں۔ ایک کو کیویٹ منورلو اور دوسری کو صرف منورلو کہا جاتا ہے۔ عام منورلو تو اس قدر طاقتور نہ تھے اور انہیں ہتھیاروں سے ہلاک بھی کیا جاسکتا تھا لیکن کیویٹ منورلو ناقابل تغیر تھے۔ ان میں واقعی اس قدر طاقت تھی کہ ان پر ایسٹم بم بھی اثر نہ کر سکتا تھا اور جو ڈھانچہ یہرو سے ملا ہے اور جس پر ہم نے ریمرج کی تھی وہ کیویٹ منورلو کا تھا اس لئے اگر اس کی کلونگ کی گئی تو کیویٹ منورلو وجود میں آ جائیں گے جو انسانوں کے لئے ناقابل تغیر ہوں گے۔ پروفیسر ڈینکن نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”جو تنظیم انہیں وجود میں لانے کی کوشش کر رہی ہے۔ وہ خود بھی تو انسانوں پر مشتمل ہے۔ ظاہر ہے کیویٹ منورلو ان کے لئے بھی خطرناک ہوں گے۔“..... عمران نے کہا۔

”نہیں۔ قدیم تختیوں سے ان کیویٹ منورلو کے بارے میں جو معلومات ملی ہیں ان کے مطابق ان کے ذہنوں میں جس کی غلامی کا نقش بیٹھ جائے اس کے سامنے یہ سر بھی نہیں اٹھاتے اور اس کے سامنے یہ واقعی غلام بن کر رہتے ہیں۔ یقیناً ان کو وجود میں لانے والے ان کے ذہنوں میں اپنی غلامی کا نقش بٹھادیں گے تب ہی یہ ان کے کام آ سکیں گے۔“..... پروفیسر ڈینکن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پروفیسر صاحب۔ یہ تمام نوعیں قدیم دور میں ہی ختم ہو گئیں۔

کیسے ختم ہو گئیں؟“..... عمران نے کہا۔

”ہا۔ یہ اچھا سوال ہے۔ اب تک جو تحقیق کی گئی ہے اس کے مطابق دنیا میں ایک بار ایسا سیلاپ آیا کہ پوری دنیا کے پہاڑ تک اس سیلاپ میں ڈوب گئے اور یہ تمام سلامیم بھی اس سیلاپ عظیم میں بلاک ہو گئے اور ان کی نسلیں تک ناپید ہو گئیں۔“ پروفیسر ڈینکن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس کا کوئی تاریخی ثبوت بھی سامنے آیا ہے یا صرف اندازے ہی ہیں؟“..... عمران نے پوچھا۔

”تمہارا نام بتا رہا ہے کہ تم مسلمان ہو۔“..... پروفیسر ڈینکن نے کہا۔

”الحمد لله۔ میں واقعی مسلمان ہوں۔“..... عمران نے کہا۔

”تم مسلمانوں کی الہامی کتاب میں حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں سیلاپ عظیم کا تذکرہ موجود ہے جسے طوفان نوح کہا جاتا ہے اور تمہارے لئے تو اس سے بڑھ کر کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا۔ البتہ تاریخی اور علمی طور پر میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ بحر مردار سے ملنے والے قدیم انواع جنہیں دیہی اسکروں کہا جاتا ہے اس میں بھی درج ہے کہ طوفان نوح کی اصل وجہ سلامیم کی بے حد بڑھ جانے والی آبادی تھی۔ اسی طرح قدیم دور کی پھردوں پر موجود انواع سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے اور یہرو میں ایسی قدیم ترین تختیاں ملی ہیں جن پر کیویٹ منورلو کی طاقت اور ناقابل تغیر ہونے

کے بارے میں تفصیل موجود ہے۔۔۔ پروفیسر ڈینکن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیویٹ منورلو اور عام منورلو میں بظاہر کیا فرق تھا پروفیسر صاحب؟۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”کیویٹ منورلو کا سرجنگ نیل کے سر سے بھی بڑا ہوتا تھا اور اس کے سر پر موجود سینگ بڑے اور بیچ دار ہوتے تھے۔ جیسے بارہ سنگھے کے سینگ ہوتے ہیں جبکہ عام منورلو کا سر چھوٹا اور دونوں سینگ سیدھے اور چھوٹے ہوتے تھے۔۔۔ پروفیسر ڈینکن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا یہ سب باقی پروفیسر ایڈگر کو معلوم تھیں؟۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”ہاں۔ وہ میراثاگرد تھا اور ڈھانچے بھی اس نے دریافت کیا تھا۔۔۔ پروفیسر ڈینکن نے جواب دیا۔

”ایکریمیا، روپیاہ، گریٹ لینڈ اور کرانس میں بھی کریٹوز ولوچ کے ماہرین موجود ہیں کیا؟۔۔۔ عمران نے کہا۔

”ہاں کیوں؟۔۔۔ پروفیسر ڈینکن نے حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”یونکہ تمام پر پادری جن میں کارمن بھی شامل ہے۔ ماہرین سے رائے لے کر بھی نتیجہ نکالا ہے جو آپ نے بتایا ہے۔ اسی ع پوچھ رہا تھا۔۔۔ عمران نے کہا۔

”آجکل تو کریٹوز ولوچ کا مضمون ہر ملک کی بڑی یونیورسٹیوں میں پڑھایا جا رہا ہے۔ ایکریمیا کی نیشن یونیورسٹی میں پروفیسر آرخر، گریٹ لینڈ کی آکسفورڈ یونیورسٹی میں پروفیسر انھولی۔ اسی طرح اور بھی بڑے بڑے ماہرین موجود ہیں۔۔۔ پروفیسر ڈینکن نے جواب دیا۔

”آپ کی بے حد محترمانی پروفیسر صاحب۔ آپ کا میں نے بہت سا فتحی وقت لیا ہے۔ اب مجھے اجازت۔ گذ بائی؟۔۔۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ لاڈر آن ہونے کی وجہ سے نہ صرف محمود شیرازی بلکہ عمران کے ساتھی بھی خاموش بیٹھے یہ سب کچھ سامنے آیا ہے ورنہ ہم تو اپنے عجیب سے تاثرات تھے۔

”تمہاری وجہ سے آج میری معلومات میں بے حد اضافہ ہوا ہے۔ اس کے لئے میں تمہارا مشکور ہوں۔۔۔ محمود شیرازی نے کہا۔

”آپ کی وجہ سے تو یہ سب کچھ سامنے آیا ہے ورنہ ہم تو اپنے طور پر اسے صرف قصے کہانیاں سمجھ کر اس پر توجہ نہ دے رہے تھے۔۔۔ عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ کیا آپ اس سلسلے میں کام کریں گے؟۔۔۔

نعمان نے اشتیاق بھرے لمحے میں کہا۔

”میں تفصیلی رپورٹ چیف کو دوں گا۔ فیصلہ تو چیف نے کرنا ہے۔۔۔ عمران نے کہا اور سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

یہ فورس حکومت شمالی افریقہ کے تحت بنائی گئی تھی۔ یہ فورس اس علاقے میں رہنے والے لوگوں کی جان و مال کے تحفظ کے ساتھ ساتھ دنیا بھر سے آنے والے سیاحوں کی حفاظت کا کام بھی سر انجام دیتی تھی۔ چاگو کی حمایت حاصل کئے بغیر کسی آدمی کو ویسٹ کوست میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ ویسٹ کوست کے شہر لورگو میں چاگو فورس کا مین آفس تھا۔ اس وقت جیپ کی ڈرامیونگ سیٹ پر موجود نوجوان کا تعلق بھی چاگو سے تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی جس نے مکمل لباس پہنا ہوا تھا، پیشی تھی۔ اس کا نام پیگی تھا اور اس کا تعلق یورپ سے تھا۔ عقینی سیٹ پر ایک لمبے قد اور ورزشی جسم کا آدمی موجود تھا۔ اس کا چہرہ بھی اس کے جسم کی طرح برا تھا۔ ٹھوڑی قدرے آگے کوئی ہوئی اور چوڑی سی تھی۔ آنکھوں میں تیز چمک اور پیشانی خاصی بڑی تھی۔ سر کے بال گھنگھریا لے تھے۔ اس کے چہرے پر عجیب سی ختنی تھی۔ عام نظروں سے دیکھنے پر اس کا چہرہ گوشہ گوشہ پوسٹ کی بجائے کسی سنگلاخ چٹان سے ترشا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ اس نے سوت پکن رکھا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں سگار تھا جبکہ دوسرے ہاتھ میں ایک پیتی پاؤچ تھا۔ یہ ڈیوک تھا۔ پیگی کا شوہر اس کا تعلق بھی یورپ سے تھا۔ وہ دونوں اطمینان سے بیٹھے سڑک کے دونوں اطراف میں موجود گھنے جنگل کا نظارہ کر رہے تھے۔

”ابھی کتنا فاصلہ رہتا ہے لورگو آنے میں“..... پیگی نے ڈرامیو

گھنے جنگل کے اندر نی ہوئی نیم پہنچتے سڑک پر ایک بڑی تی جیپ خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرامیونگ سیٹ پر ایک افریقی نوجوان تھا۔ جس نے سرخ رنگ کی دھاریوں والی کمائڈو یونیفارم پہنی ہوئی تھی۔ یہ شمالی افریقہ کا دور دراز کا علاقہ تھا جسے ویسٹ کوست کہا جاتا ہے۔ اس پورے علاقے کو انتہائی خطرناک قرار دیا گیا تھا۔ ویسٹ کوست کا شہر لورگو ایسکی جگہ تھی جہاں تک عام لوگ آ جاسکتے تھے لیکن اس کے لئے بھی انہیں ایک مخصوص فورس کا تعاون حاصل کرنا پڑتا تھا۔ اس مخصوص فورس کا نام چاگو تھا۔ یہ نام اس علاقے میں پائے جانے والے انتہائی خطرناک چیتیے کا تھا جس کے جسم پر سرخ اور سیاہ دھاریاں تھیں۔ یہ چیتا انتہائی تیز رفتار، تند خود اور دلیر ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی پھر بیلا تھا اس لئے اس مخصوص فورس کا نام بھی چاگو رکھا گیا تھا۔

سے پوچھا۔

”آدھے گھنٹے بعد ہم لورگو میں داخل ہو جائیں گے۔“ ڈرائیور نے جواب دیتے ہوئے کہا تو ہیگی نے اثبات میں سر ہلا دیا جبکہ ڈیوک خاموش بیٹھا سگار پینے میں مصروف تھا۔ یہ دونوں ہلیک تھنڈر کے ایک سیکشن کے سپر ایجنت تھے۔ ویسے سرکاری طور پر ان کا تعلق یورپ کے ایک ملک کی سرکاری انجمنی سے تھا لیکن ضرورت پڑنے پر یہ ہلیک تھنڈر کے لئے بھی کام کرتے تھے۔ چونکہ ڈیوک اس سرکاری انجمنی کا چیف بھی تھا اس لئے اسے کسی بھی کام کرنے کے لئے کسی سے بھی اجازت لینے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ شماں افریقہ کے انتہائی خطرناک ترین زہریلی دلدوں کے علاقے ماتو میں ہلیک تھنڈر کی ایک خفیہ لیبارٹری موجود تھی۔ اس لیبارٹری کو الیں لیبارٹری کہا جاتا تھا۔ یہ لیبارٹری بظاہر شماں افریقہ کی طرف سے قائم کی گئی تھی اور اس کا کام افریقہ کے اس قدیم ترین علاقے میں لئے والی چیزوں، درختوں، ولدوں، جانوروں اور انسانی ڈھانچوں پر تحقیق کرنا تھا لیکن دراصل اس لیبارٹری میں ہلیک تھنڈر بیل کے سر والے انزوں جنہیں سلانجیم کہا جاتا تھا، پر ریسرچ کر کے انہیں وجود میں لانے کا کام کر رہا تھا۔

یہ لیبارٹری دس سالوں سے قائم تھی اور بظاہر اس پر مکمل کنٹرول چاگو کا تھا لیکن دراصل اس کا مکمل کنٹرول ہلیک تھنڈر کے پاس تھا۔ چاگو کی پوری فورس بھی ہلیک تھنڈر کے اندر تھی۔ چاگو فورس کا سردار

وہاں کے سب سے طاقتور قبیلے کا سردار ماتو تھا۔ سردار ماتو کا ہیڈ کوارٹر لورگو میں تھا۔ جہاں انتہائی جدید ترین اسلحے کے ساتھ ساتھ جدید ترین ہیلی کاپڑ بھی ہر وقت موجود رہتے تھے۔ بلیک تھنڈر نے ڈیوک اور چیلیگی کو اس لیبارٹری کا سروے کرنے کے لئے بھیجا تھا کیونکہ بلیک تھنڈر کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ اس لیبارٹری کو ٹریس کر کے اسے تباہ کرنے کے لئے پر پاؤز کی ایجنسیاں اور خاص طور پر پاکیشی سیکرٹ سروس کام کر سکتی ہے۔ گو یہ لیبارٹری انتہائی خفیہ تھی اور سوائے چند افراد کے اور کسی کو بھی اس کی احیثیت کے بارے میں علم نہ تھا۔ سب اسے سرکاری لیبارٹری ہی سمجھتے تھے اور ایسی کثی اور لیبارٹریاں بھی افریقہ میں قائم تھیں۔ اس لیبارٹری کے لئے خصوصی پلائی کا انتہائی پیچیدہ نظام رکھا گیا تھا۔ پلائی کرنے والے سیکشن کا انچارج کیلوں تھا۔ جس کا ہیڈ کوارٹر یورپ کے ایک ملک کرانس میں تھا اور وہاں سے پلائی مختلف باہمیوں سے گزرتی ہوئی یہاں پہنچتی تھی اس لئے کوئی اس لیبارٹری کا سراغ نہ لگا سکتا تھا اور اس لیبارٹری میں دراصل جو کچھ ہو رہا تھا اسے بھی ٹاپ سیکرٹ رکھا گیا تھا لیکن کیلوں کی پرنسیپل سیکرٹری لیزا نے ایکریمیا کے ایک ایجنت کے سامنے یہ راز کھول دیا تھا جس کی اطلاع ایکریمیں حکام کو مل گئی اور پھر پوری دنیا پر حکومت کرنے والی تمام پر پاؤز میں کھلبھی کی مجھ گئی۔

ہلیک تھنڈر کے بارے میں انہیں پہلے سے معنوم تھا لیکن آج

تک با وجود شدید ترین کوششوں کے وہ بلیک تھنڈر کے ہیڈ کوارٹر کو تو ایک طرف اس کے کسی سیکشن کو بھی ٹریبیں نہ کر سکے تھے۔ البتہ انہیں اس بات کا علم تھا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اور اس کے لئے کام کرنے والا ایجنسٹ علی عمران کی بار بلیک تھنڈر کے خلاف کام کرچکے ہیں اور انہوں نے اس خوفناک تنظیم کے کئی سب سیکشنوں، سیکشنوں اور گولڈن ایجنتوں کو شکست دی ہے اور چونکہ اس لیبارٹری میں جو آجھے ہو رہا تھا اس سے پوری دنیا کے انسانوں کو خطرہ لاحق تھا۔ اس لئے تمام پرپاؤرز نے طویل بحث و مباحثہ کے بعد طے کیا تھا کہ یہ مشن پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ذمے لگایا جائے لیکن انہیں معلوم تھا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا چیف ایکٹو اپنے اصولوں پر محض سے کاربنڈ رہتا ہے اس لئے اگر اس نے یہ مشن قبول کر لیا تو تحریک پرندہ پاکیشیا کے صدر سمیت پوری دنیا کے حکام مل کر بھی اسے زبردستی اس مشن پر کام کرنے پر آمادہ نہ کر سکیں گے اس لئے پرپاؤرز نے اس مشن کے ساتھ حکومت پاکیشیا کو ایسے معاهدات کی پیشکش کی تھی جن سے پاکیشیا کو بے حد مفادات حاصل ہو سکتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ان مفادات کی وجہ سے حکومت پاکیشیا ایکٹو کو اس مشن پر کام کرنے پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ پھر انہیں اطلاع ملی کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف نے اس مشن کو فی الحال پینڈنگ رکھ دیا ہے۔ وہ پہلے خود اپنے طور پر اس عجیب و غریب معاملے کے بارے میں تحقیقات کرنا چاہتا ہے۔

یہ تمام اطلاعات بلیک تھنڈر کو بھی مل رہی تھیں اور بلیک تھنڈر کا میں ہیڈ کوارٹر اور سیکشن ہیڈ کوارٹر بھی اسی سروس سے خوفزدہ تھا۔ ورنہ اسے باقی پوری دنیا کی سر و مز میں کام کرنے والے ایجنتوں کو کسی نہ کسی معلوم تھا کہ اس سر و مز میں کام کرنے والے ایجنتوں کو خطرہ لاحق تھا۔ انداز میں کور کیا جا سکتا تھا۔ دولت کے ذریعے، خوبصورت عورتوں کے ذریعے، تیز شرابوں کے ذریعے لیکن پاکیشیا سیکرٹ سروس ان تمام معاملات سے پاک صاف تھی۔

اس سروس کے کسی بھی ایجنسٹ کو کسی بھی طریقے سے نہ خریدا جسکتا تھا اور نہ روکا جا سکتا تھا۔ پھر پاکیشیا سیکرٹ سروس اس قدر تیز رفتار کار کر دگی کی حامل تھی کہ جب وہ کسی مشن پر نکل تھی تو پھر اس کو روکنا ناممکن ہو جاتا تھا اور یہ لوگ ناممکن بھی ناممکن بنادیتے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ ان کی خاصیت ان کی تربیت، ان کی بہت، ان کا حوصلہ اور ان کی جدوجہد کا انداز تھا جس کی وجہ سے ان کے مقابلے پر بڑی بڑی تنظیمیں پرکاہ کی حیثیت بھی نہ رکھتی تھیں۔ اُن لئے بلیک تھنڈر کے لئے سب سے ہرا نظر وہ بھی سروس تھی۔ ڈیوک اور چینی کے بارے میں بلیک تھنڈر کے سیکشن ہیڈ کوارٹر تو ایک طرف میں ہیڈ کوارٹر کا بھی خیال تھا کہ یہ دونوں پاکیشیا سیکرٹ سروس کا صحیح مقابلہ کر سکتے ہیں اس لئے سیکشن ہیڈ کوارٹر نے انہیں اس لیبارٹری کا سروے کرنے کے لئے بھیجا تھا تاکہ وہ وہاں موجود تمام انتظامات کو چیک کر کے سیکشن ہیڈ کوارٹر کو روپورٹ دیں۔ ان کی

گئی۔ ڈرائیور نے مخصوص انداز میں ہارن بجا لایا تو گینٹ کھلا اور ایک افریقی نوجوان جس کے ہاتھ میں مشین گن تھی اور جسم پر سرخ وھاریوں والی مخصوص یونیفارم تھی باہر آ گیا۔ اس نے جیپ کو دیکھ کر سیلوٹ کیا اور پھر تیزی سے واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھانٹ کھلا تو جیپ اندر لے جائی گئی۔ اندر احاطے میں ایک ہیلی کا پڑھ موجود تھا۔ جس پر سرخ وھاریاں بنی ہوئی تھیں۔ ہیلی کا پڑھ کے ساتھ ہی ایک اور افریقی نوجوان مخصوص یونیفارم پہنے اپنے ہاتھ میں مشین گن اٹھائے کھڑا تھا۔ جیپ رکتے ہی ڈیوک اور پیگنی دونوں ہیلیں اتر آئے۔ اسی لمحے عمارت کے برآمدے سے ایک لمبے قدم اور درزشی جسم کا نوجوان باہر آ گیا۔ اس نے بھی چاگو کی مخصوص یونیفارم پہنی ہوئی تھی۔ اس کے سر پر ملٹری کیپ تھی اور سینے پر دو بڑے بڑے تمنے موجود تھے۔ اس کا چہرہ اس کے جسم کی مناسبت سے بڑا تھا۔ آنکھیں چھوٹی اور سر پر موجود بال پر گنوں جیسے تھے جو دونوں سماں میڈول سے نظر آ رہے تھے۔ یہ سردار ماں تو تھا۔ ماں قبیلے کا سردار اور ویسٹ کوسٹ میں چاگو کا چیف۔ اس کا نام تو کچھ اور تھا لیکن اسے سردار ماں تو کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ وہ نیڑھیاں اتر کر ان کے قریب آ گیا۔

”میرا نام سردار ماں ہے اور میں چاگو کا چیف ہوں۔“..... اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور بڑے گرجو شانہ انداز میں ڈیوک اور پیگنی سے مصالحہ کیا اور ان کی آمد پر رسمی کلمات کہئے اور پھر انہیں لے کر

رپورٹ کے مطابق دہاں کی کمزوریاں دور کر دی جائیں گی اور اُر پاکیشاں سیکرٹ سروں اس لیبارٹری کے خلاف حرکت میں آئی تو ڈیوک کا سیکشن اس کے مقابلے پر لاایا جائے گا۔ ڈیوک اور پیگنی کو یہاں بھجوانے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ یہاں چاگو اور اس کے سردار ماں تو سے مل لیں گے اور یہاں کے ماحول سے بھی بخوبی واقف ہو جائیں گے۔ ویسے ڈیوک اور پیگنی پہلی بار یہاں آ رہے تھے۔ ڈیوک تو اپنی عادت کے مطابق خاموش بیٹھا ہوا تھا جبکہ پیگنی ارد گرد کے ماحول سے پوری طرح لطف انداز ہو رہی تھی۔

”ان جنگوں میں درندے بھی ہوتے ہیں۔“..... پیگنی نے اچانک ڈرائیور سے پوچھا۔

”میں میڈم۔ پورا جنگل انتہائی خطرناک درندوں سے بھرا ہوا ہے۔“..... ڈرائیور نے مواد بانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا تو پیگنی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد لورگو شہر کے آثار نظر آئے شروع ہو گئے۔ قدمیم دور کی مخصوص طرز تعمیر کی عمارتوں کے ساتھ جدید دور کی عمارتیں بھی یہاں موجود تھیں۔ چونکہ یہ محفوظ علاقہ تھا اس لئے مختلف ملکوں کے سیاح بھی کثیر تعداد میں والٹر لائف کو انجوائے کرنے کے لئے یہاں آ کر آتے رہتے تھے۔ اس لئے لورگو کو چھوٹا سا شہر تھا لیکن یہاں ہر وقت خاصی چہل پہنچ رہتی تھی۔ شہر کی مختلف سڑکوں سے گزر کر جیپ شہر سے بہت کر بے ہوئے ایک کافی بڑے احاطے کے میں گیٹ کے سامنے پہنچ کر رک

ایک بڑے کمرے میں آ گیا جسے باقاعدہ آفس کے انداز میں سمجھا گیا تھا۔ ایک ملازم نے شراب لا کر ان کے سامنے رکھ دی۔ ”میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ کی آمد یہاں کس سلسلے میں ہوئی ہے۔“..... سردار ما تو نے کہا۔

”آپ کو کیا بتایا گیا ہے۔“..... ڈیوک نے پوچھا۔

”صرف یہ کہ آپ یہاں سردوے کرنے آ رہے ہیں تاکہ یہاں خفاظتی کمزوری ہو تو اسے دور کیا جا سکے اور ضرورت پڑنے پر آپ مشہور ہے کہ جن معاملات کو ان سے جتنا زیادہ چھپایا جائے یہ اتنا یہاں کا چارج سنپھال سکیں۔“..... سردار ما تو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آپ کو معلوم ہے کہ اس لیبارٹری میں کیا ہو رہا ہے۔“ ڈیوک نے پوچھا۔

”نہیں۔ میرا لیبارٹری کے اندر ولی معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“..... سردار ما تو نے جواب دیا۔

”سردار ما تو۔ اس لیبارٹری میں بلیک تھنڈر کے انتہائی اہم ترین مقابلوں کے لئے ہمارا انتخاب کیا ہے لیکن چونکہ ابھی اس سروں سے پراجیکٹ پر کام ہو رہا ہے اور اسے گزشتہ دس سالوں سے انتہائی خفیہ رکھا گیا ہے لیکن ایک عورت کی غلطی کی وجہ سے پوری دنیا کو اس پراجیکٹ کے بارے میں علم ہو گیا ہے اور پوری دنیا کی حکومتیں اس پراجیکٹ کو ختم کرنے کے درپے ہو گئی ہیں لیکن کسی کو یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ لیبارٹری کہاں ہے اس لئے انہوں نے ایشیا کے ایک ملک پاکیشیا پر اخصار کیا ہے۔ اس ملک کی سیکرٹ سروس اور

اس کے لئے کام کرنے والے ایک خطرناک آدمی جس کا نام عمران ہے اور جو اپنے آپ کو پُرس آف ڈھنپ بھی کہلواتا ہے۔ دنیا بھر میں اس سروں اور اس ایجنسٹ کو انتہائی خطرناک سمجھا جاتا ہے۔ اس نے ایسے ایسے مقابلوں یقین مشتمل کئے ہیں جن کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ بلیک تھنڈر کے سیکشن ہیڈ کوارٹر اور میں ہیڈ کوارٹر کو بھی اسی سروں سے خطرہ ہے کیونکہ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ جن معاملات کو ان سے جتنا زیادہ چھپایا جائے یہ اتنا ہی جلدی اسے دریافت کر لیتے ہیں اس لئے اگر اس سروں نے اس لیبارٹری کو تباہ کرنے کے مشتمل پر کام شروع کر دیا تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس لیبارٹری کو ٹریس کر کے یہاں پہنچ جائیں اور یہاں کی کسی خفاظتی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر وہ اس لیبارٹری کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں اس لئے ہمیں یہاں بھیجا گیا ہے کیونکہ پوری دنیا میں اگر اس سروں کا کوئی مقابلہ کر سکتا ہے تو وہ ہمارا سیکشن ہے۔ میں ہیڈ کوارٹر اور سیکشن ہیڈ کوارٹر نے اس سروں سے پراجیکٹ کے لئے ہمارا انتخاب کیا ہے لیکن چونکہ ابھی اس سروں نے مشتمل ہاتھ میں نہیں لیا اس لئے ہمیں یہاں مستقل طور پر نہیں بھیجا گیا بلکہ اس لئے بھیجا گیا ہے کہ ہم یہاں کا سروے کر لیں۔ آپ سے ملاقات کر لیں اور لیبارٹری کے خفاظتی انتظامات مزید چیک کر لیں اور اس سروں سے مقابلے کی صورت میں خاص پوائنٹس بھی نظروں میں رکھ لیں اور اس کی روپرٹ سیکشن ہیڈ کوارٹر کو بھجوادیں ایک ملک پاکیشیا پر اخصار کیا ہے۔ اس ملک کی سیکرٹ سروس اور

تاکہ اسے اطمینان ہو جائے کہ ہم یہاں آسانی سے کام کر سکیں گے۔ جب بھی یہ سروس اس مشن پر کام شروع کرے گی تو ہم بھی اس کے مقابلے پر سامنے آ جائیں گے اور اگر وہ یہاں پہنچ جانے میں کامیاب ہو گئی تو پھر ہم یہاں کا چارج بھی سنبھال لیں گے۔” ڈیوک نے جواب میں پوری تقریر کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے جناب اب میں سمجھ گیا ہوں۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ یہاں کے حفاظتی انتظامات میں آپ کو کوئی کمزوری نہیں ملے گی۔”..... سردار ما تو نے کہا۔

”ہمیں معلوم ہے کیونکہ یہاں کے تمام حفاظتی انتظامات اور آپ کی تنظیم کے بارے میں ہمیں تفصیلی رپورٹ مل چکی ہے لیکن ہم یہاں آپ سے ملاقات کرنے اور یہاں کے ماحول سے مانوس ہونے کے لئے آئے ہیں۔“ ڈیوک نے جواب دیا۔

”میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں جناب۔“..... سردار ما تو نے خوش ہو کر کہا تو ڈیوک کے ساتھ ساتھ پیگی جو خاموش پیٹھی ہوئی تھی بے اختیار مسکرا دی۔

”وہ لوگ اگر یہاں آئے تو ان کا پہلا پڑاو یہاں لورگو میں گا اور یہاں بے شمار سیاح آتے رہتے ہیں۔ آپ ہمیں یہ بتائیں کہ یہاں آپ کا کیا نیٹ ورک ہے اور مشکوک افراد کے بار میں معلومات کیسے آپ تک پہنچ سکتی ہیں۔“ ڈیوک نے کہا۔

”جناب۔ لورگو پر مکمل ہو گئے چاگو کا ہی ہے۔ چاگو کے آڈا

یہاں کے ہر بڑے ہوٹل، کلب اور سڑکوں پر موجود ہیں۔ جو ہر آنے والے کو مسلسل چیک کرتے رہتے ہیں۔ مشکوک افراد کو خاموش سے انداز کر لیا جاتا ہے یا انہیں جنگل میں لے جا کر ہلاک کر دیا جاتا ہے۔“..... سردار ما تو نے کہا۔

”یہاں آپ کے علاوہ اور کون رہتا ہے۔“ ڈیوک نے پوچھا۔

”یہاں تمہل آفس ہے۔ میرے ساتھ پورا سیکشن ہے جو دس افراد پر مشتمل ہے۔ وائر لیس فون اور ٹرانسمیٹر پر رابطہ ہوتے ہیں۔ ہمارے ہر آدمی کے پاس جدید اور خصوصی ساخت کا ٹرانسمیٹر ہے۔“ سردار ما تو نے جواب دیا۔

”اوکے۔ ٹھیک ہے۔ اب آپ ہمارے ساتھ لیہاری چلیں تاکہ ہم وہاں کے ماحول سے اپنے آپ کو ایڈجسٹ کر سکیں۔“ ڈیوک نے کہا۔

”تسلی سر آئیے۔“..... سردار ما تو نے اٹھتے ہوئے کہا اور اس کے اٹھتے ہیں ڈیوک اور چیگی بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر وہ باہر آگئے۔ سردار ما تو نے اپنے ایک آدمی کو بلا کر اسے بدایات دیں اور پھر وہ سب نیلی کاپڑ میں سوار ہو گئے۔ پائلٹ نے نیلی کاپڑ سارٹ کیا اور چند لمحوں بعد نیلی کاپڑ فضا میں بلند ہو کر اندرولی علاقے کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔

بہر حال جو کچھ ہم قصے کہانیاں اور واقعات سمجھ رہے تھے وہ اس
جدید دور میں ہوا رہا ہے۔..... عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار
چونک پڑا۔

”کیا مطلب۔ کیا آپ سلامیم کے بارے میں بات کر رہے
ہیں۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا تو عمران نے جواب میں نہماںی کے فون
آنے سے سراج نگر جا کر محمود شیرازی سے ہونے والی ملاقات کے
ساتھ ساتھ سرداور اور ان کے ذریعے کارمن کے پروفیسر ڈینکن
سے ہونے والی تمام گفتگو دوہرا دی۔

”اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ سپر پارز نے جو کچھ لکھا ہے وہ
درست ہے۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

”ہاں۔ اور میں اس لئے زیادہ پریشان تھا کہ سپر پارز جن کے
پاس ہر طرح کے چوتی کے ماہرین موجود ہوتے ہیں اس طرح
اٹھ پناگ باقی تھیں تو نہیں کر سکتے۔ میرے ذہن میں یہ خدشہ ابھر
آیا تھا کہ شاید یہ سب کچھ پاکیشا سیکرٹ سروس کو کسی جال میں
پھنسانے کا سلسلہ ہو لیکن بہر حال اب یہ بات سامنے آگئی ہے کہ
ایسا ممکن ہے اور شاید بلیک تھنڈر اس سلسلے میں واقعی کام کر رہی
ہے۔۔۔ عمران نے کہا۔

”اگر ایسی بات ہے عمران صاحب۔ پھر تو واقعی یہ پوری دنیا
کے انسانوں کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔۔۔ بلیک
زیرو نے کہا۔

عمران داش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا تو بلیک زیرو
حسب عادت احتراماً اٹھ ہڑا ہوا۔

”بیٹھو۔۔۔ سلام دعا کے بعد عمران نے سمجیدہ لبجے میں کہا اور
خود اپنے لئے مخصوص کرتی پر بیٹھ گیا۔

”آپ کی سنجیدگی بتا رہی ہے کہ کوئی خاص بات ہو گئی
ہے۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

”ہاں۔ میں فورسٹارز کے ساتھ سراج نگر ایک صاحب علم سے
ملاقات کرنے گیا تھا۔ اب واپس آ رہا ہوں۔۔۔ عمران نے جواب
دیا۔

”تو یہ سنجیدگی علم کی ہے۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا تو عمران بے
اختیار پڑا۔

”علم و داش جب مل جائیں تو پھر سنجیدگی تو آتی ہی ہے۔

"ہاں۔ بلیک تھنڈر نے احمقانہ مخصوصہ بنایا ہے۔ کلونگ سے ہر مخلوق اس جدید دور میں ان کے تصور سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ بلیک تھنڈر کے بڑوں کو بھی بلاک کر دے۔ ایسا ریسرچ کی حد تک تو نہیں ہے لیکن کثیر تعداد میں اس کی نسل کشی انتہائی خطرناک اور قدرت کے خلاف معاملہ ہے۔ جو کچھ سامنے آیا ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نوعی مخلوق نے پوری دنیا میں فتنہ و فسادات برپا کر دیئے تھے جس کی وجہ سے قدرت نے ان کے مکمل خاتمہ کا فیصلہ کر لیا اور طوفان نوح کی صورت میں جہاں مشرکوں پر عذاب نازل ہوا وہاں یہ نوعی مخلوق گھم کمل طور پر اور ہمیشہ کے لئے تاپید کر دی گئی"..... عمران نے کہا۔ "لیکن عمران صاحب اس قدیم ترین دور میں سائنس نے القدرت ترقی توڑنے کی تھی کہ وہ اس دور میں اس طرح کی نوعی مخلوق کی وجود میں لاسکتی"..... بلیک زیرو نے کہا۔

"ہم دراصل قدیم دور کے بارے میں لاعلم ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ جو ترقی ہوئی ہے وہ موجودہ دور میں ہوئی ہے۔ آج اگر طوفان کی نوح جیسا عذاب دنیا پر ٹوٹ پڑے اور سوائے چند مخصوص افراد کے ہاتھ پوری دنیا غرق ہو جائے تو پھر جو نئے لوگ پیدا ہوں گے انہیں کون سمجھائے گا کہ کسیوڑ کیا ہوتا ہے اور اُنہی کس اصول کے تھے چلتا ہے اور اس قدر ترقی ہو چکی تھی۔ ظاہر ہے انہوں نے نے سرے سے دنیا آباد کرنی ہے اور نئے سرے سے یہ کام کرے

ہے"..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن عمران صاحب ترقی کے آثار تو بہر حال سامنے آ ہی جائیں گے"..... بلیک زیرو نے کہا۔

"اب بھی قدیم دور کے انسانوں کی ترقی کے آثار موجود ہیں۔ میں نے ایک بار آثار قدیمہ پر ریسرچ کے ایک مقالے میں پڑھا تھا کہ جنوبی چین کے شہر رکا میں آثار قدیمہ کے ماہرین نے ایسے بیضوی پتھر دریافت کئے ہیں جو چودہ ہزار سال قدیم ہیں۔ ان پتھروں پر تصاویر نقش ہیں۔ ان تصاویر میں آپریشن کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ یہاں تک کہ سرجری کے آلات، ول کی شریانیں اور خون کی نالیاں بھی واضح طور پر دکھائی گئی ہیں۔ اس سے ماہرین نے اندازہ لگایا کہ چودہ ہزار سال قبل رکا میں رہنے والی قوم ہارت ٹرانسلانٹ سرجری سے بخوبی واقف تھی۔ اس طرح مصر میں ملنے والی بعض ممیوں کے دانت نفلی ہیں۔ ایک فرعون کی ناک کی ہڈی کی جگہ کسی جانور کی ہڈی لگی ہوئی ہے۔ مصر کے ایک شاہی مقبرے سے ایک عورت کی می ملی ہے جس کا دایاں انگوٹھا مصنوعی ہے یعنی کئے ہوئے انگوٹھے کی جگہ نفلی انگوٹھا لگایا گیا ہے۔ جیسے موجودہ دور میں پلاسٹک سرجری کے ذریعے مصنوعی اعضاء لگائے جاتے ہیں۔ شیر کے دھڑ والے انسان ابوالہول سے تو موجودہ دور کے لوگ اچھی طرح سے واقف ہیں۔ اہرام مصر کے سامنے اس کا عظیم الشان مجسم آج بھی موجود ہے۔ پھر یہ اہرام مصر بذات خود اس دور کی

عظمیم الشان تعمیرات کا شاہکار ہیں۔ جو صدیوں پہلے تعمیر کئے گئے اور آج تک اسی طرح موجود ہیں۔..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آپ کی بات درست ہے۔ واقعی ہم قدیم دور کو جہالت کا دور سمجھتے ہیں لیکن واقعی ایسے شواہد موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قدیم دور میں بھی سائنس نے بے حد ترقی کی تھی لیکن عمران صاحب پھر قدرت نے اس ترقی کو ملیا میٹ کیوں کر دیا۔..... بلیک زیر دنے کہا۔

”اس لئے کہ اس دور کے سائنس وانوں نے انسانوں کے فائدے کے لئے کام کرنے کی بجائے ایسے کاموں کا آغاز کر دیا جس سے حالات میں بگاڑ پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ اگر وہ سائنس دان انسانوں کے لئے فائدہ مند ثابت ہوتے تو پھر یہ سب ملیا میٹ نہ کیا جاتا۔ لیکن اس دور کی سائنسی ترقی سے انسانیت تباہی کے دہانے پر پہنچ گئی تو پھر یہ سب کچھ ملیا میٹ کر دیا گیا۔ اب بھی تم دیکھو کہ بلیک تھنڈر نے سلاجم کو وجود میں لا کر حالات میں بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جس سے بنی نوع انسان کے تباہ ہونے کا خدشہ پیدا ہو گیا ہے اس لئے قدرت اس کے خلاف حرکت میں آگئی ہے اور پوری دنیا کی پرپاورز اس کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی ہیں۔ اگر ہم اس کے خلاف کام نہیں کریں گے تو کوئی اور کرے گا۔ بہر حال قدرت نے تو اپنا توازن برقرار رکھنا ہے۔..... عمران

لئے کہا تو بلیک زیر دنے بے اختیار ایک طویل سائز لیا۔

”آپ درست کہہ رہے ہیں۔ یہ تو واقعی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے اس مقصد کے لئے پاکیتیا سیکرٹ سروس کا انتخاب کیا ہے۔..... بلیک زیر دنے کہا۔

”لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ ہم کیسے اس یقینوں کو ٹریس کریں جہاں یہ کام ہو رہا ہے۔..... عمران نے کہا۔

”جس عورت کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اس کی وجہ سے یہ ساری بات سامنے آئی ہے۔ اس کے بارے میں مزید تفصیلات معلوم کر کے آگے بڑھا جا سکتا ہے۔..... بلیک زیر دنے کہا۔

”فائل میں صرف اتنا موجود ہے کہ یہ عورت یورپ کے ملک کرانس کے دارالحکومت میں اسی برونس ادارے میں کام کرتی تھی۔ اس کا نام لیزا تھا اور اس کے چیف کا نام کیلوں تھا لیکن کیلوں تو عام سانام ہے۔ اس نام کے تو ہزاروں افراد وہاں موجود ہوں گے۔..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر فوٹو، زیبیور اٹھایا اور جیزوی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیے۔

”بلیک ایگل کلب۔..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز شناہی دی۔

”پاکیتیا سے علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔ ٹرموں سے بات کراؤ۔..... عمران نے کہا۔

”نمبر نوٹ کریں۔ اس پر چیف موجود ہیں۔..... دوسری طرف

سے کہا گیا اور ساتھ ہی ایک فون نمبر بتا دیا گیا تو عمران نے کریڈل دبایا اور ٹون آنے پر ایک بار پھر نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔

”بلیک ایگل“..... دوسری طرف سے ٹروین کی آواز سنائی دی۔

”کمال ہے۔ بلیک کو اب تک وائٹ نہ سکی براون تو ہو جانا چاہئے“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ عمران صاحب آپ۔ میں ٹروین بول رہا ہوں“۔ دوسری طرف سے ٹروین نے مسکراتے ہوئے لجھے میں کہا۔

”سچائی تو روشنی ہوتی ہے اور روشنی سفید ہوتی ہے۔ تم ٹروین ہونے کے باوجود بلیک ہو“..... عمران نے کہا تو ٹروین بے اختیار ہنس پڑا۔

”آج بڑے عرصے بعد آپ نے یاد کیا ہے“..... ٹروین نے ہستے ہوئے کہا۔

”جب سچائی کم ہو جائے تو اسے تلاش کرنے کے لئے کسی ٹروین کی ضرورت پڑتی ہے“..... عمران نے جواب دیا۔

”آپ بے فکر رہیں۔ سچائی کی تلاش کے لئے چاہے پاتال میں کیوں نہ جانا پڑے میں اسے تلاش کر لاؤں گا“..... ٹروین نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہاری سابقہ تنظیم بلیک تھنڈر اس بار پوری انسانیت کے لئے خطرہ بن رہی ہے“..... عمران نے کہا۔

”کیا۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ کیسے“..... ٹروین نے حیرت بھرے لجھے میں کہا تو عمران نے اسے ساری تفصیل بتا دی۔

”کیا یہ بات حقائق پر مبنی ہے“..... ٹروین نے حیرت بھرے لجھے میں کہا۔

”ہا۔ پہلے مجھے بھی یقین نہ آیا تھا لیکن پھر جب عالموں اور ماہرین سے بات ہوئی تب پتہ چلا کہ واقعی ایسا ممکن ہے اور اس کے نتائج پوری انسانیت کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں تو چیف نے اس مشن پر کام کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ تب ہی میں نے تمہیں فون کیا ہے“..... عمران نے کہا۔

”آپ حکم دیں مجھے کیا کرنا ہوگا“..... ٹروین نے کہا۔

”جو فائل مجھے بھجوائی گئی ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ یورپ کے ملک کرانس نے دارالحکومت میں بلیک تھنڈر کے تحت کوئی سب سیکشن کام کرتا رہا ہے جس کا انچارج کوئی کیلوں نامی آدمی ہے۔ یہ سب سیکشن اس لیبارٹری کو سپلائی بھجوانے پر مامور تھا۔ گویہ سپلائی برآہ راست نہیں بھجوائی جاتی تھی لیکن بہر حال آغاز اس سے ہوتا تھا۔ اس کیلوں کی پرنسپل سیکرٹری لیزا ایکریمیا گئی اور وہاں کسی سرکاری ایجنس کے سامنے اس نے لیبارٹری میں ہونے والے اس پراجیکٹ کے بارے میں بتا دیا۔ جس پر حکمت ایکریمیا چونک پڑی۔ اس عورت کو ہلاک کر دیا گیا۔ اس طرح یہ معلوم نہ ہوا کہ یہ کیلوں کہاں اور کس انداز میں کام کرتا تھا۔ اگر یہ کیلوں مل

جائے تو اس کے ذریعے ہم سپلائی کا پیچھا کرتے ہوئے اس لیبارٹری تک پہنچ سکتے ہیں۔..... عمران نے کہا۔

”کیلوں ہے تو عام سا نام لیکن کرانس میں میرا نیٹ ورک موجود ہے۔ میں اسے لیزا کے حوالے سے تلاش کر لوں گا۔“
ٹروین نے کہا۔

”کتنا عرصہ لگاؤ گے؟“..... عمران نے کہا۔
”کیلوں کے بارے میں معلومات ملنے میں تو دو تین گھنٹوں سے زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ البتہ آگے کی کارروائی میں عرصہ لگ سکتا ہے۔..... ٹروین نے کہا۔

”تم مجھے صرف کیلوں کے بارے ہمیں معلومات مہیا کر دو۔ باقی کام میں خود کرنوں گا۔ تم نے سامنے نہیں آنا کیونکہ بلیک تھنڈر لا محالہ اس معاملے میں چوکنا ہو گی۔“..... عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ تین گھنٹوں بعد مجھے دوبارہ اسی نمبر پر کال کر لیں۔“..... ٹروین نے کہا تو عمران نے او کے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

”آپ کا خدشہ درست ہے عمران صاحب۔ بلیک تھنڈر تک اس ساری کارروائی کی رپورٹ پہنچ چکی ہو گی اور وہ الرٹ ہو چکی ہو گی۔“..... بلیک ٹروین نے کہا۔

”ہاں۔ وہ بے حد باؤسائل تنظیم ہے اس لئے سپر پاورز کی کارروائیوں کا بھی اسے بخوبی علم ہو گا اور یہ بات بھی ان تک پہنچ

چکی ہو گی کہ سپر پاورز نے اس مشن پر کام کرنے کے لئے پاکیشا نیکر سروس سے درخواست کی ہے۔..... عمران نے کہا۔

”تو سلکتا ہے کہ یہاں آپ کی نگرانی بھی ہو رہی ہو۔“..... بلیک ٹروین نے کہا۔

”لازمًا ہو رہی ہو گی اس لئے جب تک لیبارٹری ٹریس نہ ہو جائے اس وقت تک میں حرکت میں نہیں آ سکتا۔“..... عمران نے کہا
تو بلیک ٹروین بے اختیار چونک پڑا۔

”کیا مطلب۔ کیا آپ یہ سارا کام ٹروین سے کرائیں گے جبکہ ابھی آپ نے اسے کہا ہے کہ وہ صرف کیلوں کے بارے میں معلومات مہیا کر رہے ہیں۔“..... بلیک ٹروین نے کہا۔

”یہ کام فور شارز کریں گے۔ محمود شیرازی کے ہاں انہوں نے مجھے سے درخواست کی تھی کہ اگر اس مشن پر کام ہوتا ہے تو میں چیف سے کہہ کر انہیں ساتھ لے جاؤں جس پر میں نے انہیں کہا تھا کہ یہ مشن اس قدر اہم ہے کہ اگر اس پر کام ہوا تو پوری ٹیم ہی کام کرے گی لیکن اصل مشن تو اس وقت شروع ہو گا جب لیبارٹری کو ٹریس کر لیا جائے گا اور چونکہ بلیک تھنڈر کا ٹارگٹ میں ہوں گا اس لئے فور شارز اس پر کام کریں گے۔“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا اور بلیک ٹروین نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تین گھنٹے باتمیں کرنے اور چائے پینے میں گزار دینے کے بعد عمران نے دوبارہ فون کا رسیور اٹھایا اور ٹروین کا نمبر پر لیں کر دیا۔

اور بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر ایک گھنٹہ مزید گزارنے کے بعد عمران نے ایک بار پھر ٹرو مین سے رابطہ کیا۔

”عمران صاحب۔ مارک کے بارے میں پتہ چل گیا ہے۔ مارک ولٹن کے ایک معروف کلب شک یگم کلب میں استینٹ منیجر ہے۔“..... ٹرو مین نے جواب دیا۔

”کیا اس بات کی تسلی کر لی گئی ہے کہ یہ وہی مارک ہے جس کا تعلق کیلوں سے ہے؟“..... عمران نے پوچھا۔

”جی باں۔ اچھی طرح تسلی کے بعد ہی آپ کو اطلاع دی جا رہی ہے۔ ویسے اگر آپ کہیں تو اس مارک کو انداز کر کے اس سے معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔“..... ٹرو مین نے کہا۔

”نہیں۔ تم اس معاملے میں سامنے نہ آؤ۔ یہ کام میں کرلوں گا۔ تمہارا کام صرف معلومات مہیا کرنے کی حد تک بہتر رہے گا۔“..... عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ جیسے آپ کہیں۔“..... ٹرو مین نے کہا۔

”اوکے گذبائی۔“..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کریڈل دبایا اور ٹون آنے پر تیزی سے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔

”صدیقی بول رہا ہوں۔“..... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے صدیقی کی آواز سنائی دی۔

”ایکسو۔“..... عمران نے مخصوص لمحے میں کہا۔

”کیا رپورٹ ہے ٹرو مین؟“..... رابطہ ہونے پر عمران نے پوچھا۔ ”عمران صاحب۔ کیلوں کے بارے میں معلومات مل گئی ہیں۔ لیکن اس آفس کو بھی کلوز کر دیا گیا ہے اور کیلوں بھی غائب ہے۔ البته اتنا معلوم ہوا ہے کہ آخری بار اس سے ملنے ولٹن میں رہنے والا اس کا دوست مارک آیا تھا۔ مارک کے بارے میں معلومات ملی ہیں کہ اس کا تعلق کسی کلب سے ہے۔“..... ٹرو مین نے کہا۔

”لیکن اس بارے میں حتیٰ معلومات ہونی چاہیں۔“..... عمران نے کہا۔

”مارک چونکہ ولٹن میں رہتا ہے اس لئے میں نے اسے ٹرین کرنے کی کوشش شروع کر دی ہے۔ امید ہے جلد ہی اس کے بارے میں اطلاع مل جائے گی۔“..... ٹرو مین نے کہا۔

”تم اپنے آپ کو صرف اطلاع تک محدود رکھنا ورنہ اس بار بلیک تھندر نے کوئی لحاظ نہیں کرنا۔“..... عمران نے کہا۔

”میں سمجھتا ہوں عمران صاحب۔ آپ ایک گھنٹے بعد دوبارہ تکمیل کریں فون کرنے کی۔ مجھے یقین ہے کہ اتنی دیر میں درست معلومات مل جائیں گی۔“..... ٹرو مین نے کہا تو عمران نے اوکے کہہ کر رسپور رکھ دیا۔

”کیا مارک کو اس کیلوں کے بارے میں علم ہو گا؟“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”دیکھو یہ تو مارک سے معلوم کرنا پڑے گا۔“..... عمران نے کہا۔

”لیں سر“..... صدیقی کا لمحہ یکنخت مودباش ہو گیا۔

”عمران تمہارے ساتھ محمد شیرازی کے پاس گیا تھا۔ اس نے جو رپورٹ دی ہے وہ بے حد اہم ہے۔ اس لیہاری کو ٹریس کرنے کے لئے میں نے تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا انتخاب کیا ہے۔ عمران چونکہ بلیک تھنڈر کے اینجنسٹوں کی نظر میں ہو گا اس لئے عمران تمہارے ساتھ نہیں جائے گا۔ تم نے اپنے طور پر سارا کام کرنا ہے۔ میں نے عمران کو حکم دے دیا ہے کہ وہ تمہیں اس اہم کام کے لئے مکمل طور پر بریف کر دے گا۔“..... عمران نے کہا۔

”لیں سر۔ ہم آپ کے مشکور ہیں سر“..... صدیقی نے مسٹر بھرے لمحے میں کہا تو عمران نے بغیر کوئی جواب دیے مسکراتے ہوئے رسیدور رکھ دیا۔

کیلوں اس وقت مارک کے فلیٹ میں موجود تھا۔ مارک نے اس کے ساتھ واقعی دوستی بھائی تھی۔ نہ صرف اس کا چجزہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے مکمل طور پر تبدیل کروا دیا تھا بلکہ بننے والے اس کے کاغذات بھی بن چکے تھے۔ اب وہ یورپیں کی بجائے یکریمین تھا۔ اس کا نام ڈان تھا لیکن مارک اسے کیلوں کے نام کے ہی پکارتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ یہ نام اس کی زبان پر چڑھا ہوا ہے۔ مارک چونکہ ایک کلب میں اسٹینٹ میجر تھا اس لئے اس نے کیلوں سے بھی کہا تھا کہ وہ بھی اس کے کلب میں سروس کر لے گیں کیلوں نے یہ کہہ کر سروس کرنے سے انکار کر دیا کہ اول تو اسے بلیک تھنڈر سے اتنی رقم مل گئی ہے کہ اسے سروس کرنے کی خردوت ہی نہیں ہے اور دوم وہ سروس کرنے کا عادی ہی نہیں ہے کیونکہ وہ خود اچھا بچ رہا ہے اس لئے اب کسی کے ماتحت رہ کر کام

چھوٹ بھی دے دی گئی ہے۔ اس کی اصل وجہ کیا ہے؟..... مارک نے کہا تو کیلوں بے اختیار ہنس پڑا۔

”تمہاری حرمت اپنی جگہ درست ہے۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو اب تک اس کی لاش کسی گھوڑے کے کیڑے بھی کھا چکے ہوتے۔ تم میرے ایسے دوست ہو جس سے میں کوئی بات چھپا نہیں سکتا۔ سیکشن چیف میرا چھوٹا بھائی ہے اس لئے ایسا ہوا ہے۔..... کیلوں نے کہا تو مارک چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر انتہائی حرمت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”کیا کہہ رہے ہو۔ تمہارا چھوٹا بھائی اور سیکشن چیف“..... مارک نے حرمت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ وہ ذہنی اور جسمانی طور پر بے حد تیز ہے اور بچپن سے ہی جرائم کی دنیا میں داخل ہو گیا تھا اور پھر مافیا میں ڈان کے عہدے تک پہنچ گیا۔ اس کے بعد اسے موقع ملا تو وہ بلیک تھندر میں شامل ہو گیا اور اس نے وہاں ایسی کارکردگی دکھائی کہ اسے میں ہیڈ کوارٹر نے سیکشن چیف بنادیا۔ اب وہ سیکشن چیف ہے۔ اسی نے مجھے اس سپلائی کے کام پر لگایا تھا کیونکہ اس کے خیال کے مطابق یہ کوئی ایسا کام نہ تھا جس میں مجھے کوئی خطرہ لاحق ہو سکتا تھا کیونکہ بہر حال میری ذہنی اور جسمانی کارکردگی ایسی نہیں ہے کہ میں کسی بڑے عہدے پر کام کر سکوں۔ اب بھی اسی کی وجہ سے میں زندہ ہوں ورنہ اس کی جگہ کوئی اور سیکشن چیف ہوتا تو مجھے لازماً گولی مار کے باوجود تمہیں بھاری رقومات بھی مہیا ہو رہی ہیں اور تمہیں کھل-

کرنا اس کے بس میں نہیں رہا۔

کیلوں نے ڈان کے نام سے ایک رہائشی پلازو میں لگذری فلیٹ حاصل کر لیا تھا۔ اس کے پاس ایک نئے ماؤل کی کار بھی تھی اور اس کا کام صرف کلبوں میں آنے جانے اور انبوائے کرنے کی حد تک ہی رہ گیا تھا۔ وہ لارڈ ڈان کھلواتا تھا اور اس نے سب سے یہ کہا ہوا تھا کہ اس کے پاس چونکہ بے شمار کمپنیوں کے شیئرز ہیں جہاں سے اسے انتہائی معقول منافع مل جاتا ہے اس لئے اسے اخراجات کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ کیلوں کو لگلن آئے ہوئے کافی دن گزر گئے تھے اور وہ اکثر مارک سے ملنے اس کے فلیٹ پر آ جاتا تھا۔ اس وقت بھی وہ دونوں بیٹھے شراب پینے میں مصروف تھے۔ ”میری سمجھ میں ایک بات نہیں آتی کیلوں“..... اچانک مارک نے کہا تو کیلوں بے اختیار چونک پڑا۔

”کون سی بات“..... کیلوں نے چونک کر پوچھا۔

”یہ کہ میرا تعلق بھی ایجنسی سے ہے اور مجھے معلوم ہے کہ جب ایجنسیاں کوئی اہم راز کو چھپانا چاہتی ہیں تو وہ اس آدمی کو چاہے“ ان کے لئے کتنی اہمیت ہی رکھتا ہو ہلاک کروادیتی ہیں جس سے اس راز کے افشاں ہونے کا خطرہ ہو۔ تمہارا معاملہ بھی ایسا ہا ہے۔ یہ تنظیم بھی بین الاقوامی ہے اور اس کی نظرؤں میں تمہارا لیسی اہمیت بھی نہیں ہو سکتی کہ وہ تمہارے بغیر قائم نہ رہ سکے۔ اس کے باوجود تمہیں بھاری رقومات بھی مہیا ہو رہی ہیں اور تمہیں کھل-

وی جاتی۔۔۔ کیلوں نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تو یہ بات ہے۔ لیکن کیا تمہاری اس سے ملاقات ہوتی رہتی ہے؟۔۔۔ مارک نے پوچھا۔

”نہیں۔ اسے سیکشن چیف بنے ہوئے تقریباً اٹھارہ سال ہو گئے ہیں۔ اس دوران ہماری کبھی ملاقات نہیں ہوئی اور نہ ہی وہ فون پر بات کرتے ہوئے یہ ظاہر کرتا ہے کہ میں اس کا بڑا بھائی ہوں۔۔۔“ کیلوں نے جواب دیا۔

”ہونہہ۔۔۔ ٹھیک ہے۔ اب بات پوری طرح میری سمجھ میں آ گئی ہے اس لئے تو تم سروس نہیں کر رہے۔۔۔ بہر حال میری فکر دوڑ ہو گئی ہے درنہ مجھے ہر وقت یہی فکر رہتی تھی کہ کسی بھی وقت تمہارے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔۔۔ مارک نے مسکراتے ہوئے کہا۔“ تمہیں معلوم تو ہو گا کہ سپلائی تم کہاں پہنچاتے تھے۔۔۔ مارک نے پوچھا۔

”بال۔۔۔ ظاہر ہے کیوں۔۔۔ کیلوں نے چونک کر پوچھا۔

”تو پھر وہ خفیہ کیسے رہ گئی۔۔۔ جب تمہیں معلوم ہے تو دوسروں کو بھی معلوم ہو گا۔۔۔ مارک نے کہا تو کیلوں بے اختیار ہنس پڑا۔۔۔“

”بلیک تھنڈر کوئی عام سی تنظیم نہیں ہے۔۔۔ انتہائی باوسائل تنظیم ہے۔۔۔ سپلائی میرے آدمی کرانس کے دارالحکومت سے اس کے شہر و ساروں پہنچاتے تھے جہاں ایک چھوٹا سا ماہی گیردیں کا جہاز ہے جس کا نام آسما ہے۔۔۔ یہ سپلائی آسما جہاز پر ماہی گیر رافٹ کے

ذریعے لوڈ کر دی جاتی تھی۔۔۔ اس کے بعد آسما سے لے کر سمندر میں چلا جاتا تھا اس وقت آسما پر کیپٹن انھوں اکیلا موجود ہوتا تھا۔ کوئی کریو ساتھ نہیں ہوتا تھا۔۔۔ پھر یقیناً انھوں اس سپلائی کو کسی قریبی جزیرے پر پہنچا کر واپس آ جاتا تھا۔۔۔ اس جزیرے سے پھر یہ آگے نکل جاتی ہو گی۔۔۔ اس طرح نجات کرنے ہاتھوں سے گزر کر یہ لیبارٹری پہنچتی ہو گی۔۔۔ کیلوں نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ ایسا ہونا بھی چاہئے۔۔۔“ مارک نے کہا تو کیلوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔۔۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو مارک نے ہاتھ پڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔۔۔

”میں۔۔۔ مارک بول رہا ہوں۔۔۔“ مارک نے کہا۔

”مکب سے جا کن بول رہا ہوں ہاں۔۔۔ آپ کے بارے میں ایک صاحب پوچھنے آئے تھے۔۔۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔۔۔“ کون تھا۔۔۔“ مارک نے پوچھا۔

”معلوم نہیں۔۔۔ ویسے اپنے قد و قامت اور انداز سے کوئی سرکاری آدمی ہی لگتا تھا۔۔۔ وہ مجھ سے آپ کے فلیٹ کا نمبر پوچھنا چاہتا تھا لیکن میں نے اسے کہا کہ مجھے علم نہیں ہے جس پر وہ واپس چلا گیا۔۔۔“ جا کن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اب اگر آئے تو اسے بتا دینا۔۔۔ اس میں چھپانے والی کون سی بات ہے۔۔۔ فون پر میری بات کرا دینا۔۔۔“ مارک نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

”نفس۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو اس طرح اہمیت دیتے ہیں جیسے کوئی طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہو۔“..... مارک نے رسیور رکھتے ہوئے کہا۔

”کیا ہوا ہے؟“..... کیلوں نے پوچھا تو مارک نے اسے تفصیل بتا دی۔

”جاں کو اس آدمی پر کوئی شک پڑا ہو گا تو اس نے ایسی بات کی ہے۔“..... کیلوں نے کہا۔

”نہیں۔ یہ چھوٹے لوگ اپنے بڑوں کی عام سی باتوں کو بھی بڑی بات بنا کر ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔“..... مارک نے کہا۔

”یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کوئی تمہارے ذریعے مجھے ٹریس کر رہا ہو۔“..... کیلوں نے کہا تو مارک بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

”اسے کہتے ہیں دل میں چور ہونا۔ میرے ذریعے تمہیں کیسے ٹریس کیا جا سکتا ہے۔ تم وہاں کرافس میں رہتے ہو اور وہیں کام کرتے ہو جبکہ میں یہاں ٹکٹن میں رہتا ہوں۔ میرا تم سے کیا تعلق،“..... مارک نے ہستے ہوئے کہا تو کیلوں بھی شرمندہ سے انداز میں ہنس پڑا۔

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میرے لاشور میں چونکہ اس بارے میں خلش موجود ہے اس لئے بہر حال اب مجھے اجازت۔ میں نے ایک پری کو وقت دیا ہوا ہے۔“..... کیلوں نے کلائی پر بندھی ہوئی

گھری دیکھتے ہوئے کہا۔

”اچھا کون ہے؟“..... مارک نے چونک کر پوچھا۔

”ہے ایک خاتون ذرا ہاتھ میں آ جائے پھر اسے یہاں بھی لے آؤں گا۔ ابھی تو نئی نئی جال میں پھنسی ہوئی ہر فن کی طرح جزوی چوکنا رہتی ہے۔“..... کیلوں نے اٹھتے ہوئے کہا تو مارک اس کے اس فقرے پر بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

منہ بنا�ا کیونکہ رات ڈیر ہے بجے تک تو وہ مسلسل شراب نوشی کرتا رہا تھا اور اسے سوئے ہوئے ابھی صرف ایک گھنٹہ ہی گزرتا تھا کہ فون کی گھنٹی مسلسل بجتے لگ گئی تھی۔ اس نے لیٹے لیٹے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا۔

”اسوانا بول رہا ہوں“..... اس نے نیند کے خمار میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا۔

”پیشل کال“..... دوسری طرف سے ایک سردی آواز سنائی دی تو اسوانا اس طرح اچھلا جیسے اسے بجلی کا انہتائی طاقتور جھوکا لگا ہو۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے رسیور رکھا اور پھر چھلانگ لگا کر وہ بیڈ پیدروم میں ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا نوجوان جس نے جدید انداز اور قیمتی کپڑے کا ناٹ سوت پہننا ہوا تھا گہری نیند سویا ہوا تھا۔ کمرے میں ہلکے نیلے رنگ کا بلب جل رہا تھا جس کی وجہ سے پورا کمرہ خوابناک ماحول میں ڈوبا ہوا سامحسوس ہو رہا تھا۔ سائیڈ تپائی پر فون پڑا ہوا تھا اور فون کے ساتھ ہی ایک کلاک اور ایک ٹیبل یمپ موجود تھا جبکہ دوسری سائیڈ پر موجود تپائی پر شراب کی دو خالی بوتلیں رکھی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ اچانک فون کی تیز گھنٹی بج اٹھی لیکن اس نوجوان پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا لیکن دوسری بار گھنٹی بجتے ہی وہ ملکا سا کسما یا اور پھر گہری نیند میں ڈوب گیا لیکن تیسرا اور پھر چھٹی گھنٹی نے اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹیبل یمپ جلایا اور کلاک کی طرف دیکھا۔ اس وقت رات کے اڑھائی بجے تھے۔ اس نے بے اختیار بر اسا

”اسوانا بول رہا ہوں جناب“..... اسوانا نے انہتائی مودبانہ لمحے میں کہا۔

”لگنٹن سے ایک فلاٹ کر انس پہنچ رہی ہے۔ اس میں چار افراد سوار ہیں جنہوں نے لگنٹن میں کیلوں کو اس کے فلیٹ میں ہلاک کر دیا ہے۔ تم قوری طور پر اپنے سیکشن کے ذریعے ان چاروں

کو ایئر پورٹ پر گھیر کر بے ہوش کر دو اور پھر اپنے ہیڈ کوارٹر میں لے جا کر ان سے معلوم کرو کہ یہ کون لوگ ہیں اور ان کا تعلق کس تنظیم یا گروپ سے ہے اور انہوں نے کیوں کیلوں اور اس کی عورت کو لنگھن میں اس کے فلیٹ میں گھیر کر ہلاک کیا ہے اور پھر مجھے الیون الیون پر پیش کال کر کے رپورٹ دو۔ دوسری طرف سے انتہائی سخت لمحے میں کہا گیا۔

”لیں مر۔ لیکن ان کے بارے میں تفصیلات کہاں سے ملیں گی۔ اسوانا نے پوچھا۔

”ایئر پورٹ پر ایں ایں موجود ہو گا۔ اس کے پاس تمام تفصیلات موجود ہیں۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو اسوانا نے بھل کی کسی تیزی سے آئے کو آف کر کے اس کا سلسلہ فون سے علیحدہ کیا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیے۔

”ایئر پورٹ انکوارٹری۔ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی وی۔

”دلنگھن سے آنے والی فلاٹ کس وقت لینڈ کر رہی ہے۔ - اسوانا نے کلاک پر نظریں جانتے ہوئے پوچھا۔

”ایک فلاٹ تو چار گھنٹے پہلے پہنچ چکی ہے۔ اب آئندہ فلاٹ دو گھنٹے بعد لینڈ کر رہی ہے۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔ اسوانا نے کریڈل دبایا اور ٹوں آنے پر اس نے تیزی سے نمبر

پر لیں کرنے شروع کر دیے۔

”لیں۔ فوراً ہی رسیور اٹھا لیا گیا اور ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”اسوانا بول رہا ہوں میتھو۔ اسوانا نے تیز لمحے میں کہا۔

”لیں باس۔ آپ اور اس وقت۔ دوسری طرف سے میتھو نے حیرت پھرے لمحے میں کہا۔

”میتھو۔ سیکشن ہیڈ کوارٹر سے کال آئی ہے۔ دو گھنٹے بعد ایئر پورٹ پر لنگھن سے آنے والی ایک فلاٹ لینڈ کر رہی ہے جس میں چار افراد سوار ہیں جن کی تفصیل ایئر پورٹ سے مل جائے گی۔ ان افراد نے بقول سیکشن ہیڈ کوارٹر کیلوں کو لنگھن میں ہلاک کیا ہے۔ اس لئے انہیں بے ہوش کر کے ہیڈ کوارٹر لانا ہے اور پھر ان سے تفصیلی پوچھ چکھ کر کے رپورٹ سیکشن ہیڈ کوارٹر کو بھجوانی ہے اس لئے تم لوگ علیحدہ گاڑیاں لے کر ایئر پورٹ پہنچ جاؤ۔ میں بھی پہنچ رہا ہوں۔ اپنے ساتھ ہے ہوش کر دینے والی گیس کے پیش بھی لے جانا۔ وہیں انہیں بے ہوش کر کے ہیڈ کوارٹر لانے کی پلانگ کر لیں گے۔ فوراً پہنچو وہاں۔ اسوانا نے کہا۔

”لیں باس۔ دوسری طرف سے کہا گیا تو اسوانا نے رسیور رکھ دیا اور تیزی سے با تھوڑوم میں گھس گیا۔ اس نے گرم پانی سے غسل کیا تو اس کے ذہن پر شراب کی وجہ سے جو خمار موجود تھا وہ ختم ہو گیا۔ اس نے لباس تبدیل کیا اور پھر الماری سے اپنا مشین

پسل نکال کر اس نے جیب میں ڈالا اور پھر اپنے فلٹ سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیزی سے ایئر پورٹ کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ ایئر پورٹ کی پارکنگ میں اس نے کار روکی تو اسے سامنے ہی میتھو کی کار نظر آ گئی۔ میتھو اس کا استھن تھا اور اس کی ڈیوٹی سب ہیڈ کوارٹر میں رات کو ہوتی تھی۔ اس کا سیکشن دس افراد پر مشتمل تھا جبکہ دن کے وقت ڈیوٹی پال کی ہوتی تھی۔ اس کا سیکشن بھی دس افراد پر مشتمل تھا۔ اسوانا ان سب کا انچارج تھندر کے مقادات کی نگرانی کرتے تھے۔ وہ سب انتہائی تربیت یافتہ تھے۔

اسوانا کیلوں سے بہت اچھی طرح واقف تھا اور اسے معلوم تھا کہ کیلوں بلیک تھندر کی کسی لیبارٹری کو سپاٹی دینے کا کام کرتا ہے۔ پھر کیلوں کو سیکشن ہیڈ کوارٹر کے حکم پر انذر گراونڈ ہونا پڑا اور وہ ولگن چلا گیا۔ اس کا سیکشن مکمل طور پر گلوز کر دیا گیا تھا۔ اب سیکشن افراد نے کیلوں کو اس کے قیمت میں گھس کر ہلاک کر دیا ہے۔ اس کے نقطہ نظر سے سیکشن ہیڈ کوارٹر نے اسے ان لوگوں کو بے ہوش کر کے انداز کرنے کی جو ہدایت کی تھی وہ خاصی مشکل تھی کیونکہ ان چار افراد کو ایئر پورٹ پر ہلاک کرنا تو اس کے لئے ایسا تھا جیسے کیڑے مکوڑے کو ہلاک کر دینا لیکن مسافروں سے بھرے ہوئے ایئر

پورٹ پر انہیں ٹریس کرنا، پھر بے ہوش کر کے لے جانا مشکل کام تھا۔ پولیس انہیں چند قدم بھی آگے نہ جانے دیتی کیونکہ یہاں پولیس کی کار کرداری نہ صرف انتہائی تیز اور فعال تھی بلکہ اس کا کنٹرول بھی بے حد سخت تھا۔ اسوانا یہی سوچتا ہوا ایئر پورٹ کی ہمارت میں داخل ہوا تو وہاں میتھو اسے مل گیا۔ وہ سارٹ جسم اور درمیانے قد کا نوجوان تھا۔ اس نے سوٹ پہنا ہوا تھا۔

اسوانا کو سلام کر کے پوچھا۔
”ان کے بارے میں تفصیل کہاں سے ملے گی جناب۔“ میتھو نے اسوانا کو سلام کر کے پوچھا۔

”ایس۔ ایس یہاں موجود ہو گا۔“..... اسوانا نے کہا۔
”اوہ ہاں۔ وہ ادھر فون بوتھ کے قریب موجود ہے۔ آئیے۔“
میتھو نے کہا اور پھر وہ دونوں اس طرف کو چل پڑے۔ جہاں دس پارہ فون بوتھ بنے ہوئے تھے۔ جہاں سے لوکل اور پیرون ملک کاٹیں کی جا سکتی تھیں۔ ایس ایس ایک کوریئر کمپنی تھی جس کے لوگ خصوصی ساخت کی یونیفارم پہنتے تھے اور ان کے سینے پر ایس کے حروف کے سرخ پنج لگے دور سے ہی نظر آتے تھے۔ چند مکھیں بعد وہ فون بوتھ کے پاس پہنچ گئے تو وہاں دیوار سے پشت لگائے ایک اوہیئر عمر آدمی موجود تھا۔ جس کے سینے پر ایس ایس کا پنج لگا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

”میرا نام اسوانا ہے۔“..... اسوانا نے آگے بڑھ کر کہا تو وہ آدمی چونک کر سیدھا ہو گیا۔

”آپ کا رہائشی فون نمبر کیا ہے؟“..... اس آدمی نے پوچھا تو اسوانا نے اسے فون نمبر بتا دیا۔

”میں سر۔ یہ بھجتے سر ڈلیوری“..... اس آدمی نے جیب سے ایک لفافہ نکال کر اسوانا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی دوسری جیب سے ایک ڈائری نکال کر اس نے اس پر اسوانا کے دستخط لئے اور پھر سلام کر کے مژا اور پارکنگ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اسوانا نے لفافہ کھولا۔ اس میں ایک کاغذ موجود تھا۔ اس نے وہ کاغذ کھولا تو اس پر چار افراد کے حلیمے، لباسوں کی تفصیل اور قدوف قائمت کے بارے میں معلومات تھیں۔

”ان کے کاغذات کی نقول یہاں فیکس ہو چکی ہوں گی۔“..... نقول بھی حاصل کروتا کہ ان پر موجود ان کی تصویریں بھی چیک کر جاسکیں۔ اسوانا نے کاغذ میتحو کے حوالے کرتے ہوئے کہا اور میتحو سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک پیکٹ ساتھا۔ اس نے وہ پیکٹ اسوانا کی طرف بڑھا دیا۔ یہ ان چاروں افراد کے کاغذات تھے جن پر ان کی تصویریں بھی موجود تھیں۔ اسوانا اور میتحو غور سے ان تصویروں کو دیکھنے لگے۔ یہ ایکریمین تھے۔

”اب ہم انہیں آسانی سے پہچان لیں گے اور سنو۔ یہاں ایک پورٹ پر گیس فائر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ لازماً یہاں سے کسی ٹیکسی میں بیٹھ کر جائیں گے۔ جس ہوٹل میں بھی جا کر یہ

شہریں وہاں گیس فائر کر کے انہیں فائر وے سے نکال کر ہیڈ کوارٹر لے آتا“..... اسوانا نے کہا۔

”کیا آپ اب ہیڈ کوارٹر جا رہے ہیں؟“..... میتحو نے پوچھا۔ ”ہاں۔ اور خیال رکھنا۔ پولیس کو اپنے پیچھے نہ لگا لینا اور نہ ہی انہیں سنبھلنے کا کوئی موقع دینا۔ یہ لازماً تربیت یافتہ افراد ہوں گے۔“..... اسوانا نے کہا۔

”میں سر۔ آپ بے فکر رہیں۔“..... میتحو نے جواب دیا تو اسوانا سر ہلاتا ہوا واپس پارکنگ کی طرف بڑھ گیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ میتحو اور اس کا گروپ ایسے معاملات میں انتہائی تربیت یافتہ ہے اس لئے وہ اس کی توقع سے زیادہ ایجھے انداز میں یہ کام کر لیں گے۔

اور ان کا اصل نارگٹ اس لیبارٹری کو ٹریں کرنا ہے۔

عمران کے مطابق چیف نے اسے اس لئے ساتھ جانے سے

روک دیا تھا کہ بلیک تھنڈر کے خفیہ ایجنٹوں نے لازماً عمران پر نظر رکھی ہوئی ہو گی اور جب تک لیبارٹری ٹریں نہ ہو جائے اس وقت

تک ٹیم کامشن پر جانا سوائے خواہ مخواہ کی الجھنوں میں پھنسنے کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ چنانچہ لیبارٹری کو ٹریں کرنے کامشن صدیقی

اور اس کے ساتھیوں کو دیا گیا تھا اور اس کے بعد لیبارٹری کے محل

وقوع کو دیکھ کر چیف نے فیصلہ کرنا تھا کہ اس مشن پر عمران کی سربراہی میں پوری ٹیم کو بھیجا جائے یا نہیں۔ ویسے صدیقی اور اس

کے ساتھی اس بات پر بے حد خوش تھے کہ انہیں بلیک تھنڈر کے خلاف کام کرنے کا موقع دیا جا رہا ہے۔ انہیں بلیک تھنڈر کے

بارے میں اچھی طرح معلوم تھا کہ یہ انتہائی باوسائل اور انتہائی حدید ترین ایجادات استعمال کرنے والی بین الاقوامی تنظیم ہے۔

جس کے سپر ایجنٹوں کا جال پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ پر لیکن انہیں انتہائی تربیت یافتہ اور انتہائی باوسائل لوگ ہوتے ہیں۔

صدیقی اپنے ساتھیوں سمیت لٹکن پہنچا اور پھر انہوں نے جلد

ہی سٹک گیم کلب کو تلاش کر لیا۔ صدیقی نے وہاں جا کر مارک کے بارے میں معلوم کیا تو اسے بتایا گیا کہ مارک کا آج اور کل آف ہے۔ جس پر صدیقی نے اس کی رہائش گاہ کے بارے میں معلوم

کرنے کی کوشش کی لیکن اسے ٹال دیا گیا۔ اس کے بعد صدیقی

دیوبیکل مسافر بردار جیٹ جہاز لٹکن سے یورپی ملک کرانس کی طرف پرواز کر رہا تھا۔ جہاز میں تین سو کے قریب مسافر موجود تھے۔ جن میں صدیقی، خاور، چوبان اور نعمانی بھی شامل تھے۔ صدیقی اور خاور ایک سیٹ پر اور ان کے عقب میں دوسری سیٹ پر نعمانی اور چوبان بیٹھے ہوئے تھے۔ ان چاروں کے چہروں پر ایکریٹین میک اپ تھا۔ وہ لٹکن سے اس پرواز پر سوار ہوئے تھے اور اب ان کی منزل کرانس تھا۔ عمران نے انہیں بریف کرنے کے بعد لٹکن بھجوایا تھا۔ لٹکن میں انہوں نے مارک کا سراغ لگایا کیونکہ انہیں عمران نے بتایا تھا کہ چیف کے فارن ایجٹ کی دی ہوئی معلومات کے مطابق لٹکن کے مشہور سٹک گیم کلب کا اسٹنٹ مینجر مارک ہے اور انہوں نے اس مارک کے ذریعے دراصل کیلوں کو ٹریں کرنا ہے جو بلیک تھنڈر کی اس لیبارٹری کو سپاٹی بھجوایا کرتا تھا

نے ایک دیش کو بھاری رقم دے کر اس سے مارک کی رہائش گاہ کے بارے میں آسانی سے معلوم کر لیا اور پھر وہ مارک کے قبیٹ پر پہنچ گئے۔ قبیٹ کے دروازے کے کی ہول سے اندر بے ہوش کر دینے والی گیس فائز کی گئی اور پھر ماسٹر کی سے دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوئے تو مارک وہاں کرسی پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اسے باندھ کر ہوش میں لا یا گیا اور پھر مارک نے جلد ہی تشدید کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور اس نے انہیں بتایا کہ کیلوں کو وہ کرانس سے اپنے ساتھ لایا تھا اور اس کی پلاسٹک سرجری کرا کر اسے نئے نام سے کاغذات بنوادیئے تھے۔ پھر کیلوں کا پتہ لے کر انہوں نے مارک کو ہلاک کر دیا اور پھر وہ کیلوں کے قبیٹ پر پہنچ گئے۔ یہاں کیلوں کے ساتھ ایک عورت بھی موجود تھی۔

یہاں بھی انہوں نے پہلے بے ہوش کر دینے والی گیس فائز کر کے انہیں بے ہوش کیا اور پھر کیلوں کو کرسی پر باندھ کر اسے ہوش میں لا یا گیا اور اس کے بعد کیلوں بھی تشدید کے سامنے سرٹنڈر ہونے پر مجبور ہو گیا اور اس نے بتایا کہ وہ سپلائی کرانس کے دارالحکومت سے اس کے ساتھی شہروں میں پہنچایا کرتا تھا جہاں ماہی گیروں کا ایک چھوٹا سا جہاز آسوما موجود ہوتا تھا جہاں کیپٹن انہوں نے اکیلا جہاز میں سپلائی لے کر جاتا تھا اور اسے کہیں چھوڑ کر واپس آ جاتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ کوئی معلومات نہ بتا سکا تو کیلوں کو بھی انہوں نے ہلاک کر دیا اور ساتھ ہی وہاں موجود عورت کو بھی اور پھر وہ وہاں

سے نکل کر ایز پورٹ پہنچے لیکن کرانس جانے والی فلاٹ ان کے وہاں پہنچنے سے پندرہ منٹ پہلے جا چکی تھی۔ دوسری فلاٹ چند گھنٹوں کے بعد جانی تھی اس لئے انہوں نے اس فلاٹ میں بکنگ گرفتاری اور پھر وقت گزارنے کے لئے وہ ایک ہوٹل میں چلے گئے پھر فلاٹ کا وقت قریب آنے پر وہ یہی میں ایز پورٹ پہنچ گئے اور اب اس فلاٹ سے وہ کرانس کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔

"اب پروگرام کیا ہے۔ اس انہوں کو تلاش کرنا ہے۔" صدیقی ساتھ بیٹھے ہوئے خاور سے کہا۔

"ہاں۔ دیے میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ یہ انہوں نہیں تندہ نہیں ملے گا۔ کیلوں کو نجات کیوں صرف انڈر گراؤنڈ کیا گیا تھا وہدے ایسی تنظیمیں ایسے لوگوں کو ہلاک کر دیتی ہیں۔ اس انہوں کو ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ہلاک کر دیا ہو۔"..... صدیقی نے جواب دیا۔ "تو پھر ہم آگے کیسے بڑھیں گے"..... خاور نے کہا۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ یہ سپلائی ایک ہی بار نہیں بھجوائی گئی تھی۔ گزشتہ دس سالوں سے بھجوائی جا رہی تھی۔ اس لئے لازماً وہاں کسی نہ کسی ماہی گیر کو یا کسی اور آدمی کو اس بارے میں معلوم ہو گا۔ دوسری صورت میں اس انہوں کے قریبی دوستوں کو تلاش کرنا پڑے گا"..... صدیقی نے کہا تو خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"کیلوں کی ہلاکت کی اطلاع تو لازماً بلیک تھنڈر تک پہنچ گئی ہو

گی۔ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد خاور نے کہا۔

”ہاں۔ لیکن چونکہ عمران صاحب ہمارے ساتھ نہیں ہیں بلکہ پاکیشی میں ہیں اس لئے ان کا خیال اس طرف نہیں جا سکتا۔ وہ کیلوں کے قاتلوں کو دیں لگانے میں تلاش کرتے رہ جائیں گے۔“

صدیقی نے جواب دیا تو خاور نے ایک بار پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد کرانس کے دارالحکومت کے ایئر پورٹ پر چہاز کے لینڈ ہونے کے اعلانات شروع ہو گئے تو وہ سب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے سیٹ بیلٹس پاندھ لیں اور پھر تھوڑی دیر بعد چہاز وسیع و عریض ایئر پورٹ پر لینڈ کر گیا۔ مخفف کاؤنٹر سے گزر کر وہ چاروں پلک لاڈنگ میں پہنچ گئے۔

”میرا خیال ہے کہ ہمیں یہاں رکنے کی بجائے وسارو جانا چاہئے۔“ نعمانی نے کہا۔

”ہاں۔ یہاں ہم نے کیا کرنا ہے۔ تم معلوم کرو کہ وسارو یہاں سے کتنے فاصلے پر ہے اور کیا ہمیں یہاں سے ڈومیٹک فلاٹس ملے گی یا ٹیکسی یا بس سے جانا ہو گا۔“ صدیقی نے کہا تو نعمانی نے اثبات میں سر ہلایا اور ایک طرف بنے ہوئے بہت سے کاؤنٹر میں سے ایک کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آگئا۔

”وسارو یہاں سے صرف دو سو گلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔“ نعمانی کے ذریعے بھی وہاں جا سکتے ہیں۔“ نعمانی نے واپس آگئا۔

کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک ٹیکسی میں سوار ہو کر وسارو کے لئے روانہ ہو گئے۔ ڈرائیور کے ساتھ صدیقی بیٹھا ہوا تھا جبکہ عقیقی سیٹ پر خاور، نعمانی اور چوبان ایک دوسرے میں گھسے ہوئے بیٹھے تھے۔

”ہمارا تعاقب ہو رہا ہے۔“..... اچانک عقیقی سیٹ کی سائیڈ پر بیٹھے ہوئے چوبان نے کہا تو صدیقی سمیت سارے ساتھی بے اختیار چونک پڑے۔

”تعاقب اور یہاں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“..... سب نے می ایک زبان ہو کر کہا۔ وہ سب کرانسی زبان بول رہے تھے تاکہ ڈرائیور ان کی بات نہ سمجھ سکے۔

”سرخ رنگ کی کار ایئر پورٹ سے مسلسل ہمارے پیچے ہے۔“..... چوبان نے کہا۔

”اوہ ہاں۔ واقعی ایک دو بار یہ ہمارے آگے بھی جا چکی ہے۔“..... خاور نے کہا۔ اسی لمحے سرخ رنگ کی کار کی رفتار یکخت تیز ہوئی اور وہ ان کی ٹیکسی کے برابر آگئی۔

”ٹیکسی روکو۔ پیش پولیس۔“..... سرخ رنگ کی کار میں ڈرائیور کے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک درمیانہ قد کے آدمی نے انتہائی سخت لہجے میں کہا تو ٹیکسی ڈرائیور نے تیزی سے ٹیکسی کی رفتار کم کی اور

اسے سائیڈ پر لے جانے لگا جبکہ صدیقی اور اس کے ساتھی بے اختیار چونکے ہو کر بیٹھ گئے۔ ٹیکسی رکی تو وہ سرخ کار بھی رک گئی

اور دروازہ کھول کر وہی آدمی باہر نکلا۔

"بہم صرف منتظر چیک کرنا چاہتے ہیں"..... اس آدمی نے قریب آ کر سخت لمحے میں کہا اور پھر اس سے پہلے کہ صدیقی اسے کوئی جواب دیتا اچانک لٹک کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی ٹیکسی میں سفید رنگ کا دھواں پھیلتا چلا گیا اور صدیقی کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کا ذہن کسی گھری ولدیل میں غرق ہوتا چلا جا رہا ہے۔ یہ احساس بھی صرف چند محسوس کے لئے ہوا پھر اس کے تمام حواس تاریکی میں ڈوب سے گئے۔ پھر جس طرح گھرے اندر ہرے میں بھلی چمکتی ہے اس طرح اس کے ذہن میں بھی بھلی سی چمکی اور پھر یہ روشنی تیزی سے پھیلتی چلی گئی۔ اس کے ساتھ ہی اسے اپنے جسم میں درد کی تیز لہریں سی دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں اور شاید اسی تیز درد کی وجہ سے اس کا شعور یعنی سخت ایک جھلک سے جاگ اٹھا۔

صدیقی نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن دوسرے ہی لمحے اس کے منہ سے بے اختیار ایک طویل سائز لکل گئی کہ وہ ٹیکسی کی بجائے ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں ایک کری پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کا جسم راڑز میں جکڑا ہوا تھا۔ اس نے گردن گھمانی تو اس کے ساتھ ہی اس طرح راڑز میں جکڑے ہوئے اس کے ساتھی بھی کرسیوں پر موجود تھے اور ایک آدمی سب سے آخر میں موجود نعمانی کے بازو میں انجکشن لگا رہا تھا جبکہ خاور سمیت سب ساتھیوں کی گرد نیس ڈھلنکی ہوتی تھیں۔ سامنے خالی کریاں پڑی تھیں۔ صدیقی

کے ساتھ والی کرسی پر موجود چوہاں کے جسم میں حرکت کے آثار واضح طور پر نظر آ رہے تھے۔ اسی لمحے وہ آدمی انجکشن لگا کر واپس مڑا۔ اس نے باتحہ میں موجود سرخ ایک طرف پڑی ہوئی بڑی سی ٹوکری میں اچھال دی۔

”یہ ہم کہاں ہیں اور ہمیں کیوں اس طرح باندھا گیا ہے“۔ صدیقی نے پوچھا لیکن وہ آدمی کوئی جواب دینے بغیر تیز تیر قدم اٹھاتا کمرے سے باہر چلا گیا۔ تھوڑی ویر بعد ایک ایک کر کے اس کے سارے ساتھی ہوش میں آ گئے۔ صدیقی چونکہ ہال کے کنارے میں موجود کری پر تھا اس لئے وہ اپنی ٹانگ موڑ کر کری کے عقب میں لے گیا اور پھر تھوڑی سی کوشش کے بعد اسے احساس ہو گیا کہ عقیقی پائے میں کوئی بٹن نہیں ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ ان راڑز کا سنتروں سامنے دیوار پر موجود سوچ بورڈ کے بٹنوں سے ہے۔ اس نے ٹانگ موڑ کی اور اسے سیدھا کر لیا۔ اب اس نے کری کے سامنے والے پائے کے ساتھ پیر کو اپر نیچے کرنا شروع کر دیا کیونکہ ایک سٹم میں ارتھ کے لئے آخری یا سب سے پہلی کری کے بجائے ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں ایک کری پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کا جسم راڑز میں جکڑا ہوا تھا۔ اس نے گردن گھمانی تو اس کے ساتھ ہی اس طرح راڑز میں جکڑے ہوئے اس کے ساتھی بھی کرسیوں پر موجود تھے اور ایک آدمی سب سے آخر میں موجود نعمانی کے بازو میں انجکشن لگا رہا تھا جبکہ خاور سمیت سب ساتھیوں کی گرد نیس ڈھلنکی ہوتی تھیں۔ سامنے خالی کریاں پڑی تھیں۔ صدیقی

اسی لمحے سب نے ہوش میں آتے ہی بھی سوال کیا جو صدیقی نے اس آدمی سے پوچھا تھا لیکن وہ سب چونکہ تربیت یافت تھے اس کے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

”تو ان کے میک اپ واش نہیں ہوئے ہیرگی“..... درمیان والی کری پر بیٹھے ہوئے آدمی نے اس آدمی سے کہا جس نے انہیں انگشن لگائے تھے۔

”نہیں باس۔ یہ میک اپ میں نہیں ہیں“..... اس آدمی نے ہے ہیرگی کہا گیا تھا، مودبانہ لبجھے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ ”کیا نام ہے تمہارا“..... اس نوجوان نے سامنے موجود صدیقی سے پوچھا۔

”میرا نام مائیکل ہے اور یہ میرے ساتھی ہیں۔ ہم سیاح ہیں۔ تم کون ہو ہمیں کیوں اس طرح انگوا کر کے یہاں جکڑا گیا ہے۔ ہماری بات ایکریمین سفارت خانے سے کراوے“..... صدیقی نے کہا تو وہ نوجوان بے اختیار ہنس پڑا۔

”میتھو۔ ان کے کاغذات چیک کرائے ہیں“..... باس نے اس بازار دوسرے آدمی سے کہا۔ جس نے ان کی ٹیکسی روکی تھی۔

”لیں باس۔ کاغذات درست ہیں“..... میتھو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم نے کیلوں کو اس کے قیمت میں گھس کر کپوں ہلاک کیا گیا تھا“..... باس نے اس پار صدیقی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”کیلوں۔ ہلاک۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ ہمارا کسی کی ہلاکت سے کیا تعلق اور کون کیلوں“..... صدیقی نے کہا۔

”ہیری الماری سے کوڑا نکالو اور اس وقت تک اس پر کوڑے کری پر بیٹھے گئے۔

لئے ہوش میں آتے ہوئے انہوں نے ایکریمین زبان اور لہجہ ہی استعمال کیا گیا تھا۔ ویسے یہ بات صدقی پہلے ہی چیک کر چکا تھا کہ سب ساتھیوں کے وہی چہرے تھے جو میک اپ سے بنائے گئے تھے اور چونکہ میک اپ عمران کے خصوصی فارمولے کے تحت کیا گیا تھا اس لئے ظاہر ہے وہ کسی میک اپ واشر سے واش نہیں ہو سکتا تھا۔ اس بار معاملہ چونکہ بلیک تھنڈر کا تھا اس لئے عمران نے خصوصی طور پر انہیں اس میک اپ کا فارمولہ بتایا تھا اور ویسے بھی انہیں ہر قدم پر محتاط رہنے کا کہا تھا۔ وہ اس لئے خاموشی سے بیٹھے ہوئے تھے کہ انہیں معلوم نہ تھا کہ یہ کیا چکر ہے اور آپس میں کوئی ایسی بات کرنے سے بھی انہیں انگوا کرنے والوں کا مقصد پورا ہو سکتا تھا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ ان دونوں کے کاندوں سے مشین گنیں لٹک رہی تھیں۔ یہ دونوں یورپیں تھے۔ وہ دونوں دروازے کے ساتھے ہی دیوار سے پشت لگ کر کھڑے ہو گئے۔

چند لمحوں بعد ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے وہی درمیانے قد اور درمیانے جسم کا نوجوان تھا جس نے ان کی ٹیکسی روکی تھی اور ان دونوں کے پیچھے وہ آدمی تھا جس نے انہیں انگشن لگائے تھے۔ وہ تینوں سامنے موجود کریمیوں پر آ کر بیٹھے گئے۔ لمبے قد اور بھاری جسم کا نوجوان درمیان والی کری پر اور باقی دونوں سائیڈ والی کریمیوں پر بیٹھے گئے۔

بہانتے رہو جب تک یہ سچ بولنا شروع نہ کر دے یا اس کی روح نہ نکل جائے۔ اگر روح نکل جائے تو پھر یہی کارروائی اس کے ساتھ والے آدمی پر دوہرا۔..... باس نے ہیری سے مخاطب ہو کر سرد لمحے میں کہا۔

”یہ باس“..... ہیری نے اٹھتے ہوئے کہا اور ایک کونے میں موجود لوہے کی بڑی سی الماری کی طرف بڑھ گیا۔

”تم اپنی بات کرو مسٹر مانگیل اور سب کچھ سچ بتا دو ورنہ تمہارے جسم کا ریشہ ریشہ علیحدہ کر دیا جائے گا“..... اس باس نے کرخت لمحے میں کہا۔ اسی لمحے ہیری نے الماری کھول کر اس میں موجود ایک خاردار کوڑا نکالا اور الماری کو بند کر کے وہ واپس مڑا۔ ”ہم بے قصور ہیں۔ تم خواہ مخواہ ہم پر تشدد کرنا چاہتے ہو۔“ صدیقی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”تم وسارو جا رہے تھے۔ کیوں؟“..... اس آدمی نے کہا۔

”ہم سیاح ہیں اور ہمیں بتایا گیا تھا کہ وسارو دار الحکومت سے بھی زیادہ خوبصورت علاقہ ہے“..... صدیقی نے جواب دیا تو باس بے اختیار نہیں پڑا۔

”تم نے وسارو شہر دیکھا ہوانہیں ہے ورنہ تم کبھی یہ فقرہ نہ بولتے۔ وسارو کرانس کا سب سے گندा علاقہ ہے“..... باس نے بنتے ہوئے کہا۔

”ہو گا ہم واپس آ جاتے“..... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے

کہا۔

”سنو آخری بار کہہ رہا ہوں کہ سب کچھ سچ سچ بتا دو۔ تمہارا میک اپ واش ہو جاتا تو ہمارے لئے خاصی آسانی پیدا ہو جاتی۔ لیکن اب تمہاری زبان کھلوانا ہماری مجبوری بن چکی ہے۔ تم نے کیلوں کو ہلاک کیا ہے۔ یہ بات طے ہے۔ تمہارے حلينے اور تمہارے لباسوں کی تفصیل تمہارے یہاں پہنچنے سے پہلے وہاں سے ہم تک پہنچ چکی تھی اور جب تم وہاں سے یہاں کے لئے روانہ ہوئے تھے تو تمہاری فلاٹ کی تفصیل اور تمہاری سیٹوں کے نمبر تک لیکن تمہارے میک اپ واش نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں اپنا خیال بدلنا پڑا۔ اب ہمارا خیال ہے کہ تمہارا تعلق واقعی انکریمیا سے ہو گا اور تمہیں پاکیشیا سیکرٹ سروس نے ہائز کیا ہو گا“..... باس نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”تمہارا اپنا تعلق کس تنظیم سے ہے؟“..... صدیقی نے اس بار بڑے سادہ سے لمحے میں کہا تو باس بے اختیار چونک پڑا۔ ”اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ تم واقعی سیاح نہیں ہو ورنہ تم ایسا سوال ہرگز نہ کرتے“..... باس نے کہا۔

”جب تم نے کھل کر بات کی ہے تو ہمیں بھی کھل کر بات کرنی چاہئے۔ تم نے جو سوال کئے ہیں ان کے جواب دینے سے پہلے ہمیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ تم کون ہو اور تمہارا تعلق کس سے

ہے۔۔۔ صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اگر میں تمہیں تفصیل بتا دوں تو کیا تم بھی تمام تفصیل بتا دو گے۔ خاص طور پر اپنے بارے میں اور اس کے بارے میں جس نے تمہیں پاکیشائی زبان میں بات کرتے ہوئے کہا تو نعمانی نے اس بار جواب دینے کی بجائے اثبات میں باس نے کہا۔

”ہا۔ بتا دوں گا۔۔۔ صدیقی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”میں نے ارتھ کی تار کو چیک کر لیا ہے۔ اب میں اپنے راؤز غائب کر سکتا ہوں۔ اچانک دوسرے کونے میں بیٹھے ہوئے ہوئے نعمانی نے پاکیشائی زبان میں کہا تو باس اور اس کے ساتھی بے اختیار چوکنک پڑے۔

”یہ۔ یہ۔ یہ کون سی زبان ہے۔ بتاؤ کیا کہا ہے اس نے۔۔۔ باس نے یکخت چیختے ہوئے کہا۔

”یہ ایکریمیا کی ریاست کی مقامی زبان ہے اور میرے اس ساتھی کا تعلق اسی ریاست سے ہے۔ وہ مجھے کہہ رہا تھا کہ تم لوگ سب کچھ معلوم کرنے کے بعد بھی ہمیں زندہ نہ چھوڑو گے۔۔۔ صدیقی نے کہا۔

”اس کا فیصلہ تمہارے بیان کے بعد ہو گا۔ اگر تم نے بیچ بولا تو تمہیں رعایت دے دیں گے ورنہ نہیں۔۔۔ باس نے کہا۔

”میں اپنے ساتھی کو تسلی دے دوں۔۔۔ صدیقی نے کہا اور اس

کے ساتھ ہی اس نے نعمانی سے کہنا کہ وہ اس کے سر کو دیکھتا رہے۔ جیسے ہی وہ اپنے سر کو پیچھے کی طرف جھکلے وہ ارتھ کی تار توڑ کر راؤز غائب کر دے اور اس کے بعد اس کا کام مسلح افراد پر قابو پانا ہو گا۔۔۔ صدیقی نے بھی پاکیشائی زبان میں بات کرتے ہوئے کہا تو نعمانی نے اس بار جواب دینے کی بجائے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”باس یہ لوگ کوئی سازش کر رہے ہیں۔۔۔ اچانک ساتھ بیٹھے ہوئے میتھو نے باس سے کہا۔

”اجتن ہو گئے ہو۔ یہ راؤز میں جکڑے ہوئے بے بس ہیں اور چاہے یہ جتنے بھی طاقتور ہوں یہ راؤز کو نہیں توڑ سکتے۔ ایسی صورت میں یہ کیا سازش کر سکتے ہیں۔۔۔ باس نے میتھو کو ڈانٹنے والے لجھے میں کہا تو میتھو ہونک بکھنچ کر خاموش ہو گیا۔

”میرا نام اسوانا ہے اور میں بلیک تھنڈر کا سپر ایجنٹ ہوں۔ تمہارے بارے میں اطلاع سیکشن ہیڈ کوارٹر نے دی ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ تم یہاں کسی ہوٹل میں رہو گے لیکن جب میتھو کو اطلاع ملی کہ تم نے وسارو کے لئے نیکسی بک کرائی ہے تو تمہیں فوری بے ہوش کر کے یہاں لے آیا گیا۔۔۔ باس نے بڑے فخریہ لجھے میں کہا۔

”کیا تمہیں معلوم ہے کہ کیلوں کو کیوں ہلاک کیا گیا ہے۔۔۔ صدیقی نے کہا۔

”تم نے لازماً اس سے پلائی کے بارے میں پوچھے پچھہ کی ہو گی لیکن تمہیں کیلوں کے بارے میں علم کیسے ہو گیا۔ وہ تو اندر گرا دند تھا“..... اسوانا نے کہا۔

”جب وہ اندر گرا دند ہوا تو اس کے ساتھ آخری بار اس کا دوست مارک دیکھا گیا اور مارک اسے اپنے ساتھ نگٹن لے گیا اور وہاں اس نے اس کی پلامنک سر جری کر کر اس کا چہرہ مستقل طور پر بدل دیا اور ڈان کے نام سے اس کے نئے کاغذات بھی بنوا دیئے۔

پہلے ہم مارک تک پہنچے پھر مارک نے کیلوں کی رہائش گاہ کی نشاندہی کر دی۔ پھر کیلوں نے ہمیں بتایا کہ وہ پلائی و سارو کے ساحل پر ایک چھوٹے سے بحری جہاز کے کیپٹن انھوں کو پہنچاتا تھا۔ اب ہم اس انھوں کو ملاش کرنے کے لئے و سارو جا رہے تھے کہ تم نے ہمیں اچانک گھیر لیا“..... صدیقی نے جواب دیا۔

”تمہارا تعلق کس سے ہے“..... اسوانا نے پوچھا۔

”ہمارا تعلق انکریمیا کی ایک سرکاری ایجنسی ریڈ ولف سے ہے“..... صدیقی نے جواب دیا۔

”اوہ۔ تو یہ بات ہے۔ بہر حال اب تم مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ“..... اسوانا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے مشین پیطل نکالا ہی تھا کہ اچانک کٹاک کٹاک کی آوازوں سے ہال گونج اٹھا اور اسوانا سمیت سب چونک پڑے۔ دوسرے لمحے

صدیقی کے قریب کھڑا ہیری جو ہاتھ میں خاردار کوڑا پکڑے کھڑا تھا چھٹا ہوا اڑ کر اسوانا اور میتھو سے جا لکھ ریا اور ان دونوں کو ساتھ لیتا ہوا نیچے فرش پر جا گرا۔

اسی لمحے نعمانی نے یکخت چھلانگ لگائی لیکن چونکہ اس کے اور مسلح افراد کے درمیان فاصلہ زیادہ تھا اس لئے وہ ان کے سنبھلنے سے پہلے ان تک پہنچ نہ سکا۔ لیکن غنیمت یہ تھا کہ دونوں کی مشین گنیں ان کے ہاتھوں میں نہیں تھیں۔ البتہ نعمانی کے پہنچنے سے پہلے وہ دونوں سنبھل پکے تھے اور انہوں نے مشین گنیں کا ندھر سے اٹا رہنے کی کوشش کی لیکن ان کی یہ کوشش ناکام ہو گئی اور دونوں کی مشین گنیں ان کے ہاتھوں سے نکل کر ایک طرف جا گریں لیکن وہ دونوں چونکہ تربیت یافتہ تھا اس لئے وہ نعمانی سے اسی انداز میں نکلا گئے کہ باوجود شدید کوشش کے نعمانی کے ہاتھ مشین گن تک نہ پہنچ سکے اور پھر وہاں نعمانی اور ان دونوں کے درمیان انتہائی خوفناک ناٹ اس انداز میں شروع ہو گئی کہ جسے دیکھ کر خود ہی اندازہ ہو جاتا تھا کہ یہ موت اور زندگی کی جنگ لڑی جا رہی ہے جبکہ اوہر صدیقی اسوانا اور اس کے ساتھی سے اڑ رہا تھا۔

خاردار کوڑا صدیقی کے ہاتھ آ گیا تھا اور پھر اسوانا اور میتھو، ہیری کے لکھانے پر کرسیوں سمیت نیچے گرنے کے باوجود انتہائی ماہر انداز میں اٹھے اور انہوں نے صدیقی پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن صدیقی کے کوڑے کی شراب پر شراب اور ان تینوں

خاور کے جسموں کے گرد موجود راڑز غائب ہو گئے اور وہ دونوں تیزی سے اٹھے اور انہوں نے فرش پر پڑی ہوئی ایک مشین گن اور ایک مشین پسل جو اسوانا کے ہاتھ سے نکل کر ایک طرف جا گرا تھا، اٹھایا اور دوڑتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے جبکہ صدیقی نے آگے بڑھ کر پہلے اسوانا کو چیک کیا اور پھر میتھو اور ہیری کو۔ اسوانا زندہ تھا جبکہ ہیری اور میتھو دونوں ہلاک ہو چکے تھے۔ صدیقی نے اسوانا کو اٹھایا اور کاندھے پر ڈال کر وہ اسے اس کرسی کے قریب لے آیا جس پر چوبیں موجود تھا۔ اس نے اسے کرسی پر ڈالا اور مڑ کر دیوار کے قریب پہنچ گیا اور سرخ ٹین پر لیں کرنے شروع کر دیئے اور پھر ایک ٹین پر لیں ہوتے ہی کٹاک کٹاک کی آواز گر کر دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی لیکن شرداپ کی آواز کے ساتھ ہی وہ آدمی کوڑے کی ضرب کھا کر چینتا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس نے پہنچ دیا جیسے پانی سے نکلنے والی مچھلی ترپتی ہے جبکہ اسی لمحے مشین گن کی فائرنگ ہوئی اور اس کے ساتھ ہی وہ آدمی ایک جھٹکے سے ساکت ہو گیا۔ یہ فائرنگ نعمانی نے کی تھی جبکہ میتھو، ہیری اور اسوانا تینوں اب ساکت ہو چکے تھے۔

”باہر جا کر چیکنگ کرو“..... صدیقی نے تیز لمحے میں کہا اور خود آگے بڑھ کر اس نے دروازے کے قریب دیوار پر نصب سونچ پورا پر موجود سرخ رنگ کے ٹینوں کو پر لیں کرنا شروع کر دیا اور اس کے ساتھ ہی کٹاک کٹاک کی آوازیں سنائی دیں اور چوبیں اور صدیقی مڑا اور اس نے ایک طرف پڑا ہوا کوڑا اٹھایا اور اس الماری

کے حلق سے نکلنے والی چینوں سے ہال گونج اٹھا۔ ان تینوں نے گو صدیقی سے ٹکرائے اور کوڑا پکڑنے کے ساتھ ساتھ مختلف سستوں میں بھاگنے کی بھی بے حد کوشش کی لیکن صدیقی تو بجلی بنا ہوا تھا۔ اس نے ان کی یہ سب کوششیں بار آور نہ ہونے دیں اور چند ہی لمحوں بعد وہ تینوں زخموں سے چور فرش پر پڑے ترپ رہے تھے۔ اس دوران نعمانی نے ایک آدمی کی گردان توڑ دی تھی جبکہ دوسرا ابھی تک اس سے نبرد آزماتھا۔

”تھٹ جاؤ“..... صدیقی نے چھپ کر کہا تو نعمانی یکخت اچھل کر سائیڈ میں ہوا ہی تھا کہ شرپ کی آواز کے ساتھ ہی وہ آدمی کوڑے کی ضرب کھا کر چینتا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس نے پہنچ دیا جیسے پانی سے نکلنے والی مچھلی ترپتی ہے جبکہ اسی لمحے مشین گن کی فائرنگ کی دوسری ضرب نے اسے اس انداز میں تڑپنے پر مجبور کر دیا جیسے پانی سے نکلنے والی چینوں سے ہال گونج اٹھا۔ اسی لمحے میتھو اور ہیری کی آواز کے ساتھ ہی وہ آدمی ایک جھٹکے سے ساکت ہو گیا۔ یہ فائرنگ نعمانی نے کی تھی جبکہ میتھو، ہیری اور اسوانا تینوں اب ساکت ہو چکے تھے۔

”باہر جا کر چیکنگ کرو“..... صدیقی نے تیز لمحے میں کہا اور خود آگے بڑھ کر اس نے دروازے کے قریب دیوار پر نصب سونچ پورا پر موجود سرخ رنگ کے ٹینوں کو پر لیں کرنا شروع کر دیا اور اس کے ساتھ ہی کٹاک کٹاک کی آوازیں سنائی دیں اور چوبیں اور

کی طرف بڑا گیا جس میں سے ہیری نے کوڑا نکالا تھا۔ صدیقی نے الماری کے نچلے خانے میں پانی کی بڑی بوتلیں دیکھی تھیں۔

اس نے الماری کھوی اور اس میں سے پانی کی ایک بڑی بوتل اٹھا کر وہ واپس سوانا کے قریب آیا تو اسوانا کی حالت خاصی خراب ہو رہی تھی۔ وہ اس طرح رک رک کر کراہ رہا تھا جیسے ابھی بچکی آ کر اس کا سانس رک جائے گا۔ صدیقی نے کوڑا نیچے رکھا اور بوتل کا ڈھلن کھول کر اس نے ایک ہاتھ سے اسوانا کا سر پکڑ کر اونچا کیا اور دوسرے ہاتھ میں موجود بوتل کا دہانہ اس نے اسوانا کے سانس لینے کے لئے کھلے ہوئے منہ میں ڈال دیا اور اسوانا نے اس طرح پانی پینا شروع کر دیا جیسے پیاسا اونٹ پانی پینتا ہے۔ جب آؤٹی بوتل اسوانا کے حلق سے نیچے اتر گئی تو صدیقی نے بوتل منہ سے ہٹائی اور باقی ماندہ پانی اس نے اسوانا کے زخمیں پر انڈیل دیا۔ اسی لمحے نعمانی اندر داخل ہوا۔

”باہر ان کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے“۔ نعمانی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم باہر کا خیال رکھو۔ میں اس سے پوچھ چکھ کر کے آتا ہوں“۔ صدیقی نے کہا تو نعمانی سر ہلاتا ہوا واپس باہر چلا گیا۔

”تم۔ تم نے راڑز کیسے کھول لئے۔ تم۔ تم جادوگر ہو“۔ اسوانا نے رک رک کر کہا۔ گواں کی حالت اب پہلے سے بہت بہتر تھی۔

لیکن اس کے باوجود وہ اچھی طرح سے بول نہ سکتا تھا۔

”تمہارے سیشن ہیڈ کوارٹر کا فون نمبر کیا ہے؟“۔ صدیقی نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے اس کا سوال کرتے ہوئے کہا۔

”کسی کو نہیں معلوم سیشن ہیڈ کوارٹر خود کاں کرتا ہے؟“۔ اسوانا نے جواب دیا۔

”تم ہمیں ہلاک کر کے رپورٹ کہاں دیتے؟“۔ صدیقی نے پوچھا۔

”انہیں خود اطلاع مل جاتی۔ ان کے آدمی ہر جگہ موجود ہوتے ہیں اور وہ خود رپورٹ طلب کرتے ہیں۔ تم۔ تم نے راڑز کیسے ہٹائے۔ تم۔ تم کون ہو؟“۔ اسوانا نے کراہتے ہوئے لمحے میں کہا۔

”ہمارا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے؟“۔ صدیقی نے کہا تو اسوانا کے جسم کو اس قدر زوردار جھٹکا لگا کہ جیسے لاکھوں دلشیخ کا الیکٹرک کرنٹ اچانک اس کے جسم سے گزر گیا ہو۔

”مم۔ مگر میک اپ۔ تمہارے میک اپ تو واش نہیں ہوئے؟“۔

اسوانا نے رک رک کر کہا۔

”یہ اپیشل میک اپ ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ لیبارٹری کہاں ہے جہاں کیلوں سپلائی بھجواتا تھا؟“۔ صدیقی نے کہا۔

”نن۔ نن۔ نہیں۔ کسی کو معلوم نہیں۔ کسی کو بھی نہیں۔“۔ اسوانا نے رک رک کر کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کی گردن یکنخت ایک جھٹکے سے ڈھماک گئی۔ وہ دوبارہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ صدیقی

نے ایک طویل سانس لیا اور واپس مڑ کر کمرے سے باہر آ گیا۔
اس کے ساتھی بھی باہر موجود تھے۔

گئے اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ سب لباس تبدیل کر کے باہر نکلنے کے لئے تیار تھے۔ صدیقی نے نہماں کو اسوانا کو ختم کر کے اسے راہز سے آزاد کر کے فرش پر ڈالنے کا کہا اور خود اس نے باقی ساتھیوں کے ساتھ مل کر خفیہ راستہ تلاش کرنا شروع کر دیا۔

”میرا خیال ہے کہ ہمیں جلد سے جلد یہاں سے نکل جانا چاہئے کیونکہ ہمارے چہروں اور ہمارے لباسوں کی پوری تفصیل و نکلن سے یہاں بھجوائی گئی ہے اور اسوانا کے مطابق ہر جگہ ان کے آدمی موجود ہیں جو سیکشن ہیڈ کوارٹر کو ساتھ ساتھ رپورٹیں دیج رہتے ہیں اس لئے اس بات کا بھی ان لوگوں کو علم ہو گیا ہو گا کہ ہمیں انہوا کر کے یہاں لایا گیا ہے۔ ابھی تو وہ خاموش ہوں گے کہ ہم سے پوچھ چکھ ہو رہی ہے لیکن جیسے ہی انہیں اس واردات کا علم ہوا وہ پاگل کتوں کی طرح ہمیں گھیر لیں گے۔۔۔۔۔ صدیقی نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

”یہاں لازماً کوئی خفیہ راستہ بھی ہو گا۔ ہمیں میک اپ کر کے وہاں سے نکلنا ہو گا۔“۔۔۔۔۔ چوہاں نے کہا۔

”اور علیحدہ علیحدہ ہو کر۔ گروپ کی صورت میں نہیں۔“۔۔۔۔۔ صدیقی نے کہا اور پھر وہ سب خاور کی رہنمائی میں ایک بڑے کمرے میں آ گئے۔ یہاں دیوار کے ساتھ باقاعدہ لباسوں کی الماریاں موجود تھیں اور ایک الماري میں آئیں اور میک اپ کا سامان بھی موجود تھا لیکن صدیقی کے کہنے پر انہوں نے وہاں موجود ماسک میک اپ باکس نکالا اور اپنے اسی میک اپ کے اوپر ماسک میک اپ کر کے الماریوں سے اپنے سائز کے لباس نکالے اور باقاعدہ روم میں گھس

”سیشن کال“..... دوسری طرف سے ایک غرأتی ہوئی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو پال بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے تصور میں بھی نہ تھا کہ یہاں اس وقت سیشن ہیڈکوارٹر کے بھی کال آ سکتی ہے۔ اس نے بھل کی سی تیزی سے مڑ کر ایک لماری کا نچلا خانہ گھولा اور اس میں سے ایک چھوٹا سا آہنگ نکال کر اس نے اس کا لنگ فون سے کیا اور پھر اس آ لے کا ٹھنڈا آن کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ ساتھ پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اب اسے سیشن ہیڈکوارٹر سے کال کا انتظار تھا۔ چند لمحوں بعد فون کی گھنٹی لمبے قد اور ورزشی جسم کا مالک پال اپنے فلیٹ کے باہر ہو رہا۔

ایک بار پھر نج اٹھی تو پال نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔ ”پال بول رہا ہوں“..... پال نے انتہائی مواد بانہ لجھے میں کہا۔ ”فوراً سب ہیڈکوارٹر پہنچو اور وہاں جو کچھ ہو رہا ہے یا جو کچھ پہنچا ہے سب کچھ چیک کرو۔ پھر تم سے وہیں سے رپورٹ لی جائے گی“..... دوسری طرف سے انتہائی سرد اور سخت لجھے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو پال کے چہرے پر انتہائی حرمت کے تاثرات ابھر آئے۔ اسے سیشن ہیڈکوارٹر کی اس کال کی سمجھ نہ آئی تھی۔ سب ہیڈکوارٹر میں کیا ہو سکتا تھا۔ وہاں کی گھنٹی نج اٹھی۔

”یہ صحیح کس کی کال آ گئی“..... پال نے بڑھاتے ہوئے کہا اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔ ”یہ۔ پال بول رہا ہوں“..... پال نے کہا۔

بھی جاری کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ وہ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آ گیا۔ اس نے فون کے ساتھ نسلک آلہ علیحدہ کیا، اسے واپس الماری میں رکھ کر اس نے الماری بند کی اور تقریباً دوڑتے ہوئے چلنے کے انداز میں وہ فلیٹ سے باہر آیا اور چند لمحوں بعد پارکنگ سے اس کی کار نکل کر سڑک پر پہنچ چکی تھی۔

چونکہ صحیح کا وقت تھا اس لئے مردوں پر رش تھا لیکن اس کے باوجود پال خاصی رفتار سے کار دوڑتا ہوا اس رہائش کاalonی میں پہنچ گیا جہاں ایک سائیڈ پر ہٹ کر بنی ہوئی کوٹھی میں ہیڈکو اڑ قائم تھا۔ کوٹھی کا پھانک بند تھا۔ اس نے کار پھانک کے سامنے لے جا کر روکی اور مخصوص انداز میں تین بار ہارن دیا لیکن جب تھوڑی دیر تک پھانک نہ کھلا تو پال کو پہلی بار کسی گزبر کا احساس ہونے لگ گیا۔ اس نے کار کا دروازہ کھولا اور نیچے اتر کر وہ پھانک کی طرف بڑھا۔ اس نے دیکھا کہ پھانک اندر سے بند تھا۔ اس نے کال بیل کا بٹن تین بار وقفے وقفے سے پر لیں کیا۔ اندر سے بزر بھنے کی آواز سنائی دیتی رہی لیکن اس کے باوجود کوئی پھانک کھولنے نہ آیا۔

تب پال کسی بندر کی سی تیزی سے پھانک پر چڑھا اور اندر اتر گیا۔ اس نے دیکھا کہ میتھو کی سرخ رنگ کی کار گیراج میں کھڑی تھی لیکن دو سچ آدمی جو ہر وقت برآمدے میں موجود ہوتے تھے اس وقت موجود نہ تھے۔ کوٹھی میں اس انداز کی خاموشی طاری تھی کہ پال کو یقین سا ہو گیا کہ کوٹھی خالی ہے۔ وہ دوڑتا ہوا اندر گیا۔ کوٹھی

وہی خالی تھی۔ وہاں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔

”یہ۔ یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میتھو، ہیری اور دونوں چوکیدار کہاں گے؟“..... پال نے حیرت سے ناچھنے کے انداز میں کہا۔ پھر پھانک اسے ایک خیال آیا تو وہ دوڑتا ہوا ریڈ روم میں پہنچ گیا۔ ریڈ روم کا دروازہ بند تھا۔ اس نے دروازے کو دھکیلا اور دوسرے صحیح اندر اس نے جو کچھ دیکھا وہ تاقابل یقین تھا۔ وہ دیس نو روازے میں کئی منشوں تک کھڑا رہ گیا۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین دوڑ روانہ رہا تھا۔ کمرہ مقتل گاہ بنا ہوا تھا۔ میتھو، ہیری اور دونوں چوکیداروں کے ساتھ ساتھ باس اسوانا کی لاش بھی وہاں موجود تھی اور ان کی حالت بتا رہی تھی کہ انہیں انتہائی بے رحمی سے کوڑوں تک پیٹا گیا ہے جبکہ وہاں خون آلووہ خاردار کوڑا بھی پڑا ہوا تھا۔ وہ یہی جھٹکے سے اندر داخل ہوا اور پھر جب اس نے چینگ کی تو اسے پتہ چلا کہ ایک چوکیدار کی گردان توڑ کر اسے بلاک کیا گیا ہے۔

کرسیوں کی ارتحک کی تاریں ٹوٹی ہوئی تھیں جبکہ باقی کرسیاں درست
حالت میں تھیں۔ ایک طرف پانی کی خالی بولی بھی پڑی ہوئی تھی
وہ تیزی سے مڑا اور دوڑتا ہوا واپس دوسرے کمرے میں آ گیا
اب وہ پوری کوٹھی چیک کرنا چاہتا تھا اور پھر میک اپ روم میں از
نے الماری میں سے چند لباس بھی غائب پائے۔ البتہ میک اپ
باکس دیسے ہی پڑے ہوئے تھے اور وہاں میک اپ کی تیاری کے
بھی کوئی آثار نہ تھے۔ وہ وہاں سے نکل کر آگے بڑھا اور پھر تھوڑی
دیر بعد اس نے خفیہ راستے کا دہانہ بھی کھلا ہوا پایا۔ یہ راستہ سرنگ
نمایا جو قریب ہی درختوں کے جنڈ کے اندر بننے ہوئے لکڑی کے
ہٹ میں جا کر نکلتا تھا۔ وہ اس سرنگ میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر
ٹھہر گیا کہ وہاں چار افراد کے قدموں کے نشانات باہر جاتے
ہوئے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ وہ ہٹ میں آیا اور پھر وہاں
سے باہر نکل کر اوہر اوہر دیکھتا رہا لیکن اردو گرد کوئی آدمی موجود نہ
تھا۔ وہ واپس مڑا اور پھر سرنگ کے راستے کوٹھی میں واپس آ گیا
اس نے خفیہ راستہ بھی بند کر دیا اور پھر وہ اس بڑے کمرے کے
سامنے پہنچا ہی تھا جہاں فون موجود تھا اور جہاں وہ اور میتھو بیٹھ کر
ڈیوٹی دیتے تھے کہ فون کی گھنٹی نجاح اٹھی۔ پال تیزی سے آگے بڑھا
اور اس نے فون کا رسیور اٹھا لیا۔ اس فون کے ساتھ خصوصی آلہ
مستقل طور پر مسلک رہتا تھا جس سے کال نہ کسی صورت نہ ہ
سکتی تھی اور نہ ہی ٹیپ ہو سکتی تھی اور نہ اس آ لے کی بدلت کال کا

باغہ دریافت کیا جا سکتا تھا۔

”پال بول رہا ہوں سب ہیڈ کوارٹر سے“..... پال نے مواد بانہ
لے جے میں کہا۔

”کیا رپورٹ ہے“..... دوسری طرف سے سخت لے جے میں پوچھا
گیا تو پال نے کوٹھی میں پھانک پر چڑھ کر اندر کو دنے سے لے کر
خفیہ راستے کے کھلے ہونے تک کی اور پھر ریڈ روم میں موجود اسوانا،
میتھو، ہیری اور دونوں چوکیداروں کی لاشوں کے بارے میں اور
ایسیں جس انداز میں پلاک کیا گیا تھا اس کی تفصیل اور ساتھ ہی
میک اپ روم کی الماریوں میں سے لباسوں کے غائب ہونے تک
کی پوری تفصیل بتا دی۔

”کرسیوں کے راؤز کیسے کھولے گئے ہیں“..... دوسری طرف
سے پوچھا گیا تو پال چونک پڑا کیونکہ یہ بات وہ اپنی رپورٹ میں
بتانا بھول گیا تھا۔

”چیف۔ کرسیوں کی قطار کے دونوں سرے والی کرسیوں کے
پالوں کے ساتھ مسلک ارتحک تاریں ٹوٹی ہوئی ہیں۔ باقی کرسیاں
درست حالت میں ہیں“..... پال نے جواب دیا۔

”ہونہے۔ اس کا مطلب ہے کہ چاروں افراد عام لوگ نہیں تھے
 بلکہ ان کا تعلق یقیناً پاکیشاں برٹ سروس سے ہو گا۔ ان کے علاوہ
اور کوئی اس انداز میں کام نہیں کر سکتا یہ یقیناً عمران کے ساتھی ہوں
گے“..... دوسری طرف سے اس انداز میں کہا گیا جیسے خود کلامی کی

جاری ہو لیکن چونکہ پال کو کسی بات کا علم ہی نہ تھا اس لئے،
خاموش رہا۔

”سنو پال۔ اب تمہیں کرانس میں ہیڈ بنا لایا جا رہا ہے۔ میتوحو
کے گروپ کے جو آدمی ہیں وہ بھی اب تمہارے ماتحت ہوں گے
اور تمہارے گروپ کے بھی۔ لیکن اب تم نے اسوانا کی طرح عینہ
آفس نہیں بنانا بلکہ تمہارا آفس مستقل طور پر سب ہیڈ کوارٹر ہی ہو
گا۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”لیں سر۔“..... پال نے مرت بھرے لبجے میں کہا۔
”تمہیں تفصیلات کا علم ہے کہ اسوانا اور اس کے ساتھی کے
ہلاک ہوئے ہیں۔“..... (دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”نو سر۔ مجھے تو کسی بات کا علم نہیں ہے۔ میں تو اب ذیولی پر آ
رہا تھا کہ آپ کی کال ملی اور پھر میں یہاں آیا تو یہاں یہ حالات
تھے۔“..... پال نے جواب دیا۔

”تو سنو۔ تمہیں اس لئے تفصیل بتائی جا رہی تھی کہ اب تم نے
ان ایجنٹوں کے خلاف کام کرنا ہے۔ تمہارے اندر موجود صلاحیتوں
کو سیکشن ہیڈ کوارٹر بہت اچھی طرح جانتا ہے۔ کیلوں کو جانتے تھے
تم۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”لیں سر۔ وہ سپاٹی سیکشن کا انجمنج ہے۔“..... پال نے موبدانہ
لبجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ سپاٹی ایک خفیہ لیبارٹری تک انتہائی پیچیدہ مراحل سے گزر۔

کر جاتی تھی۔ کیلوں کو بھی اس لیبارٹری کا علم نہیں تھا لیکن بہر حال
سپاٹی کا آغاز اسی سے ہوتا تھا۔ اس لیبارٹری میں جو کچھ ہو رہا ہے
وہ بلیک تھنڈر کے میں ہیڈ کوارٹر کے لئے انتہائی اہم ہے اور مستقبل
میں پوری دنیا پر کنٹرول کرنے کے لئے یہاں جو کام ہو رہا ہے وہ
اہم ترین ہے اس لئے اسے خفیہ رکھا گیا تھا لیکن پھر پر پاؤز کو اس
کا علم ہو گیا لیکن ان سب پر پاؤز میں سے کسی کو بلیک تھنڈر کے
 مقابلے پر آنے کی جرأت نہ تھی۔ انہوں نے اس سلسلے میں ایشیا
کے ایک ملک پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کے چیف سے درخواست
کی۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والا ایجنٹ علی عمران
دنیا کا سب سے خطرناک ایجنٹ سمجھا جاتا ہے اور اس کی صلاحیتوں
کا اعتراف میں ہیڈ کوارٹر بھی کرتا ہے اس لئے میں ہیڈ کوارٹر نے
اسے سیف لسٹ میں رکھا ہوا ہے تاکہ بعد میں اس سے بلیک تھنڈر
کے لئے کام لیا جا سکے۔ اس اطلاع پر فوری طور پر کیلوں کو
اندر گراوند کر دیا گیا تھا تاکہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اس تک نہ پہنچ
سکے۔ اسے لگنگن شفت کر دیا گیا لیکن پھر اطلاع ملی کہ کیلوں کو اس
کے رہائشی فلیٹ میں ہلاک کر دیا گیا اور آخری پار اس کے فلیٹ
سے چار ایکریمین کو نکلتے ہوئے دیکھا گیا تھا۔ انہیں تلاش کیا گیا تو
پتہ چلا کہ یہ چاروں لگنگن سے ایک فلاٹ کے ذریعے کرانس پہنچ
رہے ہیں۔ جس پر اسوانا کو الٹ کیا گیا کہ وہ انہیں انخوا کر کے
ان سے پوچھ پکھ کرے اور پھر سیکشن ہیڈ کوارٹر پورٹ دے کہ یہ

لوگ کون ہیں کیونکہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا عمران ان کے ساتھ
نہیں تھا اس لئے یہ سمجھا گیا کہ یہ کوئی مقامی گروپ ہے جسے ہائر
کیا گیا ہے۔ اسوانا نے جو آخری رپورٹ دی ہے اس کے مطابق
یہ لوگ تیکسی میں سوار ہو کر وسارو جا رہے تھے جہاں کیلوں سپلائی
بچھوایا کرتا تھا۔ پھر انہیں انخوا کر کے سب ہیڈکوارٹر میں لے آیا گیا
اور یہاں سے اسوانا نے رپورٹ دی کہ ان چاروں کو سب
ہیڈکوارٹر کے رینڈروم میں کرسیوں میں جکڑ دیا گیا۔ پھر ان کے
میک اپ پیش میک اپ واشر سے واش کئے گئے لیکن یہ لوگ میک
اپ میں نہیں تھے۔ اس پر اسوانا کو حکم دیا گیا کہ وہ ان سے پوچھ
چکھ کر کے کہ ان کا تعلق کس گروپ یا تنظیم سے ہے اور انہوں نے
کیلوں سے کیا معلومات حاصل کی ہیں۔ اس کے بعد جب دوبارہ
یہاں کال کی گئی تو کسی نے کال ائند نہیں کی جس کے بعد تمہیں
کال کیا گیا۔..... دوسری طرف سے پوری تفصیل سے وضاحت
کرتے ہوئے کہا گیا۔

”یہ سر۔ میں اب اس معاملے کو بخوبی سمجھ گیا ہوں“..... پال
نے کہا۔

”تمہیں یہ ساری تفصیل صرف سمجھانے کے لئے نہیں بتائی گئی۔
یہ لوگ لازماً خفیہ راستے سے نکل کر وسارو گئے ہوں گے۔ تم فوراً
اپنے گروپ سمیت وہاں پہنچو۔ وہاں ساحل پر ماہی گیروں کا چھوٹا
سا جہاز تھا جس کا نام آسما تھا۔ اس کا کیپٹن انخوں تھا۔ کیلوں

سپلائی وسارو میں کیپٹن انخوں تک پہنچتا تھا اس لئے کیلوں کو
اندر گراوٹ ہونے کا حکم دینے کے ساتھ ہی کیپٹن انخوں کے فوری
طور پر دستہ آرڈر جازی کر دینے گئے۔ اس کے ساتھ ہی آسما
جہاز کو بھی تباہ کر دیا گیا۔ ان لوگوں نے جس انداز میں سب
ہیڈکوارٹر میں کارروائی کی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا تعلق
پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے۔ اب یہ لازماً کیپٹن انخوں کے پیچھے
وسارو گئے ہوں گے۔ تمہارا کام وہاں انہیں ٹریس کرنا اور بغیر کوئی
موقع دیئے ہلاک کر دینا ہے۔..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”یہ سر۔ حکم کی تعمیل ہو گی سر۔..... پال نے کہا۔

”یہ سن لو کہ اگر تم نے معمولی سی غفلت یا لاپرواہی سے کام لیا
تو پھر اسوانا اور میتھو کی طرح تمہیں بھی ہلاک کر دیا جائے گا اس
لئے پوری طرح ارت رہنا اور انہیں ٹریس کرنے کے بعد فوراً
ہلاک کر دینا۔ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے یہاں سے نکلتے ہوئے میک
اپ تبدیل نہ کئے ہوں۔ لیکن الماری سے لباس غائب ہونے کا
مطلوب ہے کہ انہوں نے لباس تبدیل کئے ہیں۔ تم الماریوں سے
ان غائب شدہ لباسوں کی تفصیل حاصل کرو اور پھر ان لباسوں کو
مد نظر رکھ کر وہاں انہیں چیک کرو۔ وسارو چھوٹا سا علاقہ ہے۔ وہاں
تم آسانی سے انہیں ٹریس کر لو گے۔..... سیکشن ہیڈکوارٹر سے کہا
گیا۔

”یہ سر۔ حکم کی تعمیل ہو گی سر۔..... پال نے جواب دیا۔

"تھری ایکس ٹرانسپورٹ ساتھ لے جانا۔ تم سے کسی بھی وقت رپورٹ لی جا سکتی ہے"..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو پال نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ وہ چند لمحے بیٹھا سوچتا رہا کہ وہ اپنے ساتھ کس کو لے جائے اور پھر اس نے اپنے گروپ کے چار افراد کو اپنے ساتھ لے جانے کا فیصلہ کیا اور رسیور اٹھا کر ان کے انچارج جانس کے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیے۔

وسارو چھوٹا سا ساحلی علاقہ تھا۔ جہاں ساحل کے علاوہ اور کوئی خاص مقام نہ تھا لیکن وسارو کے ساحل پر چونکہ انتہائی قیمتی موسمی کثرت سے ملتے تھے اس لئے یہاں لوگ بے حد شوق سے آتے تھے اس لئے وسارو میں ہوٹل بھی تھے، کلب بھی اور گیم کلب بھی۔ یہاں موسمیوں کی خرید و فروخت کی دکانیں بھی تھیں اور یہاں تقریباً ہر قوم اور ہر نسل کے افراد کافی تعداد میں آتے جاتے رہتے تھے۔ وسارو کی ایک رہائشی کالونی کی ایک چھوٹی سی کوٹھی میں صدیقی اپنے ساتھیوں سمیت موجود تھا۔ صدیقی نے ہی ایک ہوٹل کے دیڑ کے ذریعے کیش سیکورٹی دے کر یہ کوٹھی حاصل کی تھی۔ وہ سب اس بار بسول کے ذریعے دارالحکومت سے وسارو پہنچتے اور وسارو پہنچ کر وہ سیدھے وقت ضائع کئے بغیر ساحل پر پہنچتے تھے تاکہ کیپٹن انھوں کو ٹریس کر سکیں۔ لیکن وہاں پہنچ کر انہیں معلوم ہوا کہ کیپٹن انھوں

اپنے ماہی گیری کے چھوٹے سے جہاز سمیت سمندر میں غرق ہو گیا ہے۔ اس کے جہاز میں اچانک خوفناک دھماکہ ہوا اور پھر جہاز کے پر زے اڑ گئے۔ اس کے ساتھ ہی کیپٹن انھوں اور اس کے آٹھ ساتھیوں کے جسموں کے بھی پرخچے اڑ گئے تھے تو وہ تدرے مایوس ہو گئے۔

گو صدیقی نے اپنے طور پر کوشش کی کہ وہ انھوں کے کسی ایسے دوست کو ٹریس کر سکے جسے معلوم ہو کہ انھوں اس جہاز پر سپلائی کو کہاں پہنچاتا تھا لیکن فوری طور پر ایسا نہ ہو سکا تو صدیقی نے ایک ہوگل کے دیڑ کی مدد سے کوئی حاصل کی اور اب وہ سب یہاں موجود تھے۔ کوئی میں ایک جیپ بھی موجود تھی کیونکہ یہاں کاروں کی نسبت چیزوں کو بطور سواری استعمال کرنے کا رواج زیادہ تھا۔

”اب ہمیں کیا کرنا ہو گا صدیقی؟“..... چوہاں نے کہا۔

”سپلائی کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنا ہے اور کیا کرنا ہے؟“ صدیقی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”کیسے؟..... چوہاں نے کہا۔

”جیسے بھی ممکن ہو سکے؟“..... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہمیں سب سے پہلے ان لباسوں کو ضائع کرنا ہے۔“ اچانک نعمانی نے کہا تو صدیقی سمیت سب چونک پڑے۔

”کیوں؟“..... صدیقی نے حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”اب تک اسوانا اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں سامنے آ چکی ہوں گی اور یہ بھی انہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ الماریوں میں سے مخصوص ناپ کے چار لباس بھی غائب ہیں اور لازماً ان لباسوں کی تفصیل بھی ان کے پاس ہو گی اور چونکہ ہمیں وسارو جاتے ہوئے ان گیا کیا تھا اس لئے وہ لازماً یہ سمجھیں گے کہ ہم وہاں سے نکل کر وسارو ہی جا سکتے ہیں۔“..... نعمانی نے تفصیل سے تجزیہ کرتے ہوئے کہا تو صدیقی اور اس کے ساتھیوں کے چہروں پر تحسین کے تاثرات ابھر آئے۔

”تم نے بالکل درست تجزیہ کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اب ہمارا بلیک تھنڈر سے کھلا مقابلہ شروع ہو چکا ہے؟“..... چوہاں نے کہا۔

”اب تک شاید وہ شک میں تھے اس لئے انہوں نے ہمیں ان گا کر کے پھر ہوش میں لا کر پوچھ گچھ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں ہمارے میک اپ واش نہ ہونے کا بہت بڑا دخل تھا ورنہ شاید ہمیں اسی بے ہوشی کے دوران ہلاک کر دیا جاتا۔ لیکن اب جب انہیں لاشیں ملیں گی اور کرسیوں کی ارتھ کی تاریں ٹوٹی ہوئی ملیں گی تو وہ سمجھ جائیں گے کہ ہمارا تعلق پاکیشی سیکرٹ سروس سے ہے اور اب انہوں نے ہمیں ایک لمحے کا بھی موقع نہیں دینا۔“..... اس بار خاور نے کہا۔

”شاید شہنشہ کی ایک وجہ عمران صاحب کی عدم موجودگی بھی تھی۔

پوری دنیا میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ساتھ عمران صاحب کو لازماً و ملزم سمجھا جاتا ہے اور ہمیں کوئی نہیں جانتا لیکن عمران صاحب پوری دنیا میں شیطان کی طرح مشہور ہیں اس لئے بھی انہیں شک ہو گا کہ ہمارا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے یا نہیں اور ہو سکتا ہے کہ ابھی تک وہ ہمیں ایکریمیا کے اینجنت سمجھ رہے ہو لیکن بہر حال اب وہ ہمیں فوری ہلاک کرنے کی کوشش کریں گے اس لئے اب ہمیں سوچ سمجھ کر تمام انتظامات کرنے ہوں گے۔ صدیقی نے کہا۔

”اس کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم چار کے گروپ میں نہ رہیں بلکہ دو دو کا گروپ بنائیں۔“..... نعمانی نے کہا۔

”لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ انھوںی ہلاک ہو چکا ہے۔ اب اس کا کوئی ایسا ساتھی کہاں سے تلاش کیا جائے جو ہمیں بتا سکے کہ کیپٹن انھوںی سپلائی کہاں پہنچتا تھا اور کس کے حوالے کرتا تھا۔“ صدیقی نے کہا۔

”انھوںی کے گھر والوں سے ہی معلوم ہو سکے گا۔“..... نعمانی نے کہا۔

”نہیں یہ ماہی گیر تاپ کے لوگ گھر والوں سے اتنا رابطہ نہیں رکھتے کیونکہ ان کی زندگی کا زیادہ تر حصہ سمندر میں اپنے ساتھیوں اور گھر والوں سے علیحدگی میں گزرتا ہے اس لئے اس کے کسی ایسے ساتھی کو تلاش کرنا ہو گا جو اس کے ساتھ زیادہ اٹھتا بیٹھتا ہو۔“

صدیقی نے جواب دیا۔

”تم لوگ یہاں رہو۔ میں جا کر اس بارے میں معلومات حاصل کریتا ہوں،“..... نعمانی نے کہا۔

”اس طرح کریں کہ پہلے بازار سے اپنے لئے دوسرے بیاس خرید لیں اور پھر انہیں کسی بھی ہوٹل کے باتحدروم میں تبدیل کر کے موجود بیاس کو شاپر میں ڈال کر کسی کوڑے کے ڈرم میں ڈال دیں۔ اس کے بعد دونوں گروپ انھوںی کے بارے میں معلومات حاصل کریں اور پھر رات کو یہاں اکٹھے ہو جائیں گے۔“..... صدیقی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تو پھر ایسا ہے کہ چوبیاں اور نعمانی ایک گروپ اور میں اور صدیقی دوسرا گروپ۔“..... خاور نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

”ہمارے درمیان رابطہ سیل فون پیش پر رہے گا۔“..... صدیقی نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

”اوکے۔ آؤ خاور ہم اپنا کام شروع کریں۔“..... صدیقی نے اٹھتے ہوئے کہا تو خاور سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

”لیکن انھوںی کے گھر کے بارے میں بھی تو پوچھنا پڑے گا۔“..... چوبیاں نے کہا۔

”وہ میں یہاں بیٹھے بیٹھے معلوم کر سکتا ہوں،“..... نعمانی نے کہا تو چوبیاں چونک کراسے دیکھنے لگا۔

والے کا لہجہ خاصاً نرم ہو گیا تھا۔

”آسموا جہاز کے کیپٹن انھوںی جو ہلاک ہو گئے ہیں اس کے بارے میں ہیڈ کوارٹر کے احکامات پر خصوصی انکوارری کرائی جا رہی ہے۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ کیپٹن انھوںی ہوٹل سی نائٹ میں اکثر دیکھا جاتا رہا ہے۔ کیا آپ کسی ایسے آدمی سے بات کرائیں گے جو اس بارے میں زیادہ معلومات رکھتا ہو اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہو گا کہ پولیس سے تعاون سب کا فرض ہے۔“..... نعمانی نے اسی طرح سخت اور سرد لمحے میں کہا۔

”کیپٹن انھوںی۔ اوہ ہاں۔ وہ یہاں اکثر آتا رہتا تھا۔ اس کی زیادہ بات چیت جیراؤ سے تھی۔ جیراؤ اپنے گھر ہو گا۔ اس کا فون نمبر ایک ہی تھا اس لئے انکوارری کے لئے کسی سے نمبر پلیز اسے ضرورت نہ ہوتی تھی۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی ایک فون نمبر بتا دیا گیا۔

”یہ نمبر وسارو کا ہے۔“..... نعمانی نے پوچھا۔

”جی ہاں۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو نعمانی نے تھینک یو کہہ کر کریڈل دبا دیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے دوبارہ انکوارری کے نمبر پر لیں کر دیے۔

”انکوارری پلیز۔“..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”چیف پولیس آفس سے اسپکٹر ولیم بول رہا ہوں۔“..... نعمانی

”میں نے ساحل پر ایک ہوٹل سی نائٹ دیکھا ہے۔ وہاں آنے جانے والے ماہی گیر تھے اس لئے وہاں سے معلومات مل سکتی ہیں۔“..... نعمانی نے چوبان کو حیران ہوتے دیکھ کر کہا۔

”تو تم معلومات حاصل کرو۔ میں اپنے اور تمہارے لئے لباس لے آتا ہوں۔ یہ لباس واقعی ہمارے لئے کسی بھی وقت منسلکہ بن سکتے ہیں۔ چوبان نے اٹھتے ہوئے کہا تو نعمانی نے اثبات میں سر بلدا دیا۔ پھر چوبان کے جانے کے بعد نعمانی نے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیے۔

”انکوارری پلیز۔“..... رابطہ قائم ہوتے ہی انکوارری آپریٹر کی آواز سنائی دی۔ چونکہ اقوام متحده کے تحت پوری دنیا میں انکوارری کا نمبر ایک ہی تھا اس لئے انکوارری کے لئے کسی سے نمبر پوچھنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔

”ہوٹل سی نائٹ کا نمبر دیں۔“..... نعمانی نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا۔ نعمانی نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے انکوارری آپریٹر کا بتایا ہوا نمبر پر لیں کر دیا۔

”ہوٹل سی نائٹ۔“..... ایک پیچھتی ہوئی مردانہ آواز سنائی دی۔

”میں دارالحکومت سے چیف پولیس آفس سے رینک دلان پولیس آفیسر ولیم بول رہا ہوں۔“..... نعمانی نے پولیس والوں کے لمحے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ اچھا۔ فرمائیے۔“..... اس بار دوسری طرف سے بولنے

نے یورپین لمحے میں کہا۔

”جی فرمائیے“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ایک نمبر نوٹ کریں اور اچھی طرح چیک کر کے بتائیں کہ یہ نمبر کس کے نام اور کس مقام پر نصب ہے اور یہ سن لیں کہ یہ اہم سرکاری معاملہ ہے“..... نعمانی نے کہا اور ساتھ ہی نمبر بتا دیا۔

”لیں سر۔ ہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے کہا گیا اس کے ساتھ ہی لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

”ہیلو سر کیا آپ لائن پر ہیں“..... تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے کہا گیا۔

”لیں“..... نعمانی نے مختصر جواب دیا۔

”یہ نمبر مسٹر جیراٹو کے نام پر ان کی رہائش گاہ تھرٹی ون برگس ایونیو پر نصب ہے“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اچھی طرح چیک کر لیا ہے آپ نے“..... نعمانی نے پوچھا حالانکہ جیراٹو کا نام سن کر ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ انگلوازی آپ پیر نے واقعی درست چیک کیا ہے۔

”لیں سر“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اوکے تھیں یو“..... نعمانی نے کہا اور ایک بار پھر کریڈل دہا کر اس نے ٹون آنے پر ایک بار پھر نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔

”لیں جیراٹو بول رہا ہوں“..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک بھاری

بی آواز سنائی دی۔

”ولیم نوڈ بول رہا ہوں مسٹر جیراٹو۔ آپ کے دوست کیپن انتھونی مرحوم نے آپ کے بارے میں مجھے بتایا تھا اور آپ کا فون نمبر بھی دیا تھا۔ میں ایکریمیا گیا ہوا تھا آج ہی واپس آیا ہوں تو مجھے معلوم ہوا ہے کہ کیپن انتھونی ہلاک ہو گئے ہیں اور ان کا جہاز بھی تباہ ہو گیا ہے“..... نعمانی نے کہا۔

”جی ہاں۔ آپ نے درست سنائے۔ لیکن انتھونی نے تو آپ کا ذکر کبھی نہیں کیا تھا حالانکہ میرا اور انتھونی کا ساتھ گزشتہ میں سالوں سے ہے“..... جیراٹو نے کہا۔

”وہ میرا نام لے بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ میرا تعلق نیکس کے مجھے ہے“..... نعمانی نے کہا۔

”اوہ اچھا۔ پھر آپ نے کیوں فون کیا ہے“..... جیراٹو نے کہا۔

”آپ سے اس کے وارثوں کے بارے میں معلوم کرنا ہے کیونکہ محکمہ نیکس میں ان کی غلط نسبت سے ڈبل رقم جمع ہو گئی ہے۔ اب مجھے کے آڈیروں کے آڈٹ پر معلوم ہوا ہے کہ محکمہ کے پاس ان کے ایک ہزار ڈالرز اند جمع ہو چکے ہیں۔ یہ انہیں واپس کرنے ہیں“..... نعمانی نے کہا۔

”ایک ہزار ڈالر اور وہ بھی نیکس محکمہ کے پاس۔ لیکن انتھونی نے تو شادی ہی نہیں کی تھی۔ اس کی ایک بہن ایکریمیا میں اور ایک

بھائی کارمن میں ہے۔ لیکن انھوں کا تو ان سے رابطہ ہی نہیں تھا۔۔۔ جیرالٹونے کہا تو نعمانی بے اختیار مسکرا دیا کیونکہ نعمانی جس ٹرینپ میں اسے لانا چاہتا تھا وہ خود بخود ہی اس ٹرینپ میں آ گیا تھا۔

”تو پھر یہ رقم اس کے سب سے بہترین دوست کو دی جا سکتی ہے۔ مجھے نے تو بہر حال اسے واپس کرنا ہے۔ یہ بھی سرکاری مجبوری ہے۔۔۔ نعمانی نے کہا۔

”اس کا سب سے بہترین دوست تو میں ہوں۔ گزشتہ میں سالوں سے ہماری دوستی ہے اور پورا وسارو جانتا ہے کہ ہماری دوستی کیسی ہے۔۔۔ جیرالٹونے کہا۔

”آپ کی رہائش کہاں ہے تاکہ میں آپ سے مل سکوں۔ اگر آپ نے مجھے یقین دلا دیا کہ آپ واقعی اس کے بہترین دوست ہیں تو پھر میں آپ کو ہی اس کا وارث سمجھ کر ایک ہزار ڈالر آپ کو دے دوں گا لیکن آپ کو اس کی رسید دینی ہوگی تاکہ مجھے میں رسید جمع کرائی جاسکے۔۔۔ نعمانی نے کہا۔

”برگس ایونیو میں تھرٹی ون نمبر میری رہائش گاہ ہے۔ آپ کب آ رہے ہیں؟۔۔۔ جیرالٹونے بڑے اشتیاق آمیز لمحے میں پوچھا۔ ظاہر ہے ایک ہزار ڈالر سے مفت میں مل رہے تھے۔

”میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ ایک گھنٹے کے اندر پہنچ جاؤں گا۔۔۔ نعمانی نے کہا۔

”ٹھیک ہے میں آپ کا منتظر ہوں گا۔ جیرالٹونے کہا تو نعمانی نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ بے اختیار نہیں پڑا۔ تھوڑی دیر بعد چوبان واپس آیا تو اس نے خود لباس تبدیل کر لیا تھا اور ایک پیکٹ اس کے ہاتھ میں تھا۔

”کیا ہوا۔ تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ تم نے کوئی غیر معمولی کامیابی حاصل کر لی ہے۔۔۔ چوبان نے کہا تو نعمانی نے ہستے ہوئے اسے ساری تفصیل بتا دی۔

”کمال کر دیا ہے تم نے۔ یوں لگتا ہے کہ تمہارے اندر عمران صاحب کی روح حلول کر گئی ہے۔ ایسے جیرت انگلیز کارنا میں تو وہی کرتے ہیں۔۔۔ چوبان نے کہا تو نعمانی بے اختیار نہیں پڑا۔

”عمران صاحب تو بہر حال ماسٹر مائیڈ ہیں۔ وہ تو شاید فون پر ہی اس جیرالٹو سے سب کچھ معلوم کر لیتے۔ جواب ہمیں ایک ہزار ڈالر دے کر معلوم ہو گا۔ لیکن بہر حال یہ سودا مہنگا نہیں ہے۔۔۔ نعمانی نے کہا تو چوبان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر نعمانی نے لباس تبدیل کیا اور پھر وہ دونوں رہائش گاہ سے باہر آ گئے۔ جیپ ایک ہی تھی اور وہ صدیقی اور خاور لے گئے تھے اس لئے وہ پیدل چلتے ہوئے چوک کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ برگس ایونیو پرانی طرز کے چھوٹے چھوٹے مکانات پر مشتمل متوسط طبقے کے افراد کی آبادی تھی اور وہ یہاں ایک میکسی کے ذریعے پہنچے تھے۔ انہوں نے جلد ہی تھرٹی ون نمبر کا مکان تلاش کر لیا۔ مکان کی حالت بتا رہی تھی کہ

اس لئے ہم دونوں کا ساتھ خوب گزرتا تھا لیکن اب وہ بھی مجھے اکیلا چھوڑ گیا ہے۔۔۔ جیراٹو نے کہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سٹاٹ روم کے انداز میں بجے ہوئے کمرے میں پہنچ گئے۔

”بیٹھیں“۔۔۔ جیراٹو نے کہا اور پھر مژکر اس نے الماری کھولی اور اس میں سے سستی سی شراب کی بوتل نکال لی۔

”سوری ہم خاص اوقات میں پیتے ہیں۔ آپ کوئی تکلف نہ کریں“۔۔۔ نعمانی نے کہا تو جیراٹو اس طرح تیزی سے مڑا کہ جیسے وہ اسی بات کے انتظار میں ہو۔ اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار ابھر آئے تھے۔ اس نے بوتل واپس الماری میں رکھی اور پھر الماری بند کر کے مڑا اور آ کر ان کے قریب کری پر بیٹھ گیا۔

”کیا آپ درست کہہ رہے ہیں کہ آپ کا تعلق محکمہ نیکس سے ہے“۔۔۔ جیراٹو نے پوچھا۔

”ہاں کیوں“۔۔۔ نعمانی نے چونک کر پوچھا۔
”اس لئے کہ پہلے کبھی میں نے محکمہ نیکس کے لوگوں کو اس طرح رقم واپس کرتے نہیں سنائے“۔۔۔ جیراٹو نے کہا۔

”محکمہ جس طرح نیکس وصول کرتا ہے اس طرح زائد رقم بھی واپس کر دیتا ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ کیا آپ واقعی کیپشن انخومن سے بے حد بے تکلف تھے“۔۔۔ نعمانی نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

”بے تکلفی تو تھی ہی۔ ہم یک جان دو قلب تھے۔ اس کا کوئی

اس کا مالک یا لیکن زیادہ خوشحال نہیں ہیں۔ میکسی ڈرائیور کو کرایہ دینے کے بعد نعمانی نے آگے بڑھ کر کال بیل کا بیٹن پر لیس کر دیا۔ ”کون ہے“۔۔۔ ڈور فون سے جیراٹو کی آواز سنائی دی۔ ”ولیم ٹوڈ۔ محکمہ نیکس سے“۔۔۔ نعمانی نے کہا۔

”اوہ اچھا۔ میں آ رہا ہوں“۔۔۔ دوسری طرف سے صوت بھرے لجھے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی کٹاک کی آواز کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو نعمانی ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔

”یہ اکیلا رہتا ہے یہاں“۔۔۔ چوبان نے کہا۔ ”شاید“۔۔۔ نعمانی نے جواب دیا۔ تھوڑی دیر بعد گیٹ کھلا اور ایک ادھیز عمر آدمی باہر آ گیا۔ اس نے عام ساموٹ پہننا ہوا تھا۔ وہ بھی ماہی گیر تھا۔ اس کے چہرے پر تجربے کی لکیریں نہایاں تھیں اور آنکھوں میں تیز چمک تھی۔

”میرا نام جیراٹو ہے“۔۔۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”میرا نام ولیم ٹوڈ ہے اور یہ میرا ساتھی ہے فریک“۔۔۔ نعمانی نے اپنا اور چوبان کا تعارف کرتے ہوئے کہا۔

”آئیے جناب۔ میں اکیلا رہتا ہوں۔ میری بیوی اور پچھے بارہ سال پہلے ایک حادثے میں ہلاک ہو گئے تھے“۔۔۔ اس نے اندر جاتے ہوئے کہا تو نعمانی نے اس سے باقاعدہ افسوس کا اظہار کیا۔

”پہلے پہل تو مجھے بے حد مشکل محسوس ہوئی لیکن اب تو میں اکیلے رہنے کا عادی ہو گیا ہوں۔ انخومنی بھی میری طرح اکیلا تھا۔

راز مجھ سے اور میرا کوئی راز اس سے نہ چھپا ہوا تھا،..... جیرالٹو نے کہا تو نعمانی نے جیب سے ایک ہزار ڈالر کے نوٹ نکالے اور سامنے رکھ دیئے تو جیرالٹو کا چہرہ دیکھنے والا ہو گیا۔ اس کی نظریں نوٹوں پر اس طرح جھی ہوئی تھیں۔ جیسے لوہا مقناطیس سے چمٹ جاتا ہے۔

”یہ نوٹ آپ کو مل سکتے ہیں لیکن آپ کو ثابت کرنا ہو گا کہ آپ واقعی کیپٹن انھونی کے رازدار تھے،..... نعمانی نے کہا جبکہ چوہاں خاموش بیٹھا ہوا نہیں دیکھ رہا تھا۔

”میں کہہ رہا ہوں کہ ایسا ہی ہے،..... جیرالٹو نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”دیکھو جیرالٹو۔ ہم جانتے ہیں کہ ایک ہزار ڈالر بڑی رقم ہے۔ ہم چاہتے تو یہ رقم خود بھی کھا سکتے تھے۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ رقم کیپٹن انھونی کے اس دوست کو دی جائے جس سے کیپٹن انھونی کی روح کو مررت ملے لیکن ہم دیے ہی یہ بھاری رقم کسی کو نہیں دے سکتے۔ تمہارا چھوٹا سا ثیٹ لیتے ہیں۔ اگر تم اس ثیٹ میں پاس ہو گئے تو یہ رقم تمہاری ورنہ رقم ہماری جیب میں واپس اور ہم آپ کے گھر سے باہر،..... نعمانی نے کہا۔

”کون سا ثیٹ،..... جیرالٹو نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”ایک بات کا علم ہمیں پہلے سے ہے۔ کیپٹن انھونی نے ہمیں خود بتائی تھی اور اس بات کا علم اس کے گھرے دوست کو ہی ہو سکتا

ہے اس لئے میں وہ بات آپ سے پوچھ رہا ہوں۔ اگر آپ نے درست جواب دے دیا تو یہ رقم آپ کی ورنہ نہیں،..... نعمانی نے کہا۔

”کون سی بات،..... جیرالٹو نے کہا۔

”کرانس دار حکومت سے سپلائی کسی لیبارٹری میں بھجوائی جاتی تھی۔ یہ سپلائی یہاں کیپٹن انھونی کے حوالے کی جاتی تھی اور وہ اسے اپنے چھوٹے جہاز آسما پر لاد کر کہیں چھوڑ کر آتا تھا۔ تم اگر اس کے دوست ہو تو بتاؤ کہ وہ یہ سپلائی کہاں پہنچاتا تھا اور کس کے حوالے کرتا تھا،..... نعمانی نے آخر اصل بات کرو دی۔

”تو آپ کا تعلق بلیک تھنڈر سے ہے،..... جیرالٹو نے یکخت ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر یکخت موت کی سی زردی چھا گئی۔

”بلیک تھنڈر۔ کیا مطلب۔ کس کی بات کر رہے ہیں آپ؟“۔ نعمانی نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔ بلیک تھنڈر کا نام اچانک جیرالٹو کے منہ سے سن کر چوہاں کا منہ بھی کھلے کا کھلا رہا گیا تھا۔

”دیکھیں جناب۔ یہ نوٹ میرے کسی کام کے نہیں ہیں۔ اگر میں زندہ ہی نہ رہوں تو یہ نوٹ مجھے کیا فائدہ دیں گے۔ دیے آپ یقین کریں یا نہ کریں۔ چاہے مجھے بخش دیں چاہے مجھے گولی مار دیں۔ یہ بات حق ہے کہ مجھے واقعی یہ معلوم نہیں ہے کہ انھونی

سپلائی لے کر کہاں جاتا تھا اور کس کے حوالے کرتا تھا۔”..... جیرالٹو نے رک رک کر اور ایسے لمحے میں کہا جیسے اس کو یقین کامل ہو کر اس کی موت اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی ہے۔
”بلیک تھنڈر کے بارے میں تمہیں کس نے بتایا ہے۔”..... نعمانی نے کہا۔

”انھوں نے۔ اس کا کوئی راز مجھ سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ بلیک تھنڈر کے لئے سپلائی کی ترسیل کا کام کرتا تھا اور اسے اس کے عوض بڑی بھاری رقم مل جاتی تھی۔ جسے وہ انتہائی کھلے دل سے خرچ کرتا تھا اور ہم پورے ایک ہفتے تک دل کھول کر اعلیٰ ترین شراب پیتے تھے۔”..... جیرالٹو نے کہا۔
”پھر تم نے یہ بات کیسے کر دی کہ ہمارا تعلق بلیک تھنڈر سے ہے۔”..... نعمانی نے کہا۔

”ظاہر ہے سپلائی کی بات کا علم یا بلیک تھنڈر کو ہو سکتا ہے یا انھوں اور مجھے۔ انھوں مر چکا ہے اس لئے لامحالہ آپ کا تعلق بلیک تھنڈر سے ہے۔”..... جیرالٹو نے کہا تو نعمانی بے اختیار ہنس پڑا۔

”تم واقعی بہت سیدھے سادے آدمی ہو۔ اگر ہمارا تعلق بلیک تھنڈر سے ہوتا تو مجھے ایک ہزار ڈالر دینے اور اتنی بات چیز کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہم تمہیں فوری گولی مارتے اور واپس چلے جاتے۔”..... نعمانی نے کہا۔

”آپ یقین کرنا چاہتے ہیں کہ مجھے اس بارے میں معلوم بھی

لہے یا نہیں۔”..... جیرالٹو نے کہا تو نعمانی ایک بار پھر ہنس پڑا۔
”اس سے بڑی تخطیوں کا کوئی فرق نہیں پڑتا اور نہ وہ اس طرح کے بکھیروں میں پڑتی ہیں۔ ان کا طریقہ کار بس گولی ماری اور زبان ہمیشہ کے لئے بند ہوتا ہے۔”..... نعمانی نے کہا۔

”تو پھر آپ کو اس معاملے کا کیسے علم ہو سکتا ہے۔”..... جیرالٹو نے کہا۔

” بتایا تو ہے کہ انھوں نے خود بتایا تھا۔ اگر انھوں تمہیں بتا سکتا ہے تو مجھے بھی بتا سکتا ہے۔”..... نعمانی نے کہا۔

”حیرت ہے۔ مجھے تو وہ کہتا تھا کہ اس نے اس راز کو انتہائی سختی سے راز رکھا ہوا ہے۔”..... جیرالٹو نے کہا۔

”اب بولو یا ہم ہزار ڈالر کے نوٹ واپس لے کر چلے جائیں۔”..... نعمانی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں بتا دیتا ہوں۔ انھوں آسوما جہاز میں سپلائی لے کر اکیلا جاتا تھا اور گلوستر کے ساحل پر پہنچا کر واپس آ جاتا تھا۔”..... جیرالٹو نے کہا۔

”تمہارا مطلب ہے وہاں ساحل پر پھینک کر واپس آ جاتا تھا۔”..... نعمانی نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

”وہاں ساحل پر ایک عمارت ہے کاڑک ہاؤس۔ انھوں وہاں جا کر اطلاع دیتا تھا۔ کاڑک ہاؤس سے دس افراد آ کر جہاز سے سپلائی اٹھا کر لے جاتے تھے اور انھوں کو رسید دے دیتے تھے۔ یہ

ایک تاش کا کارڈ ہوتا تھا۔ جو بارٹ کا جوکر ہوتا تھا اور یہ کارڈ انھوں نے اپنے پاس رکھ لیتا تھا۔ آئندہ سپلائی جب آتی تھی تو انھوں یہ کارڈ سپلائی لانے والوں کو رسید کے طور پر دے دیتا تھا اور سپلائی لانے والے اسے پانچ ہزار ڈالر میں دیتے تھے۔..... جیراٹو نے کہا تو نعمانی اور چوبان دونوں اس کا لمحہ سن کر سمجھ گئے کہ وہ درست ہے رہا ہے۔

”اوکے۔ ٹھیک ہے۔ یہ لو ہزار ڈالر اور سب کچھ بھول جاؤ۔“ نعمانی نے اسے ہزار ڈالر کے نوٹ دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ دونوں اٹھے اور تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے اس کے گھر سے باہر آ گئے۔ اب انہیں ٹیکسی کی تلاش تھی تاکہ وہ واپس کوئی ط

”صدیقی کو سیل فون پر اطلاع نہ دے دیں تاکہ وہ دھکے نہ کھاتے پھریں۔“..... چوبان نے کہا۔

”وہاں کوئی پہنچ کر اطلاع دے دیں گے۔“..... نعمانی نے کہا اور چوبان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

پال اپنے ساتھیوں سمیت وسارو پہنچ چکا تھا۔ اس وقت وہ ایک چھوٹی سی رہائش گاہ کے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ آٹھ افراد جیپوں پر دارالحکومت سے وسارو پہنچے تھے۔ یہ رہائشی عمارت پہلے سے ان کے ایک آدمی کے پاس موجود تھی اس لئے پال نے اسے ہی اپنا ہیڈ کوارٹر بنا لیا تھا۔ وسارو ویسے تو چھوٹا سا شہر تھا لیکن ساحل سمندر سے ملنے والے قیمتی موتوی اور یہاں موجود دھاتوں کی کافیوں نے لوگوں کو یہاں آنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ہر شخص ایک ہار طویل ساحل کا چکر لگانا چاہتا تھا کہ شاید اسے کوئی قیمتی موتوی مل جائے تو اس کی زندگی بدل جائے۔

گویہ موتوی لاکھوں میں سے کسی ایک کو ملتے تھے لیکن اس کی خبر اس انداز میں پھیلتی تھی کہ وسارو سے باہر کے لوگ بھی یہ سمجھنے لگ گئے تھے کہ جیسے وہاں پہنچتے ہی وہ ساحل پر بکھرے ہوئے چے

موتیوں سے جھولیاں بھر لیں گے۔ یہ اور بات تھی کہ یہاں ساحل کے قریب سمندر کے نیچے سرکاری طور پر موتیوں کی باقاعدہ پروش کی جاتی تھی کیونکہ یہاں کی آب و ہوا اور سمندر کی تہہ میں مخصوص موٹنگے اور سیپ موتیوں کی پروش کے لئے انتہائی سازگار سمجھی جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ یہاں موتیوں کی خرید و فروخت کا کام عروج پر تھا اس لئے یہاں تقریباً ہر ملک کا سیاح لازماً چکر لگاتا تھا۔

پال کے آٹھ سال تھی اس وقت پورے وسارو میں گھوم کر پاکیشائی اینجنیوں کو تلاش کر رہے تھے۔ ان کے پاس ان کی کوئی خاص نشانی نہ تھی۔ سوائے مخصوص لباسوں کے۔ لیکن یہ لباس بھی اس قدر منفرد تھے کہ ہزاروں لوگوں میں انہیں فوراً پہچان لیا جاتا۔ اس جیسے اور بے شمار لباس لوگوں نے پہنے ہوئے تھے اس لئے اب انہوں نے لباسوں پر زیادہ توجہ دینے کی بجائے لوگوں کی حرکات کو چیک کرنا شروع کر دیا تھا لیکن ہر طرف عام سے لوگ پیدل جاتے نظر آ رہے تھے یا پھر ٹیکسیوں میں سوار عام سے لوگ تھے۔ پال نے خود ساحلی علاقے کا راؤنڈ لگایا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ دارالحکومت سے کیلوں کی طرف سے بھیجی ہوئی سپاہی یہاں ایک آدمی انھوں کے حوالے کی جاتی تھی لیکن اب چونکہ انھوں نے اپنے جہاز سمیت ہلاک ہو چکا تھا اس لئے اب یہ پاکیشائی اینجنیٹ صرف اتنا کر سکتے تھے کہ وہ اس انھوں کے رشتہ داروں کو تلاش کر کے ان سے معلومات حاصل کریں لیکن پال کو بتایا گیا تھا کہ انھوں نے اکیلا

رہتا تھا۔ اس نے آج تک شادی ہی نہ کی تھی اور نہ ہی اس کا کوئی دور نزدیک کا رشتہ دار یہاں وسارو میں رہتا تھا اس لئے پال کو یقین تھا کہ پاکیشائی اینجنیوں کو بہر حال بے نیل و مرام یہاں سے واپس جانا ہو گا۔ لیکن اس کی کوشش تھی کہ وہ کسی طرح انہیں ٹریپ کر کے ان کا خاتمه کر دے تاکہ سیکشن چیف کے سامنے اپنی صلاحیتوں کو شو کر سکے۔ وہ بعیضاً یہی سوچ رہا تھا کہ اچانک سامنے پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھنی۔ تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسپور اٹھا لیا۔

”میں پال بول رہا ہوں“..... پال نے کہا۔

”میکارتو بول رہا ہوں باس“..... دوسری طرف سے اس کے ایک ماٹھت کی آواز سنائی دی۔

”ولیں۔ کیا روپورٹ ہے“..... پال نے چونک کر اور قدرے اشتیاق بھرے لبھے میں کہا۔

”باس۔ ہم دو آدمیوں کی گمراہی کر رہے ہیں۔ ہماری نظروں میں وہ مشکوک ہیں۔ اب اگر آپ حکم دیں تو ہم انہیں گولی مار کر ہلاک کر دیں یا اگر آپ حکم دیں تو انہیں انغو کر کے آپ کے پاس لے آئیں“..... میکارتو نے کہا۔

”ٹک کی وجہات کیا ہیں“..... پال نے پوچھا۔

”باس یہ دونوں ایک مقامی جیپ میں سوار ہیں اور یورپیں ہیں لیکن ان میں سے ایک نے ایک ہوٹل میں جا کر لباس تبدیل کیا

ہے۔ چونکہ ہم نے اسے دوسرے لباس میں ہوٹل میں جاتے دیکھا تھا اس لئے جب وہ تبدیل شدہ لباس میں واپس آیا تو ہم چونک پڑے۔ ہم نے اسے چیک کیا تو وہ ہوٹل سے باہر موجود ایک جیپ میں سوار ہو گیا۔ جیپ میں ایک آدمی پہلے سے موجود تھا اور پھر یہ دونوں جیپ میں سوار ہو کر ساحل پر پہنچ گئے۔ ہم نے یہاں بھی ان کی نگرانی جاری رکھی۔ یہاں پہنچ کر یہ مختلف ہوٹلوں میں گئے اور انہوں نے دیٹرویں کو بھاری رقمات دے کر ان سے کچھ معلوم کرنے کی کوشش کی۔ پھر یہ ساحل پر پہنچ گئے اور وہاں لانچوں کے ٹھیکنیداروں اور کپسٹر سے باتیں کیں۔ ایک آدمی سے جب ہم نے ان کے گفتگو کرنے کے بعد پوچھ چکھے کی تو اس نے بتایا کہ وہ آسموا جہاز کے کیپشن انھوں کے کسی گھرے دوست کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اس طرح ہم کفرم ہو گئے کہ یہ دونوں آدمی ہمارے مطلوب آدمی ہیں۔ میکارتو نے جواب دیتے ہوئے کہا تو پال کی آنکھیں چمک انھیں۔

”لیکن یہ تو چار آدمیوں کا گروپ تھا۔“..... پال نے کہا۔ ”ہو سکتا ہاں کہ ان میں سے دو علیحدہ معلومات حاصل کرتے پھر رہے ہوں۔“..... میکارتو نے جواب دیا۔

”تم اس وقت کہاں موجود ہو؟“..... پال نے پوچھا۔

”ہم ساحل پر ہیں اور میں یہاں ایک پبلک فون بوٹھ سے آپ کو کال کر رہا ہوں۔“..... میکارتو نے جواب دیا۔

”اور وہ دونوں افراد کہاں ہیں؟“..... پال نے پوچھا۔

”وہ دونوں بھی یہاں موجود ہیں۔“..... میکارتو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم انہیں انداز کر سکو گے؟“..... پال نے پوچھا۔

”باس۔ ان کی جیپ میں بے ہوش کر دینے والی گیس کا کپسول فائر کر کے انہیں جیپ سمیت انداز کیا جا سکتا ہے۔“..... میکارتو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم ان کی نگرانی کرتے رہو یعنی ہر طرح سے محتاط رہنا۔ یہ اگر ہمارے مطلوبہ افراد ہیں تو یہ انتہائی تربیت یافتہ لوگ ہیں۔ میں وہیں آ رہا ہوں۔ میں خود انہیں چیک کرنا چاہتا ہوں۔ پھر انہیں دیہن گولیوں سے اڑا دیا جائے گا۔“..... پال نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ جیسے آپ حکم دیں۔“..... میکارتو نے جواب دیا۔

”تمہارے ساتھ اور کتنے افراد موجود ہیں؟“..... پال نے پوچھا۔

”میرے ساتھ چار ساتھی موجود ہیں۔“..... میکارتو نے جواب دیا۔

”تمہارے پاس ٹرانسیمیٹر ہے۔ میں وہاں پہنچ رہا ہوں اور اگر تم وہاں سے نگرانی کے لئے کہیں اور چلے گئے تو میں تمہیں کال کر کے بات کر لوں گا۔“..... پال نے کہا۔

”ٹھیک ہے بس۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو پال نے رسیدور رکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ تھوڑی دری بعد اس کی کار تیزی سے

کرنا۔ میں یہاں تمہاری کال کا انتظار کروں گا۔ اور اینڈ آل۔۔۔ پال نے کہا اور ٹرانسپر آف کر کے اس نے اسے جیب میں ڈال لیا۔ پھر تقریباً دس منٹ بعد ٹرانسپر سے سیٹی کی آواز سنائی دی تو پال نے ٹرانسپر نکالا اور اس کا ٹھن آن کر دیا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ میکارتو کانگ۔ اور۔۔۔ میکارتو کی آواز سنائی دی۔

”لیں۔ پال انڈنگ یو۔ اور۔۔۔ پال نے کہا۔

”باس۔ یہ دونوں مشکوک آدمی برگس ایونیو کی کوئی نمبر تھری ون میں گئے ہیں۔ کوئی کے باہر جیراٹو کا نام لکھا ہوا ہے۔ اور۔۔۔ میکارتو نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اندر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر دو۔ میں آ رہا ہو۔ پھر ہم اندر جائیں گے۔ اور۔۔۔ پال نے اطمینان بھرے لمحے میں کہا۔

”ولیں بس۔ اور۔۔۔ میکارتو نے کہا تو پال نے اور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسپر آف کیا اور پھر اسے جیب میں ڈال کر اس نے کار شارٹ کی اور تیزی سے اسے آگے بڑھا لے گیا۔ اب وہ مطمئن تھا کہ کوئی کے اندر جو بھی کارروائی ہوگی اس سے پولیس لا علم رہے گی۔

212
ساحل کی طرف بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ وہ خود چینگ کرنا چاہتا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہاں پولیس کا بڑا سخت کنٹرول ہے اس لئے اگر میکارتو اور اس کے ساتھیوں سے معمولی سی کوتاہی بھی ہو گئی تو وہ پولیس کی نظرؤں میں آ جائیں گے اور پھر انہیں خاص مشکلات کا سامنا کرنا پڑ جائے گا اس لئے وہ چاہتا تھا کہ تمام کارروائی اپنے سامنے کرائے تاکہ پولیس سے بھی بچا جاسکے اور کام بھی ہو جائے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ساحل پر پہنچ گیا۔ لیکن جب کافی دیر تک جائزہ لینے کے باوجود اسے اردو گرد کہیں میکارتو اور اس کے ساتھی نظر نہ آئے تو اس نے جیب سے ٹرانسپر نکالا اور اس پر میکارتو کی مخصوص فریکونسی ایڈ جسٹ کی اور پھر اسے آن کر دیا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ پال کانگ۔ اور۔۔۔ پال نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

”لیں بس۔ میکارتو انڈنگ یو۔ اور۔۔۔ چند لمحوں بعد ٹرانسپر سے میکارتو کی آواز سنائی دی۔

”کہاں ہو تم لوگ۔ اور۔۔۔ پال نے پوچھا۔

”باس۔ یہ لوگ برگس ایونیو کی طرف جا رہے ہیں اور ہم ان کا تعاقب کر رہے ہیں۔ اور۔۔۔ میکارتو نے جواب دیا۔

”برگس ایونیو۔ یہ کہاں ہے۔ اور۔۔۔ پال نے چونک کہ پوچھا تو جواب میں میکارتو نے اسے تفصیل بتا دی۔

”ٹھیک ہے۔ جب یہ کسی منزل پر پہنچ جائیں تو پھر مجھے کال

کار تیزی سے سڑکوں پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی جلی خارجی تھی۔ کار کی ڈرائیورنگ سیٹ پر صدیقی اور سائینڈ سیٹ پر خاور بیٹھا ہوا تھا۔

”ہمارا تعاقب ہو رہا ہے۔“..... اچانک خاور نے کہا۔

”ہا۔ میں نے بھی چیک کر لیا ہے اور کافی دری سے تعاقب ہو رہا ہے۔ اس غلیے رنگ کی گاڑی میں موجود پانچ افراد ساحل سے ہی چمارے تعاقب میں ہیں۔“..... صدیقی نے اثبات میں سر بلاتے ہوئے کہا۔

”تو پھر انہیں جھٹکنا تو پڑے گا۔“..... خاور نے کہا۔

”یہ صرف تعاقب کر رہے ہیں۔ کرتے رہیں۔ میرا خیال ہے کہ انہیں ہم پر صرف شک ہے ورنہ یہ لازماً کوئی نہ کوئی عملی اقدام کرتے اور اگر ہم نے انہیں جھٹکنے کی کوشش کی تو پھر یہ کنفرم ہو۔

جاں گے۔“..... صدیقی نے جواب دیا۔

”لیکن ان کا تعلق کس سے ہے۔ ہم نے تو چھرے بھی بدل لئے ہیں اور لباس بھی۔ پھر انہیں ہم پر شک کیسے ہو گیا؟“..... خاور نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ چونکہ ہم کیپٹن اتحادی کے بارے میں معلومات حاصل کرتے پھر رہے ہیں اس لئے انہیں ہم پر شک ہوا ہے۔ ان کا تعلق لازماً بلیک تھنڈر سے ہو گا۔“..... صدیقی نے جواب دیا۔

”لیکن اب ہم برگس ایونیو اس جیروٹو سے ملنے جا رہے ہیں۔ یہ لوگ لامحالہ اس سے بھی پوچھ گجھ کریں گے۔“..... خاور نے کہا۔

”کرتے رہیں۔ اس سے ہمیں کیا فرق پڑتا ہے۔ ہم آگے بڑھ جائیں گے۔“..... صدیقی نے جواب دیا۔

”ہمیں اس طرح لاپرواہی سے کام نہیں لیتا چاہئے صدیقی۔ یہ لوگ کسی بھی وقت ہم پر فائز بھی کھول سکتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ یہ صرف تعاقب اور نگرانی ہی کرتے رہیں گے۔“..... خاور نے انتہائی سنجیدہ لمحے میں کہا۔

”تمہاری بات درست ہے۔ لیکن جیسے کہ میں نے کہا ہے کہ انہیں جھٹکنے کی صورت میں یہ لوگ کنفرم ہو جائیں گے۔ البتہ ایک کام ہو سکتا ہے کہ ہم اس جیروٹو سے ملنے برگس ایونیو جا رہے ہیں۔ انہیں اگر کوئی کے اندر لے جا کر گھیر لیا جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔“..... صدیقی نے کہا۔

”وہ کیسے“..... خاور نے چونک کر پوچھا۔

”جیرانو ہمارا منتظر ہو گا۔ ہم اندر داخل ہو کر اس کو بے ہوش کر دیں گے۔ پھر عقبی طرف سے باہر چلے جائیں گے۔ یہ لوگ لامحالہ ہمیں چیک کرنے کے لئے وہیں موجود ہوں گے۔ ہم ان کا خاتمہ کر کے جیرانو سے معلومات حاصل کر کے نکل جائیں گے۔ زیادہ سے زیادہ ہمیں دوبارہ میک اپ ہی کرتا پڑے گا۔“..... صدیقی نے کہا۔

”میرا خیال دوسرا ہے“..... خاور نے کہا۔
”کیا“..... صدیقی نے چونک کر کہا۔

”ہم جیرانو سے ملنے جائیں گے تو یہ لامحالہ ہماری گفتگو سننے کی کوشش کریں گے اس کے لئے لازماً اندر کوئی ڈکٹا فون فائز کریں گے۔ یہ گفتگو سننے کے بعد لازماً یہ کنفرم ہو جائیں گے تو پھر یہ باہر سے بے ہوش کر دینے والی گیس فائز کر کے اندر آ کر ہمیں بے ہوشی کے عالم میں یا تو اغوا کر کے لے جائیں گے یا ہلاک کر دیں گے“..... خاور نے کہا۔

”تمہاری بات کی حد تک درست لگتی ہے۔ پھر کیا کریں“۔ صدیقی نے کہا۔

”تم ایسا کرو کہ راستے میں کسی بڑے میڈیکل سٹور سے بے ہوشی سے بچنے والی مخصوص گولیاں خرید لو۔ ہم وہ کھا لیں گے۔ اس کے بعد جو بھی صورتحال ہو گی اس کے مطابق کارروائی کریں

۔۔۔۔۔ ”..... خاور نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر پلا دیا اور پھر ایک چوک میں اس نے کار پلک پارکنگ میں روکی اور پھر صدیقی کار سے اتر کر پیدل ہی ایک سائیکل پر موجود مارکیٹ کی طرف بڑھ گیا جبکہ خاور کار میں بیٹھا رہا تھا۔ اس نے نئی رنگ کی کار کو بھی کچھ دور ایک پارکنگ میں رکتے دیکھا تھا کیونکہ یہاں زیادہ دیر تک بغیر پارکنگ کے کار نہ روکی جاسکتی تھی اس لئے کار رکھنے والے کار کو روکنے کے لئے پارکنگ کا ہی رخ کرتے تھے اور پلک پارکنگ کافی تعداد میں جگہ جگہ بنائی گئی تھیں اس لئے کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑتا تھا۔ خاور نے دیکھا کہ نئی رنگ کی کار میں سوار افراد میں سے ایک آدمی باہر نکلا اور تیز تیز قدم اٹھاتا اسی مارکیٹ کی طرف بڑھ گیا جہاں صدیقی گیا تھا۔ ایک لمحے کے لئے خاور پریشان ہوا کہ اگر اس آدمی نے صدیقی کو مخصوص گولیاں خریدے ہوئے چیک کر لیا تو وہ ساری صورتحال سمجھ جائیں گے۔ لیکن پھر اس نے اپنی پریشانی جھٹک دی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ صدیقی انتہائی محتاط قطرت آدمی ہے۔ تھوڑی دیر بعد صدیقی واپس آتا دکھائی دیا تو خاور نے اس آدمی کو بھی سڑک کراس کر کے واپس اپنی کار کی طرف جاتے دیکھا۔

”ایک تعاقب کرنندہ تمہارے تعاقب میں گیا تھا“..... خاور نے صدیقی کے ڈرائیورنگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
”ہاں۔ میں نے چیک کر لیا تھا۔ لیکن گولیاں میں پہلے ہی خرید

چکا تھا۔ اس کے سامنے میں نے سگاروں کا ڈبہ خرید لیا تھا۔ جو میری جیب میں ہے۔۔۔ صدیقی نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے سگار کا ڈبہ نکالا اور اسے کار کی عقبی سیٹ پر پھینک دیا اور پھر دوسری جیب سے اس نے گولیوں کا پیکٹ نکالا اور اس میں سے دو گولیاں نکال کر اس نے خاور کی طرف بڑھا دیں اور دو گولیاں اس نے اپنے منہ میں ڈال لیں اور پیکٹ جیب میں واپس رکھ کر اس نے کار شارٹ کی اور اسے پارکنگ سے نکال کر سڑک پر لے آیا۔

”میرا خیال ہے کہ انہیں دونوں اطراف سے گیرنا چاہئے۔۔۔“
اچانک صدیقی نے کہا۔

”وہ کیسے۔۔۔ خاور نے پوچھا۔
”عقبی طرف سے باہر جا کر اور سامنے کی طرف سے بھی۔۔۔“ صدیقی نے کہا۔

”اچھی بات تو یہ ہے کہ اس جیراٹو کو گھیرا جائے۔۔۔ اصل کام تو اسی سے ہے اور اگر ہم دوسرے چکر میں پھنس گئے تو اصل کام رہ جائے گا۔۔۔ خاور نے کہا۔

”تمہاری بات ٹھیک ہے۔۔۔ ہمیں ادھر توجہ دینے کی بجائے پہلے اس جیراٹو سے ملاقات کرنی چاہئے۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اس معاملے میں کچھ نہ کچھ ضرور جانتا ہو گا۔۔۔“ صدیقی نے کہا۔

”ہاں۔۔۔ بتایا تو بھی گیا ہے۔۔۔ خاور نے اثبات میں سر ہلاتے

ہوئے کہا۔ وہ دونوں کیپٹن انھوں کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہوئے ایک ماہی گیر سے مکرا گئے تھے اور پھر اس ماہی گیر نے انہیں بتایا تھا کہ کیپٹن انھوں کا سب سے گھبرا دوست جیراٹو ہے جو برگس ایونیو کی کوٹھی نمبر تھرٹی ون میں رہتا ہے تو صدیقی نے پیکٹ فون بوتھ سے انکوارری آپریٹر سے جیراٹو کا فون نمبر معلوم کیا اور پھر جیراٹو کو فون کر کے اس نے اسے بتایا کہ اس کا تعلق انشورنس کمپنی سے ہے اور کیپٹن انھوں کا انشورنس کلیم دینے کے لئے انہیں اس کے وارثوں کی تلاش ہے۔ اگر وہ اس سلسلے میں ان کی مدد کرے تو اسے معقول معاوضہ دیا جا سکتا ہے۔ جیراٹو نے انہیں بتایا کہ چونکہ اس کی طبیعت خراب ہے اس لئے وہ گھر پر ہی ہے۔ وہ اس کے گھر آ جائیں۔ چنانچہ صدیقی اور خاور جیراٹو سے لئے اس کے گھر جا رہے تھے کہ راستے میں تعاقب کی باتیں ہو گئیں اور پھر انہوں نے احتیاطاً بے ہوشی سے بچتے کے لئے گولیاں خرید کر کھالیں اور پھر تھوڑی دیر بعد ان کی کار برگس ایونیو پہنچ گئی۔
یہاں چھوٹی چھوٹی رہائشی مکان نما کوٹھیاں تھیں جن کی حالت سے ہی معلوم ہوتا تھا کہ یہاں متوسط طبقے کے لوگوں کی رہائش ہے۔ کوٹھی نما مکان تھرٹی ون کا پھاٹک بند تھا اور باہر جیراٹو کے نام کی پلیٹ موجود تھی۔ صدیقی نے کار روکی اور نیچے اتر کر اس نے کال بیل کا بٹن پر لیں کر دیا۔
”کون ہے۔۔۔ ذور فون سے جیراٹو کی آواز سنائی دی۔۔۔

بات کرتا ہوں۔۔۔ صدیقی نے کہا۔

”کیا ہوا ہے کار کو؟۔۔۔ جیراٹو نے چونک کر پوچھا۔

”پچھے نہیں۔ معمولی سی منگ کر رہی ہے۔ گرین اسے ابھی ٹھیک کرالے گا۔۔۔ صدیقی نے سرسری سے لجھے میں کہا۔

”کتنی دیر میں ٹھیک ہو جائے گی تاکہ میں آپ کو آ کر لے جاؤں۔ میں یہاں اکیلا رہتا ہوں۔ کوئی ملازم بھی نہیں ہے۔۔۔ بعد پھوٹا چھانک کھلا اور ایک آدمی باہر آ گیا۔

جیراٹو نے قدرے شرمندہ سے لجھے میں کہا۔

”میں خود آ جاؤں گا۔ آپ بے فکر ہیں۔ دیے بھی آپ سے آؤ۔۔۔ جیراٹو نے کار دیکھ کر کہا اور واپس مڑ گیا تو صدیقی سر ہلا کتا ہوا واپس کار کی ڈرائیورنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد چھانک کھلا تو صدیقی کار اندر لے گیا۔ اس نے کار ایک سائیڈ پر روکی اور پھر خاور اور صدیقی دونوں پیچے اتر آئے جبکہ جیراٹو چھانک بند کر کے ان کی طرف آ رہا تھا۔

”تم اس سے باتیں کرو۔ میں اس دوران چینگ کر لوں۔۔۔ خاور نے کہا۔

”آئیے جناب۔۔۔ جیراٹو نے مسکراتے ہوئے عمارت کے اندر ونی حصے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”مشر مائیکل آپ جائیں میں کار کو چیک کر لوں کہیں واپسی میں یہ تنگ نہ کرے۔۔۔ خاور نے کہا۔

”میرا نام مائیکل ہے اور میرا تعلق انشویں کمپنی سے ہے۔ آپ سے فون پر بات ہوئی ہے۔۔۔ صدیقی نے کہا۔

”اوہ اچھا۔ میں آ رہا ہوں۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور صدیقی نے محسوس کیا کہ بولنے والے کے لجھے میں سرت کی جھلک نمایا تھی۔ اس کے ساتھ ہی لکھ کی آواز سنائی دی اور رابطہ ختم ہو گیا تو صدیقی دو قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھوٹا چھانک کھلا اور ایک آدمی باہر آ گیا۔

”اوہ۔ تو تم کار میں ہو۔ میں چھانک کھولتا ہوں تم کار اندر لے آؤ۔۔۔ جیراٹو نے کار دیکھ کر کہا اور واپس مڑ گیا تو صدیقی سر ہلا کتا ہوا واپس کار کی ڈرائیورنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد چھانک کھلا تو صدیقی کار اندر لے گیا۔ اس نے کار ایک سائیڈ پر روکی اور پھر خاور اور صدیقی دونوں پیچے اتر آئے جبکہ جیراٹو چھانک بند کر کے ان کی طرف آ رہا تھا۔

”تم اس سے باتیں کرو۔ میں اس دوران چینگ کر لوں۔۔۔ خاور نے کہا۔

”ہاں مشر گرین۔ آپ اسے چیک کر لیں۔ میں مشر جیراٹو سے میں یہ تنگ نہ کرے۔۔۔ خاور نے کہا۔

”ہاں مشر گرین۔ آپ اسے چیک کر لیں۔ میں مشر جیراٹو سے

چند لمحوں بعد ایک آدمی بندر کی سی پھرتی سے پھانک پر چڑھ کر اندر کو دیکھا اور اس نے پھانک کھول دیا اور پھر یہے بعد دیگرے دو کاریں اندر داخل ہوئیں تو پھانک کھولنے والے آدمی نے جو پھانک کے قریب ہی کھڑا تھا پھانک بند کر دیا۔ اسی لمحے کاریں رکیں اور پھر کاروں میں سے لوگ باہر نکلنے لگے۔ ایک کار میں سے چار افراد باہر نکلے تھے جبکہ دوسری کار میں سے صرف ایک آدمی باہر آیا تھا۔ صدیقی نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے گیس پسل کا رخ ان کی طرف کیا اور تیزی سے اور مسلسل ٹریگر دہانا شروع کر دیا۔ گیس پسل سے نکلنے والے گیس کپسول ان کے قدموں میں گر کر پھٹتے چلے گئے اور پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے گیس نے انہیں بے ہوش ہونے پر مجبور کر دیا۔

”یہ دوسری کار تو پہلے نظر نہیں آئی۔“..... خاور نے کہا۔
”اس کار میں اکیلا آدمی آیا ہے۔ لگتا ہے کہ یہ ان کا باس ہے۔“
صدیقی نے کہا۔

”لیکن اب کیا کرنا ہے۔ کیا انہیں ہلاک کرنا ہے؟“..... خاور نے کہا تو صدیقی بے اختیار چونک پڑا۔

”ہمیں تو اس جیرالو سے معلومات حاصل کرنی ہیں۔ اب کیا کریں؟“..... صدیقی نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں سینہیاں اتر کر اب نیچے آ رہے تھے۔ گو گیس ایک بار پھر پوری کوٹھی میں پھیل چکی تھی لیکن چونکہ انہوں نے جو گولیاں کھائیں تھیں

بڑے بڑے کپسول گیراج کے سامنے زمین پر گرد پھٹ گئے اور خاور فوراً سمجھ گیا کہ بے ہوش کر دینے والی گیس فائز کی گئی ہے۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا اور اندر گیا تو صدیقی کمرے سے باہر آ رہا تھا اور سامنے ہی کری سمیت جیرالو زمین پر گرا ہوا نظر آ رہا تھا۔ ”بے ہوش کر دینے والی گیس فائز کی گئی ہے۔ جیرالو سے معلومات مل گئی ہیں یا نہیں؟“..... خاور نے پوچھا۔ چونکہ ان دونوں نے پہلے ہی بے ہوش سے بچنے کی گولیاں کھائی تھیں اس لئے وہ دونوں ہوش میں تھے جبکہ ہلکا سا دھواں اور انتہائی نامانوسی بوج پورے گھر میں پھیل چکی تھی۔
”نہیں۔ ابھی تو ابتدائی بات ہی ہو رہی تھی،“..... صدیقی نے کہا۔

”اوہ۔ کوئی پھانک کے سامنے موجود ہے؟“..... خاور نے آہٹ سن کر کہا۔

”اب انہیں بے ہوش کرنا ہو گا۔ آؤ۔ اوپر چھٹت پر جاتے ہیں۔ وہاں سے انہیں آسانی سے چیک کر لیں گے۔“..... صدیقی نے کہا اور پھر دونوں دبے پاؤں برآمدے کی سائیڈ میں موجود سینہیاں تیزی سے چڑھتے ہوئے اوپر موجود فرنٹ سائیڈ پر اٹکوئے کمرے میں پہنچ گئے۔ صدیقی نے جیب سے بے ہوش کر دینے والی گیس کا پسل نکالا اور سامنے موجود کھڑکی کھول کر پردے کی سائیڈ میں کھڑا ہو گیا جبکہ خاور کھڑکی کی سائیڈ میں کھڑا ہو گیا تھا۔

ان کے اثرات کئی گھنٹوں تک قائم رہتے تھے اس لئے گیس کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ وہ دونوں جیسے ہی پہنچے برآمدے میں پہنچے اچانک صدیقی کی جیب سے گھنٹی کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

”اوہ۔ سیل فون پر کال آ رہی ہے۔“..... صدیقی نے کہا اور جیب سے سیل فون نکال کر اس نے اس کا بٹن آن کر دیا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ مارشل کالنگ۔“..... دوسری طرف سے آواز سنائی تو صدیقی اور خاور دونوں ہی سمجھے گئے کہ نعمانی کی کال ہے۔

”لیں۔ مائیکل بول رہا ہوں۔ کوئی خاص بات۔“..... صدیقی نے کہا۔

”جیرت ہے۔ وہ دونوں اس جیراٹو سے معلومات حاصل بھی کر چکے ہیں۔ مجانتے انہوں نے کیسے اسے ٹریس کر لیا۔“..... خاور نے حاصل کر لی ہیں۔ تم اور فریڈ بھی واپس آ جاؤ تاکہ نئی مارکیٹ کو چیک کیا جاسکے۔“..... نعمانی نے کہا۔

”کہاں سے اور کیسے معلومات لی ہیں۔“..... صدیقی نے جیرت بھرے لجھے میں کہا۔

”تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں۔ ہم نے کیٹھن انھوں کے گھرے دوست جیراٹو کو تلاش کیا اور پھر اسے ایک ہزار ڈالر دے کر اس سے تمام معلومات حاصل کر لی ہیں۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو صدیقی اور خاور یہ سن کر بے اختیار اچھل پڑے۔

”کیا یہ جیراٹو برگس ایونیو میں رہتا ہے۔“..... صدیقی نے کہا۔

”اوہ۔ کیا مطلب۔ تم اسے کیسے جانتے ہو۔“..... نعمانی نے

اپنائی جرت بھرے لجھے میں کہا۔

”میں اور فریڈ اس وقت اسی کے مکان میں موجود ہیں۔ تم یہ بتاؤ کہ تمہیں کیا معلومات ملی ہیں۔ اشارہ کر دو تاکہ میں سمجھ جاؤں کہ ہمیں اب مزید کچھ نہیں کرنا۔“..... صدیقی نے کہا۔

”وہ ہمیں گلوشور جانا ہو گا۔“..... نعمانی نے کہا۔

”اوکے۔ ہم واپس آ رہے ہیں۔“..... صدیقی نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور سیل فون آف کر کے اسے واپس جیب میں ڈال یا۔

”جیرت ہے۔ وہ دونوں اس جیراٹو سے معلومات حاصل بھی کر چکے ہیں۔ مجانتے انہوں نے کیسے اسے ٹریس کر لیا۔“..... خاور نے حاصل کر لی ہیں۔ تم اور فریڈ بھی واپس آ جاؤ تاکہ نئی مارکیٹ کو چیک کیا جاسکے۔“..... نعمانی نے کہا۔

”اب ان سب کا کیا کرنا ہے۔“..... صدیقی نے کہا۔

”جیراٹو کو چھوڑ کر ان سب کا خاتمه کر دو۔“..... خاور نے کہا۔

”لیکن جب پولیس کو اس کے گھر سے لاٹیں ملیں تو انہوں نے اسے کسی صورت نہیں بخدا اس لئے میرا خیال ہے کہ اسے بھی ساتھ ہی ختم کر دیں۔“..... صدیقی نے کہا۔

”نہیں صدیقی۔ یہ بے قصور ہے۔ ایسا ہے کہ ان پانچ افراد کا خاتمه کر کے ان کی لاٹیں ان کی گاڑیوں میں ڈال کر ہم یہاں سے نکل جاتے ہیں۔ ایک گاڑی تم چلانا دوسری میں چلاوں گا۔ پھر ان کی گاڑیاں یہاں سے کچھ فاصلے پر موجود درختوں کے جنڈ میں

”میں اور انھوں واپس پہنچ چکے ہیں اور ہم نے تمام معلومات حاصل کر لی ہیں۔ تم اور فریڈ بھی واپس آ جاؤ تاکہ نئی مارکیٹ کو چیک کیا جاسکے۔“..... نعمانی نے کہا۔

”کہاں سے اور کیسے معلومات لی ہیں۔“..... صدیقی نے جیرت بھرے لجھے میں کہا۔

”تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں۔ ہم نے کیٹھن انھوں کے گھرے دوست جیراٹو کو تلاش کیا اور پھر اسے ایک ہزار ڈالر دے کر اس سے تمام معلومات حاصل کر لی ہیں۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو صدیقی اور خاور یہ سن کر بے اختیار اچھل پڑے۔

”کیا یہ جیراٹو برگس ایونیو میں رہتا ہے۔“..... صدیقی نے کہا۔

کھڑی کر کے واپس آ کر اپنی گاڑی لے کر نکل جاتے ہیں۔ ” خاور نے کہا۔

” چلو جیسے تم کہو۔ آؤ۔ ” صدیقی نے کہا اور پھر وہ براہمی کی سیڑھیاں اتر کر نیچے کھلے حصے میں پہنچے جہاں وہ پانچ افراد بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ صدیقی اور خاور نے اپنے مشین پسلک نکالے اور ان کی نالیں باری باری ان کے سینوں پر رکھ کر دبایا۔ فائر کر دیا تاکہ آواز باہر نہ جائے اور اس طرح وہ تمام افراد بے ہوشی کے عالم میں ہی بلاک ہو گئے تو ان کی لاشیں دونوں گاڑیاں میں ڈال کر وہ گاڑیاں بیک کر کے پھاٹک سے باہر لے گئے۔ خاور نے کار باہر نکال کر نیچے اتر کر پھاٹک بند کیا اور پھر چھوٹے پھاٹک کھول کر وہ واپس کار میں آ بیٹھا اور پھر تھوڑی دریں بعد دونوں کاروں میں سوار درختوں کے ایک ذخیرے میں پہنچے۔ وہاں ایک سائیڈ میں کر کے انہوں نے کاریں روکیں اور وہ نیچے اترے اور پھر پیدل چلتے ہوئے واپس جیراثو کے مکان کی طرف بڑھ لگے۔

” تمہاری رحم دلی کی وجہ سے ہمیں پیدل چلتا پڑا ہے۔ ” صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

” یہ لوگ تو بہر حال دشمن ایجنت تھے لیکن جیراثو واقعی بے گناہ اور لاعلٹ آدمی ہے۔ ” خاور نے جواب دیا تو صدیقی نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ جلد ہی وہ جیراثو کے مکان پر نکلا

مجھے۔ جیراثو یہے ہی سنگ روم میں قائمین پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ صدیقی نے اپنی کار باہر نکالی جبکہ خاور پھاٹک کو بند کر کے خود چھوٹے پھاٹک سے باہر آیا اور اسے باہر سے بند کر کے وہ کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد ان کی کار تیزی سے اس رہائشی کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی جہاں ان کی رہائش تھی۔

اور شہنائی کیا ہوتی ہے۔ اب تو آرکسٹرا اور ڈرم بجھتے ہیں۔ سلیمان نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر رسپور اٹھا لیا۔

”سلیمان بول رہا ہوں“..... سلیمان نے کہا۔

”بلیک زیرد بول رہا ہوں سلیمان۔ عمران صاحب موجود نہیں ہیں کیا“..... دوسری طرف سے بلیک زیرد کی آواز سنائی دی۔

”ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہو چکا ہے طاہر صاحب“..... سلیمان نے کہا تو بلیک زیرد بے اختیار چونک پڑا۔

”کیوں۔ کیا ہوا ہے“..... بلیک زیرد نے چونک کر پوچھا۔

”نہیں یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ شہنائی الیہ ساز ہے یا طربیہ اور جسے اتنا بھی معلوم نہ ہو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہی ہے۔ میرا مطلب ہے عقل کے لحاظ سے“..... سلیمان نے جواب دیا تو دوسری طرف بلیک زیرد بے اختیار ہنس پڑا۔

”عمران صاحب جدید دور کے آدمی ہیں۔ نہیں کیا معلوم قدیم دوز میں شہنائیاں کس موقع پر بجائی جاتی تھیں“..... بلیک زیرد نے ہستے ہوئے کہا۔

”آپ کا مطلب ہے کہ میں سینکڑوں سال کا بوڑھا ہوں اور عمران صاحب ابھی چھ ماہ کے بھی نہیں ہوئے اس لئے وہ جدید بلکہ جدید ترین ماؤں ہیں“..... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا تو عمران اس کے اس انداز پر بے اختیار ہنس پڑا۔

عمران اپنے فلیٹ میں بیٹھا ایک کتاب پڑھنے میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی نج اٹھی۔

”سلیمان۔ یہ گھنٹی بجا کر ڈسٹرپ کرنے والا آله اٹھا کر لے جاؤ“..... عمران نے کتاب سے نظریں ہٹائے بغیر اوپری آواز میں کہا۔

”دشکر کریں یہ گھنٹی بجانے والا آله ہی ہے۔ شہنائی بجانے والا نہیں ہے“..... دور سے سلیمان کی آواز سنائی دی۔

”ارے۔ شہنائی تو خوشی کے موقع پر بجاتے ہوں گے۔ یہ تو بغیر کسی موقع کے بھتی رہتی ہے“..... عمران نے اوپری آواز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اوہر فون کی گھنٹی مسلسل نج رہی تھی۔

”خوشی کے موقع پر شادیا نے اور نقارے بجائے جاتے ہیں۔ شہنائی تو ہے ہی الیہ ساز۔ لیکن اب کسی کو معلوم ہی نہیں کہ نقارے

”اے۔ اے۔ وہ ایکسو ہے۔ اس سے تو سرسلطان بھی ڈرتے ہیں اور تم اسی باقی کر رہے ہو۔“..... عمران نے اوپنی آواز میں کہا۔

رانیتے مسدود کر دیئے ہوں گے۔ تھوڑی دیر بعد عمران کی کار داش منزل پہنچ گئی پھر عمران جیسے ہی آپ پیش روم میں داخل ہوا بلیک زیرو اگر ما اٹھ کھڑا ہوا۔

”بیٹھو۔“..... سلام دعا کے بعد عمران نے اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اب تفصیل سے بتاؤ کیا ہوا ہے۔“..... عمران نے کہا۔

”صدیقی کی کال جیپ ہو چکی ہے۔ آپ سن لیں۔“..... بلیک زیرو نے کہا اور فون کے ساتھ موجود ریکارڈر کے میں پریس کر دیئے۔ چند لمحوں بعد صدیقی کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ ایکسو کو روپورٹ دے رہا تھا۔ اس نے کرانس کے دار الحکومت میں ہونے والے تمام واقعات بتانے کے بعد وسارہ پہنچنے اور پھر وہاں ہونے والی تمام کارروائی کی تفصیل بتادی۔

”سر۔ اس کے بعد ہم گلوسٹر پہنچ گئے۔ جہاں ساحل پر کازک ہاؤس موجود تھا لیکن کازک ہاؤس کی پوری عمارت تکمیل طور پر تباہ ہو چکی تھی۔ وہاں سے پتہ چلا کہ دس افراد مستقل طور پر کازک ہاؤس میں رہتے تھے۔ اچانک کازک ہاؤس ایک خوفناک دھماکے سے تباہ ہو گیا اور وہاں رہنے والے دس افراد کی لاشیں بھی اس تباہ شدہ کازک ہاؤس کے لمبے سے نکالی گئی ہیں۔ ہم نے ان دس افراد کے ملنے جلنے والوں اور ان کے دوستوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی بے حد کوشش کی لیکن بے سود۔ یہ دس افراد نہ کسی

”جو کچھ بھی ہے۔ بہر حال ہیں تو ایکس یعنی سابقہ اور سابقہ چاہے پہلے جو بھی رہے۔ سابقہ ہو جانے کے بعد کچھ بھی نہیں رہتا۔“..... سلیمان نے اوپنی آواز میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رسیور عمران کے ہاتھ میں دے کر وہ مڑ کر واپس چلا گیا۔

”سن لی تم نے اپنی حقیقت مسرا ایکس صاحب۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو دوسری طرف سے بلیک زیرو بے اختیار نہیں پڑا۔

”عمران صاحب۔ صدیقی کی کال آئی ہے۔ میں نے اس لئے فون کیا ہے کہ آپ بیہاں میرے پاس آ جائیں۔“..... بلیک زیرو نے یکخت سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”کوئی خاص بات۔“..... عمران نے بے اختیار چونک کر پوچھا۔

”وہ اندھیری گلی میں پھنس گئے ہیں اور انہیں کوئی راستہ نہیں مل رہا۔“..... بلیک زیرو نے جواب دیا۔

”اوہ اچھا۔ میں آ رہا ہوں۔“..... عمران نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ بلیک زیرو کی بات سے ہی سمجھ گیا تھا کہ صدیقی اور اس کے ساتھی بلیک تھنڈر کی لیبارٹری ٹریس کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ یقیناً بلیک تھنڈر نے ان کے آگے بڑھنے کے تمام

سے ملتے تھے اور نہ گلوستر میں گھومتے پھرتے تھے۔ وہ صرف اس کا ذکر ہاؤس تک محدود رہتے تھے اور پھر ہر دو ماہ بعد یہ دل افراد کہیں چلے جاتے تھے اور ان کی جگہ نئے دس افراد آ جاتے تھے اور اب یہ سلسلہ مستقل طور پر بند ہو چکا ہے۔ ہم نے بے حد کوشش کیں کہ کسی طرح آگے بڑھ سکیں لیکن ہماری کوششوں کا کوئی ثابت نتیجہ نہیں نکلا اس لئے آپ کو کمال کیا ہے کہ اب ہمارے لئے کیا حکم ہے۔..... صدیقی کے لمحے میں ناکامی کی جھلک نمایاں تھی اور پھر صدیقی کی آواز سنائی دینی بند ہو گئی۔

”پھر تم نے اسے کیا کہا ہے“..... عمران نے ہومٹ چینتے ہوئے کہا۔

”میں نے انہیں صرف اتنا کہا ہے کہ وہ میرے آئندہ حکم کا انتظار کریں“..... بلیک زیرو نے جواب دیا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ظاہر ہے بلیک زیرو انہیں اور کیا کہہ سکتا تھا۔

”صدیقی کی رپورٹ سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ بلیک تھنڈر کو ان کے بارے میں معلومات مل گئی تھیں مگر ان کا تعلق پائیا۔ سیکرٹ سروس سے ہے اس لئے انہوں نے ان کا راستہ روکنے کی کوشش کی اور چونکہ انہوں نے اس جیراٹو کو زندہ چھوڑ دیا تھا اس لئے انہوں نے اس جیراٹو سے سب کچھ معلوم کر لیا اور اس لئے گلوستر کا ذکر ہاؤس اور وہاں موجود افراد کا خاتمه کر کے انہوں نے آگے بڑھنے کا راستہ بند کر دیا ہے“..... عمران نے کہا۔

”صدیقی کے بقول گلوستر چھوٹا سا جزو ہے۔ جہاں زیادہ تر نماہی گیر ہی رہتے ہیں۔ وہاں سے یہ سپلائی لازماً کسی آبدوز کے ذریعے آگے جاتی ہو گی“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”صدیقی اور اس کے ساتھیوں نے اپنے طور پر لامحالہ بے حد کوشش کی ہو گی لیکن جب وہ مکمل طور پر ناکام ہو گئے۔ قب اُنہوں نے تمہیں نکال کیا ہے۔ وہ سرخ جلد والی ڈائری دینا“..... عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے میز کی دراز کھول کر اس میں سے سرخ جلد والی ٹھیک ڈائری نکال کر عمران کی طرف بڑھا دی۔ عمران نے ڈائری کھولی اور اس کے صفحے پلنے شروع کر دیئے۔ کافی دیر تک وہ صفحے پلٹتا رہا پھر ایک صفحے پر اس کی نظریں جم گئیں۔ اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ڈائری بند کر کے اسے میز پر رکھا اور فون کا رسیور اٹھا کر اس نے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”انکو اتری پلیز“..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”یورپی ملک کرانس کا رابطہ نمبر دیں“..... عمران نے کہا۔

”ہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔ ظاہر ہے انکو اتری آپ پیٹر کپیوٹر سے معلوم کرتی ہو گی۔

”ہیلو سر۔ کیا آپ لائن پر ہیں“..... چند لمحوں بعد انکو اتری آپ پیٹر کی آواز سنائی دی۔

”لیں“..... عمران نے کہا تو انکو اتری آپ پیٹر نے نمبر بتا دیا۔

عمران نے کریڈل دبایا اور ٹون آنے پر تمزی سے نمبر پرلس کرنے شروع کر دیئے۔

”پیراڈائز کلب“..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی لیکن لمحہ بے حد مہذب اور نقیص تھا۔

”میں پاکیشیا سے علی عمران بول رہا ہوں۔ نکلوس سے بات کرائیں“..... عمران نے کہا۔

”پاکیشیا سے۔ اوہ اچھا۔ ہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے چونک کر اور قدرے حیرت بھرے لمحے میں کہا گیا۔

”ہیلو۔ نکلوس بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) فرام پاکیشیا بول رہا ہوں“..... عمران نے اس بار ڈگریوں سمیت نام لیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ پرس عمران آپ۔ دراصل آپ نے چار سال بعد پہلی بار یاد کیا ہے۔ اگر آپ ڈگریاں نہ دوہراتے تو شاید میں آپ کو پہچان ہی نہ سکتا“..... نکلوس نے بڑے بے تکلفانہ لمحے میں کہا۔ ”اور مجھے خطرہ تھا کہ تم سیاح فطرت آدمی کہیں کرانس سے دور روانہ نہ ہو چکے ہو“..... عمران نے کہا۔

”اب چونکہ یہاں میں نے شادی کر لی ہے اس لئے یہاں سے کہاں جا سکتا ہوں“..... نکلوس نے ہستے ہوئے جواب دیا۔

”کیوں کیا کسی جیل کی پرمنڈنٹ سے شادی کر لی ہے۔“

عمران نے کہا تو دوسری طرف نکلوس بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

”آپ نے واقعی درست بات کی ہے۔ گرتیا واقعی جیل کی پرمنڈنٹ ہی ہے۔ بہر حال فرمائیے۔ کیسے یاد کیا ہے آپ نے ہمیں“..... نکلوس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”کرانس میں نہ صرف طویل عرصے سے تم کلب چلا رہے ہو بلکہ تم یہاں کے رہنے والے بھی ہو۔ ایک مسئلہ ایسا ہے جس کی وجہ سے میں بے حد پریشان ہوں“..... عمران نے اس بار سمجھیدہ لمحے میں کہا۔

”کیا مسئلہ عمران صاحب۔ آپ حکم فرمائیں۔ آپ نے مجھ پر جواہر کیا تھا وہ مجھے آج بھی یاد ہے۔“..... نکلوس نے کہا۔

”تو پھر میں فون بند کر دیتا ہوں کیونکہ میرا مقصد احسان جانا نہیں ہے اور دیسے بھی وہ کوئی احسان نہیں تھا“..... عمران کا لمحہ لکھت خشک ہو گیا۔

”اوہ۔ اوہ۔ ایسی بات نہیں ہے۔ میں تو دیسے ہی کہہ رہا تھا۔ آپ حکم فرمائیں“..... نکلوس نے لکھت پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”ایک بین الاقوامی مجرم تنظیم نے دنیا میں کسی جگہ ایک خفیہ لیبارٹری بنائی ہوئی ہے جس میں وہ ایسا ہتھیار بنانے میں مصروف ہے جس سے پوری دنپا کے اربوں انسانوں کو خطرات لاحق ہیں۔ اس تنظیم نے اپنے تحفظ کی خاطر اس لیبارٹری کو بھیجی جانے والی

سپلائی کا طریقہ کار انہائی پیچیدہ رکھا ہوا تھا۔ کرانس اس سپلائی کا شارٹنگ پوائنٹ تھا۔ یہاں ایک آدمی کیلوں یہ سپلائی روائے کرتا تھا۔ کیلوں یہ سپلائی و سارے ساحل پر ایک آدمی کیپٹن انہوں نے جو اس کا نام آسوما تھا۔ کیپٹن انہوں نے سپلائی اس جہاز میں لوڈ کر کے گلوستر جزیرے پر لے جاتا تھا۔ وہاں ساحل پر ایک عمارت کاڑک ہاؤس موجود تھی جس میں دس افراد رہتے تھے۔ کیپٹن انہوں نے کاڑک ہاؤس جا کر انہیں سپلائی کی اطلاع دیتا تھا اور وہ آ کر سپلائی آسوما جہاز سے اٹھا کر کاڑک ہاؤس میں منتقل کر دیتے تھے۔ یہاں تک معلومات مل سکی ہیں۔ اب چونکہ ہم اس لیبارٹری کے خلاف پوری دنیا کے انسانوں کے تحفظ کی خاطر حرکت میں آگئے تو اس تنظیم نے ہمیں لیبارٹری تک پہنچنے سے روکنے کے لئے کیلوں کو لنگٹن بھجوادیا لیکن ہم نے اسے فریس کر لیا۔ اس سے ہمیں کیپٹن انہوں نے کارے میں معلوم ہوا تو اس تنظیم نے کیپٹن انہوں کو ہلاک کر دیا اور اس کے جہاز کو بتا کر دیا۔ ہمیں کیپٹن انہوں نے ایک گہرے دوست جیرالو سے گلوستر کا پتہ چلا تو انہوں نے کاڑک ہاؤس کو بتا کر دیا اور وہاں موجود تمام افراد کو ہلاک کر دیا گیا۔ اس طرح یہاں پہنچ کر ہمیں آگے بڑھنے کا کوئی کلیونہیں مل رہا۔ میں نے ہمیں اس لئے کال کیا ہے کہ ہمیں آگے بڑھنے کے لئے کوئی کلیوں چاہئے۔ کیا تم اس سلسلے میں مدد کر سکتے ہو۔ صاف صاف بتا دو۔

”آپ کا کام ہو سکتا ہے۔ آپ مجھے دو گھنٹے دیں۔“ نکولس نے تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں دو گھنٹے بعد دوبارہ تمہیں فون کروں گا لیکن معلومات حتیٰ ہونی چاہیں۔“ عمران نے کہا۔

”ایسا ہی ہو گا۔“ دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے اور کے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

”گلوستر تو کرانسی دارالحکومت سے کافی فاصلے پر ہے عمران صاحب۔ پھر یہ نکولس کیے معلوم کر لے گا۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”نکولس نے کلب صرف آڑ کے لئے بنایا ہوا ہے۔ اس کا اصل کام مشیات کی اسمگنگ ہے اور یہ ما فیا کا آدمی ہے اور اس پورے ایسیے کا انچارج ہے اس لئے تو میں نے اسے فون کیا ہے کیونکہ گلوستر بہر حال ایک جزیرہ ہے اور جزیرے سے بحری راستے کے ذریعے سپلائی آگے جاتی ہو گی ورنہ ایک عام سے کلب کا مالک اس معاملے میں کیسے ہماری مدد کر سکتا ہے۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر دو گھنٹے اس موضوع پر باقی کرنے میں گزارنے کے بعد عمران نے ایک بار پھر نکولس سے رابطہ کیا۔

کس نے کیا ہے۔ لیکن آپ کی کال سے مجھے علم ہو گیا کہ اصل وجہ کیا تھی۔ کاڑک ہاؤس سے آگے سپلائی میرے تحت جاتی تھی کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ اس معاملے میں میری بین الاقوامی سماں قائم ہے۔ چنانچہ میں نے آپ سے دو گھنٹوں کی مہلت اس لئے لی کہ میں اپنے طور پر اپنے آدمیوں سے معلومات حاصل کر سکوں اور میں نے جو کچھ آپ کو بتایا ہے وہ سو فیصد درست ہے۔ اب اس سپلائی کا کام بند کر دیا گیا ہے لیکن شماں افریقہ کے شہر لورگو تک اس کا پہنچنا تصدیق شدہ ہے۔ اس کے بعد یہ کہاں جاتی تھی اس کا علم مجھے نہیں ہے۔..... نکولس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا لورگو میں تمہارا کوئی گروپ یا سنٹر نہیں ہے؟..... عمران نے کہا۔

” ہے۔ کیوں؟..... نکولس نے کہا۔

” کیا ہمیں اس سے کوئی مددمل سکتی ہے؟..... عمران نے کہا۔

” دیے تو نہیں عمران صاحب۔ البتہ لورگو میں ایک چھوٹا سا کلب ہے۔ اس کا مالک اور جزل مینجر وہاں کا ایک مقامی آذنی کروشا ہے۔ جسے سردار کروشا بھی کہا جاتا ہے۔ کروشا وہاں کے کسی قبیلے کا سردار ہے۔ کلب کا نام بھی کروشا کلب ہے۔ یہ وہاں اپنے طور پر نشیات کا چھوٹا موٹا کام کرتا ہے اور اس سلسلے میں، میں چونکہ اس کی ذاتی طور پر مدد کرتا رہتا ہوں۔ میری مدد یہی ہوتی ہے کہ میری وجہ سے اسے بڑے شہروں کے ہمارے سنشوں سے اس

”کیا رپورٹ ہے نکولس؟..... عمران نے رابطہ ہونے پر پوچھا۔

” عمران صاحب آپ کا کام ہو گیا ہے۔ سپلائی جو دس ہزار پیکس پر بنی ہوتی تھی ہر جمعرات کو کاڑک ہاؤس سے آگے بھجوائی جاتی تھی اور گلوستر جزیرے سے یہ سپلائی ایک بحری جہاز کے ذریعے افریقہ کے شمالی ساحل کر افکسو بھجوائی جاتی تھی۔ وہاں سے یہ سپلائی ایک چھوٹے جہاز کے ذریعے شمالی افریقہ کے بڑے شہر کرامی پہنچائی جاتی تھی۔ اس کے بعد یہ سپلائی جیپول پر آگے پہنچتی تھی اور سنا گیا ہے کہ یہ سپلائی شمالی افریقہ کے آخری مہنذب شہر لورگو پہنچتی تھی۔ اس کے بعد کا معلوم نہیں ہوا کہ نکولس نے کہا تو عمران کے ساتھ ساتھ بلیک زیر و کی آنکھیں بھی جھوٹیں صرف دو گھنٹوں میں یہ سب کچھ اتنی آسانی سے معلوم کر سکے گا۔

” کیسے معلوم ہوا ہے یہ سب کچھ۔ تفصیل بتاؤ تاکہ مجھے اطمینان ہو جائے۔..... عمران نے کہا۔

” عمران صاحب۔ آپ کو میری اصل حیثیت کا تو علم ہے۔ آپ نے کاڑک ہاؤس کا نام لیا تو میں سمجھ گیا کہ آپ کس سپلائی کی بات کر رہے ہیں۔ کاڑک ہاؤس گلوستر میں ہمارا ہی ایک چھوٹا سا اڈا ہے۔ یہ بات بھی درست ہے کہ اچانک یہ اڈا وہاں کوں سے اباہ ہو گیا اور وہاں موجود دس افراد ہلاک ہو گئے۔ لیکن ہمیں باوجہ کوشش کے یہ معلوم نہ ہوا کہ یہ سب کچھ کیوں ہوا ہے اور

کی حیثیت کے مطابق سپلائی مل جاتی ہے۔ میں ایک بار لورگو سردار کروشا کے پاس ہو کر بھی آیا ہوں۔ وہ بے حد باعتماد اور دلیر آؤنی ہے۔ آپ ہولڈ کریں میں ڈائری دیکھ کر اس کا فون نمبر بھی آپ کو بتا دیتا ہوں اور اگر آپ کہیں تو میں اسے آپ کے بارے میں فون پر بریف بھی کر دیتا ہوں۔ نکولس نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”تم نے تو کمال کر دیا ہے نکولس۔ نامکن کو ممکن بنا دیا ہے دیری گذ۔ آج مجھے اس محاورے کی پوری طرح سمجھ آئی ہے کہ کھوٹے سکے بھی کام آتے ہیں ورنہ میں سوچتا رہتا تھا کہ کھوٹے سکے آخر کس طرح کام آتے ہوں گے۔ عمران نے کہا تو سامنے کرسی پر بیٹھے ہوئے بلیک زیو کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی جیکہ دوسری طرف نکولس بھی بے اختیار لکھ کر نہیں پڑا۔

”عمران صاحب۔ اس خوبصورت انداز میں تعریف کرنے کا بے حد شکریہ۔ واقعی کھوٹے سکے کام آ جاتے ہیں۔ نکولس نے ہستے ہوئے کہا۔

”تم اپنا اکاؤنٹ نمبر اور بینک کے بارے میں تفصیل بتا دو تاکہ اب تک جتنے بھی کھوٹے سکے میرے پاس اکٹھے ہوئے پڑے ہیں وہ سب تمہیں بھجوادوں۔“..... عمران نے کہا۔

”ایسی کوئی بات نہیں عمران صاحب۔ آپ کو ان کھوٹے سکوں کی پھر بھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ میں آپ کو سردار کروشا کا فون

”نمبر بتا دوں۔“..... دوسری طرف سے ہستے ہوئے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

”ہیلو کیا آپ لائن پر ہیں۔“..... تھوڑی دیر بعد نکولس کی آواز سنائی دی۔

”لائن پر تو نہیں البتہ کری پر بیٹھا ہوا ہوں۔ ہمارے ہاں لائن پر میرا مطلب ہے ریلوے لائن پر وہ جا کر بیٹھتے ہیں جو خود کشی کرنا چاہتے ہوں اور جب تک تم جیسے کھوٹے سکے موجود ہوں مجھے لائن پر بیٹھنے کی کیا ضرورت ہے۔“..... عمران کی زبان ایک بار پھر روانہ ہو گئی تو دوسری طرف سے نکولس ایک بار پھر نہیں پڑا اور پھر اس نے سردار کروشا کا فون نمبر بتا دیا۔

”میں اسے فون کر کے آپ کے بارے میں بتا دیتا ہوں۔ آپ کب تک وہاں پہنچیں گے۔“..... نکولس نے کہا۔

”اسے مائیکل نام بتانا۔ میرا اصل نام نہ بتا دینا ورنہ میرے پہنچنے سے پہلے وہ بے چارہ عالم بالا کو روانہ کر دیا جائے گا۔“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ اچھا۔ اچھا۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ ٹھیک ہے۔ آپ جب بھی اس سے ملیں اسے مائیکل نکولس کا حوالہ دے دیں کیونکہ مائیکل تو عام سا نام ہے۔“..... نکولس نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم اسے کہہ دو کہ وہ اپنے طور پر اس سپلائی اور وہاں کی لیبارٹری کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش

کرے لیکن یہ خیال رکھے کہ وہاں لازماً اس میں الاقوای تنظیم کے ایجنت موجود ہوں گے۔..... عمران نے کہا۔

”سوری عمران صاحب۔ وہ اس تاریخ کا آدمی ہی نہیں ہے۔“ تو صرف اس قدر کر سکتا ہے کہ وہاں آپ کی عملی طور پر مدد کر سکے۔ اس سے زیادہ وہ پچھنہ کر سکے گا۔..... نکولس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میں دراصل وہاں جانے سے پہلے کنفرم ہونا چاہتا ہوں۔“..... عمران نے کہا۔

”پلائی کی حد تک یا لیبارٹری کی حد تک۔“..... نکولس نے چونکہ کر پوچھا۔

”پلائی کی حد تک تو تمہاری بات کنفرم ہے۔ میں لیبارٹری کی بات کر رہا ہوں۔“..... عمران نے کہا۔

”تو یہ کام میں کرا دیتا ہوں۔ وہاں ایک آدمی سردار ماتو موجود ہے وہ میرا دوست ہے اور وہ ان معاملات میں بے حد تیز ہے۔

آپ ایک گھنٹے بعد مجھے دوبارہ فون کر لیجئے،..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسپور رکھ دیا۔

”یہ تو کھل جاسم سم والا کام ہو گیا ہے۔ کوئی سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ نکولس جیسا آدمی جو کرانس کے دارالحکومت کرالی میں کلب چلاتا ہے اس طرح آسمانی سے ایسی معلومات مہیا کر دے گا۔“

بلیک زیرو نے کہا۔

”ہاں۔ بعض اوقات اتفاقات ایسے وقوع پذیر ہو جاتے ہیں کہ یقین نہیں آتا۔ لیکن میرا ایمان ہے کہ جب آدمی حق پر ہو تو اللہ تعالیٰ کا کرم شامل حال ہو جاتا ہے اور بند دروازے کھل جاتے ہیں۔“..... عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”صدیقی کو کیا ہدایات دیتی ہیں۔ اب ظاہر ہے وہاں گلوسر میں تو ان کا کوئی کام نہیں رہا۔“..... چند لمحوں بعد بلیک زیرو نے کہا۔

”انہوں نے واقعی کام کیا ہے۔ اگر وہ گلوسر میں کارک ہاؤس تک نہ پہنچتے تو نکولس بھی آگے نہ بڑھ سکتا تھا اس لئے تم انہیں شماں افریقہ کے دارالحکومت کرامی بھجوادو۔ میں جوزف اور نائیگر کے ساتھ وہاں پہنچ جاؤں گا۔ پھر آگے مل کر کام کریں گے۔“..... عمران نے کہا۔

”کیا آپ جولیا، صدر اور دوسرے ساتھیوں کو نہیں لے جائے۔“..... بلیک زیرو نے چونک کر پوچھا۔

”نہیں۔ نکولس کی بات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لیبارٹری افریقہ کے گھنے اور درندوں سے پر جنگلات میں بنائی گئی ہے اور وہاں خواتین کا ویسے ہی کوئی کام نہیں۔ لہذا پھر جولیا کے ساتھ تنویر اور صالحہ کے ساتھ صدر کا بھی کوئی کام نہیں رہتا۔ باقی رہ گیا کیپن شکیل تو وہ اب فلاسفہ ایجنت بن چکا ہے اور جنگلوں میں فلاسفہ بے چارہ پہلے ہی قدم پر خوفناک درندوں کا شکار ہو سکتا ہے اس لئے وہ

بھی ڈرپ ہو جاتا ہے۔۔۔ عمران نے باقاعدہ وضاحت کرتے لجھ میں کہا۔

ہونے کہا تو بلیک زیر و بے اختیار ہنس پڑا۔

”آپ نے جوانا کو بھی ڈرپ کر دیا ہے۔ اس کی کوئی خاص

وجہ۔۔۔ بلیک زیر و نے کہا۔

”جوانا جنگل میں جا کر یور ہوتا ہے۔ جس طرح جوزف کی

لیکن خیال رکھنا مختلف لوگ تمہارے پیچھے وہاں نہ پہنچ جائیں۔“۔ عمران

خاص فیلڈ جنگل ہیں اسی طرح جوانا کی خاص فیلڈ ایکریمیا ہے۔۔۔

عمران نے کہا۔

”لیں سر۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے سیل فون

آف کر دیا اور پھر کچھ دیر بعد اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور نکولس

کوکال کرنا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد نکولس لائن پر موجود تھا۔

”کسی کو اس کے اصل مقام پر پہنچانا بھی نیکی ہے۔۔۔ عمران

نے کہا تو بلیک زیر و بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ بلیک زیر و نے

پیش سیل فون نکال کر اس پر صدیقی کوکال کیا اور اسے عمران کی

طرف بڑھا دیا۔ عمران نے اسے آن کر دیا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ چیف کالنگ۔۔۔ عمران نے مخصوص لجھ میں کہا۔

”لیں سر۔ ماں کل انڈنگ یو۔۔۔ چند لمحوں بعد ڈرامسیٹر سے

صدیقی کی آواز سنائی دی۔

”تم اپنے ساتھیوں سمیت شمالی افریقہ کے معروف شہر کرامی

پہنچ جاؤ۔ وہاں بلیک وے نامی ہوٹل ہے۔ وہاں تم نے رہائش رکھنی

ہے۔ میں یہاں سے عمران کے ساتھ جوزف اور ٹائیگر کو وہاں بھجو

رہا ہوں۔ آگے عمران تمہیں لیڈ کرے گا۔۔۔ عمران نے مخصوص

”چیف۔ کیا اصل مقام کا علم ہو گیا ہے۔۔۔ صدیقی نے حیرت

لے جھ میں کہا۔

”ہاں۔ میں نے اپنے ذرا کع سے معلومات حاصل کی ہیں۔

لیکن خیال رکھنا مختلف لوگ تمہارے پیچھے وہاں نہ پہنچ جائیں۔“۔ عمران

خاص فیلڈ جنگل ہیں اسی طرح جوانا کی خاص فیلڈ ایکریمیا ہے۔۔۔

عمران نے کہا۔

”لیں سر۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے سیل فون

آف کر دیا اور پھر کچھ دیر بعد اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور نکولس

کوکال کرنا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد نکولس لائن پر موجود تھا۔

”کیا پورٹ ہے نکولس۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”عمران صاحب سردار ماتو سے بات نہیں ہو سکی کیونکہ تو

ایکریمیں جن میں سے ایک مرد جس کا نام ڈیوک ہے اور ایک

عوزت جس کا نام پیگی ہے خصوصی طور پر اس سے آ کر ملے ہیں

اور سردار ماتو انہیں ہیلی کا پڑ پڑھا کر ڈیمپنگ زون میں لے گیا ہے

اور ان کی واپسی کئی روز بعد ہو گی۔۔۔ نکولس نے کہا۔

”ڈیمپنگ زون۔ کیا مطلب۔۔۔ عمران نے چونک کر پوچھا۔

”عمران صاحب۔ لورگو شہر کے بعد جو جنگلات ہیں وہ انتہائی

خطرناک ہیں۔ درندوں سے پر اور ایسے قبائل اب بھی وہاں رہتے

ہیں جو آدم خور ہیں اس لئے حکومت نے لورگو سے آگے لاکھوں

کلومیٹر پر پھیلے ہوئے ان انتہائی خطرناک اور خوفناک جنگلات کو

ڈیپھر زون قرار دے کر وہاں داخلہ سختی سے بند کیا ہوا ہے اور وہاں حکومت کی خاص فورس جسے چاگو کا نام دیا گیا ہے کام کرتی ہے میرا مطلب ہے کہ چاگو فورس لوگوں کو ڈیپھر زون میں جانے سے روکتی ہے اور لوگو شہر بھی چاگو سردار کے ہی اندر ہے اور سردار ماتوں اس چاگو فورس کا مقامی سربراہ ہے۔ ویسے وہ اس ڈیپھر زون میں رہنے والے قبیلے ماتوں کا سردار بھی ہے۔ میں نے اس لئے اسے کال کیا تھا کہ میرا خیال تھا کہ سردار ماتوں کو اس لیپارٹری کے بارے میں لازماً علم ہو گا۔۔۔ نکولس نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”تو پھر وہ ان ایکر بیٹیں کو کیوں اس ڈیپھر زون میں لے گیا ہے اور وہاں کئی روز کیا کرے گا۔۔۔ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اب یہ تو اس سے بات ہونے پر ہی معلوم ہو گا۔۔۔ نکولس نے کہا۔

”کیا اس سے تمہارے حوالے سے ملاقات کی جا سکتی ہے۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”ہاں۔ آپ اسے نکولس فرانز کا حوالہ دے کر بات کریں اور اسے کہہ دیجئے کہ وہ مجھ سے بات کر لے۔۔۔ نکولس نے جواب دیا۔

”اوکے۔ تمہارا بے حد شکر یہ نکولس۔ تم نے واقعی ہمارے لئے کام کیا ہے۔ گذہ بائی۔۔۔ عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”یہ ایکر بیٹیں جوڑا کوں ہو سکتا ہے۔۔۔ بلیک زیو نے کہا۔
”یہ اچھا ہوا کہ نکولس کی اس سردار ماتو سے بات نہیں ہو سکی
کیونکہ میرا خیال ہے کہ یہ شخص ہی اس لیپارٹری کا سیکورٹی انچارج
ہے اور اس جوڑے کا تعلق لازماً بلیک تھنڈر سے ہو گا اور اس بات
کا علم نکولس کو نہیں ہو گا۔۔۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی
اس نے فون کا رسیور الٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیے۔
”رانا ہاؤس۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے
جوزف کی آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں جوزف۔ تم تیار ہو جاؤ۔ تم نے میرے
ساتھ شامی افریقہ کے جنگلات میں ایک مشن پر جانا ہے۔۔۔ عمران
نے کہا۔

”لیں باس۔ میں تیار ہوں۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا تو
عمران نے اوکے کہہ کر رسیور رکھا اور سیل فون الٹھایا تاکہ ٹائیگر کو
کال کر کے اسے بھی تیار ہونے کا کہہ دے۔

اور جواب سن کر واپس چلے جاتے تھے۔

ڈیگارا بلیک تھنڈر کی کرامی میں سپرائینٹ تھی۔ اس نے ایکریمیا نے انتہائی سخت ترین ٹریننگ حاصل کی ہوئی تھی اور مارش آرٹ کے ساتھ ساتھ نشانہ بازی میں بھی وہ اس قدر طاقت تھی کہ کہا جاتا تھا کہ بڑے سے بڑا مارش آرٹ کا ماہر بھی چند لمحوں سے زیادہ ڈیگارا کے سامنے نہیں شہر سکتا تھا اور وہ اڑتے ہوئے پھر کے پروں کو بھی نشانہ بناسکتی تھی۔ دیسے جن لوگوں نے ڈیگارا کو لڑتے ہوئے دیکھا تھا ان کا کہنا تھا کہ ڈیگارا کے جسم میں خون کی بجائے پارہ دوڑتا ہے۔ ڈیگارا تی وی دیکھنے کے ساتھ انتہائی تیز شراب پینے میں مصروف تھی کہ اچانک پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے چوک کر فون کی طرف دیکھا اور پھر پا تھو بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

”یہ سـ ڈیگارا یوں رہی ہوں“..... ڈیگارا نے کہا۔

”پیش کال“..... دوسری طرف سے ایک سخت اور کھردی سی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ڈیگارا بے اختصار اچھل پڑی۔ اس نے بھلی کی سی تیزی سے رسیور رکھا اور دوڑ کر ایک دیوار گیر الماری کھول کر اس کے نچلے خانے میں موجود ایک بیک اٹھا کر اس نے اسے کھولا۔ اس پیکٹ میں ایک آله موجود تھا۔ اس نے وہ آله لیا اور اسے لا کر فون کے قریب میز پر رکھا۔ رسیور کنٹرول اٹھا کر لی وی آف کیا اور پھر اس آلبے کے ساتھ

شمالی افریقہ کے مشہور شہر کرامی کے ایک رہائش فلیٹ میں ایک افریقی نوجوان لڑکی بیٹھی تھی وی دیکھنے میں مصروف تھی۔ اس کا نام ڈیگارا تھا۔ افریقی حسن کے مطابق ڈیگارا بے حد خوبصورت اور پرکشش لڑکی تھی۔ اس قدر پرکشش کہ افریقی نوجوانوں کے ساتھ ساتھ سفید فام لوگ بھی اسے دیکھ کر بے اختیار ٹھٹھک جاتے تھے۔ ڈیگارا ایک معروف کلب میں اسٹینٹ مینجر تھی اور اس لگزوری فلیٹ میں اس کی رہائش تھی۔ اس کا المہنا بیٹھنا، اس کا لباس اور جدید ماڈل کی انتہائی قیمتی کار دیکھ کر لوگ سمجھتے تھے کہ ڈیگارا ہوٹل کی اسٹینٹ مینجر نہیں بلکہ مالکہ ہے۔ لیکن ڈیگارا بے حد ریز روڑڑکی تھی۔ سوائے چند خاص لوگوں کے اس کے عام سے تعلقات بھی کسی کے ساتھ نہیں تھے۔ عام افریقی نوجوان یا سفید فام اگر اس کی طرف بڑھتے بھی تھے تو اس کا انتہائی درشت اور توہین آمیز لہجہ

مشکل تار کو اس نے فون کے ساتھ اٹھ کیا اور آئے کا بٹن پر لیں کر دیا اور پھر اس طرح اطمینان بھرے انداز میں کری پر بیٹھ گئی جیسے اس نے کوئی بڑا کام سرانجام دے دیا ہو۔ چند لمحوں بعد فون کی گھنٹی نجح اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”ڈیگارا بول رہی ہوں“..... ڈیگارا نے انتہائی مودبانہ لمحے میں کہا۔

”پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چار افراد گلوسٹر سے کرامی پہنچ رہے ہیں۔ ان کے حلیوں اور کاغذات کے بارے میں تفصیلات کر سینا کے ذریعے تم تک پہنچ جائیں گے۔ تم نے اپنے سیکشن کے ساتھ مل کر ان چاروں کا ہر صورت میں خاتمہ کرنا ہے“..... دوسری طرف والدین علیحدہ علیحدہ نسلوں سے تعلق رکھتے تھے۔

ڈیگارا نے دوبارہ ٹی وی آن کیا اور شراب پینے اور ٹی وی دیکھنے میں مصروف ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد کال نیل کی آواز سنائی دی تو ڈیگارا نے میز پر پڑا ہوا ریموت کنٹرول اٹھایا اور اس کا ایک بٹن پر لیں کر دیا تو ریموت سے کٹاک کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔ یہ فلیٹ کا دروازہ کھلنے کی آواز تھی۔ پھر چند لمحوں بعد کر سینا اندر داخل ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک پیکٹ تھا۔ اس نے سرخ رنگ کی شرت اور جیز کی پینٹ پہنی ہوئی تھی۔ اس نے بال اوپر کر کے رہن سے بندھے ہوئے تھے۔

”کیا بات ہے ایکلی نظر آ رہی ہو“..... کر سینا کے بولنے سے پہلے ڈیگارا نے اس سے مخاطب ہو کر کہا کیونکہ کر سینا کے ساتھ ہر کر سینا ایکریمیا کی کسی لارڈ ایجنٹی میں کام کر چکی تھی اور اسے

کرامی میں آئے ہوئے صرف دوسال ہوئے تھے۔ بظاہر وہ برا کی پیشووری میں پڑھاتی تھی لیکن اصل میں اس کا تعلق بلیک تھنڈر سے تھا۔ کر سینا بھی ڈیگارا کی طرح بے حد چست اور مارشل آرٹ کی ماہر تھی۔ ان دونوں میں ایک ہی فرق تھا کہ ڈیگارا ریزو رو رہنے کی عادی تھی اور دوسروں سے اس کے تعلقات بے حد کم تھے جبکہ کر سینا انتہائی دل پھینک اور فلرٹ لڑکی تھی۔ ڈیگارا کے بقول

کرامی کا ہر نوجوان چاہے وہ سیاہ قام ہو یا سفید قام کر سینا کا دوست تھا۔ کر سینا بھی سیاہ قام تھی اور کرامی کی ہی رہنے والی تھی لیکن اس کا رنگ خاص سیاہ نہ تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس کے والدین علیحدہ علیحدہ نسلوں سے تعلق رکھتے تھے۔

سے ایک سخت سی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ڈیگارا نے ایک طویل سائنس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ وہ تو کسی بڑے مشن کی توقع لگائے ہوئے تھی لیکن سیکشن چیف نے اسے مالیوں کر دیا تھا۔ یہ معمولی کام تو کوئی بھی کر سکتا تھا۔ اب اسے کر سینا کا انتظار تھا۔ کر سینا بھی اسی کی طرح بلیک تھنڈر کی ایجنٹ تھی۔ ڈیگارا کا پورا سیکشن تھا جبکہ کر سینا ایکلی کام کرتی تھی اور عام طور پر اسے ڈیگارا کے ساتھ شامل کر دیا جاتا تھا۔ چونکہ ڈیگارا اور کر سینا دونوں گہری دوست تھیں اس لئے ان کے درمیان کبھی کوئی تینگی نہ ہوئی تھی۔ دونوں ہی ایکریمیا کی تربیت یافتہ تھیں۔

کر سینا ایکریمیا کی کسی لارڈ ایجنٹی میں کام کر چکی تھی اور اسے

وقت کوئی نہ کوئی ضرور ہوتا تھا۔

”ڈیوٹی پر ہوں“..... کرسینا نے مسکراتے ہونے کہا اور کری پر پیش کر اس نے پیکٹ ڈیگارا کی طرف بڑھا دیا۔

”تمہیں پیش کال تو مل گئی ہو گی“..... کرسینا نے کہا۔

”ہاں۔ لیکن میں اس کال سے بے حد بور ہوئی ہوں“۔ ڈیگارا نے پیکٹ کو کھولتے ہوئے کہا۔

”کیوں۔ کیا ہوا ہے“..... کرسینا نے حیرت بھرے لبجے میں کہا۔

”تم بتاؤ۔ یہ کیا بات ہوئی کہ چار افراد آ رہے ہیں ان کو ہلاک کرتا ہے۔ اب چار آدمیوں کو ہلاک کرنے کا مشن ہمارے لئے ہی رہ گیا ہے“..... ڈیگارا نے منہ بناتے ہوئے کہا تو کرسینا بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

”تم ہنس کیوں رہی ہو“..... ڈیگارا نے عنصیلے لبجے میں کہا۔

”سیکشن چیف نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ یہ چاروں کون ہیں“۔ کرسینا نے ہستے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ بتایا ہے۔ ایشیائی ملک پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کے رکن ہیں“..... ڈیگارا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تمہیں علم ہی نہیں کہ تم کس امتحان میں پڑ چکی ہو اور آئندہ تمہارا کیا خشر ہونے والا ہے“..... کرسینا نے کہا تو ڈیگارا حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

”مذاق کرنے کے لئے میں ہی رہ گئی ہوں“..... ڈیگارا نے پھنکراتے ہوئے لبجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر غصے کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”میں مذاق نہیں کر رہی ڈیگارا۔ تم ان کاغذات کو دیکھ لو پھر تفصیل سے بات ہو گی“..... کرسینا نے سنجیدہ لبجے میں کہا تو ڈیگارا نے کاغذات نکالے اور انہیں کھول لیا۔ یہ چار افراد کے کاغذات تھے۔ جن پر ان کی تصاویر بھی چھپی ہوئی تھیں۔ یہ اپنے حلیوں سے پورپیں دکھائی دے رہے تھے۔ ڈیگارا ہر تصویر کو غور سے دیکھتی رہی لیکن یہ چاروں ہی عام سے چہرے تھے۔

”تم کیا کہنا چاہتی ہو“..... ڈیگارا نے کاغذات بند کرتے ہوئے کہا۔

”یہ دنیا کے خطرناک ترین سیکرٹ ایجنت ہیں ڈیگارا۔ سیکشن ہیڈ کوارٹر تو ایک طرف میں ہیڈ کوارٹر بھی ان سے پریشان ہے۔ سیکشن کے تحت اس دنیا میں کسی جگہ ایک خفیہ لیبارٹری ہے جہاں انتہائی اہم کام ہو رہا ہے۔ یہ کام ایسا ہے کہ اگر مکمل ہو جائے تو پوری دنیا بیٹی کے تحت آجائے گی اس لئے اسے ٹاپ سیکرٹ رکھا گیا ہے لیکن پھر اچانک ایک خورت کی غلطی سے یہ راز اوپن ہو گیا اور حکومت ایکریمیا کو اس کی اطلاع پہنچ گئی لیکن چونکہ اس پراجیکٹ سے پوری دنیا کو خطرہ درپیش تھا اس لئے تمام سپرپاورز کی مشترکہ میٹنگز ہوئیں اور طویل بحث و مباحثے کے بعد مشترکہ طور پر

یہ طے ہوا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف سے درخواست کی جائے کہ وہ اس لیبارٹری کی تباہی کے لئے پاکیشیا سیکرٹ سروس اور حرکت میں لے آئے۔ خاص طور پر اس سروس کے لئے کام کرنے والے دنیا کے انتہائی خطرناک ترین ایجنت علی عمران کو۔ لیکن پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف نے فوری حرکت میں آنے سے انکار کر دیا۔ بیٹی کے ایجنت پاکیشیا میں چیکنگ کرتے رہے۔ ان کا نارگٹ عمران تھا لیکن عمران وہیں موجود ہے۔ اس لیبارٹری میں سپالائی کرانس کے دارالحکومت کے ایک آدمی کیلوں کے ذریعے بھجوائی جاتی تھی۔ کیلوں کو اس سروس کے ڈریس لکٹن بھجوادیا گیا لیکن پھر بیٹی کو لکٹن سے اطلاع ملی کہ کیلوں کو ہلاک کر دیا گیا ہے اور اس پر تشدد بھی کیا گیا ہے اور یہ چار یورپین افراد کا کام ہے اور یہ چار افراد لکٹن سے کرانس پہنچ رہے ہیں۔ جس پر بیٹی سیکشن نے کرانس میں اپنے سب سیکشن کو آگے کر دیا لیکن یہ چار افراد ہلاک ہونے کی بجائے سب سیکشن خود ختم ہو گیا اور یہ لوگ سپالائی کے دوسرے مقام گلوبر پہنچ گئے۔ ایک خصوصی مشین کے ذریعے انہیں وہاں چیک کیا گیا اور پھر اس سے پہلے کہ کسی گروپ کو ان کی ہلاکت کے لئے آگے لایا جاتا اچانک بیٹی سیکشن کو اطلاع ملی کہ یہ چاروں یہاں کرامی پہنچ رہے ہیں۔ یہ کرانس سے ناراک پہنچے ہیں اور پھر ناراک سے یہاں پہنچیں گے۔ بیٹی سیکشن نے فوری طور پر ان کے کاغذات وہاں سے حاصل کر کے مجھے

بھجوائے ہیں اور ساتھ ہی مجھے اور تمہارے سیکشن کو سامنے لایا گیا ہے۔ میں نے معلومات حاصل کر لی ہیں۔ ان کی فلاٹ اب سے ایک گھنٹے بعد کرامی ایئر پورٹ پر لینڈ کرے گی۔ ہم نے ان کا فوری خاتمه کرنا ہے۔۔۔ کریٹیا نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
”تمہیں کس نے اتنی تفصیل بتائی ہے۔۔۔ ڈیگارا نے حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”تمہیں معلوم تو ہے کہ ہر طرف میرے دوست پھیلے ہوئے ہیں اس لئے اطلاعات مجھ تک پہنچ جاتی ہیں۔۔۔ کریٹیا نے مسکراتے ہوئے کہا تو ڈیگارا بے اختیار ہنس پڑی۔

”اچھا ٹھیک ہے۔ لیکن تم یہ بتاؤ کہ یہ لوگ جتنے بھی خطرناک ہوں ہیں تو انسان۔ مافق الفطرت یا جن بہوت تو نہیں ہیں۔ ہمارے پاس اطلاع پہنچ گئی ہے۔ ان کے کاغذات اور ان کی تصویریں بھی پہنچ گئی ہیں۔ جب ان کی فلاٹ یہاں پہنچے گی تو ہمارا سیکشن ان کے انتظار میں پلک لاڈنگ میں موجود ہو گا اور پھر گولیاں چلیں گی اور یہ چاروں ہلاک ہو جائیں گے۔ یہ کیا مشن ہوا۔۔۔ ڈیگارا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”اگر یہ لوگ اتنی آسانی سے مارے جا سکتے ڈیگارا تو اب تک ہزاروں بار مارے جا چکے ہوتے۔ یہ عام لوگ نہیں ہیں۔ یہ اپنے سماں سے بھی ہوشیار رہنے والے لوگ ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ اختیاطاً عام راستے سے باہر آنے کی بجائے کسی دوسرے راستے سے

نکل جائیں۔ ہمیں یہاں ہر راستے پر پکنگ کرانی ہو گی،”..... کریمہ نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ایسا ہی ہو گا۔ تم ایسا کرو کہ یہ تصویریں لے جا کر مارٹن کو دو۔ میں اسے فون کرتی ہوں۔ وہ سیکشن کے ساتھ اپنے پورٹ پر پہنچ جائے گا۔ تم بھی ساتھ جاؤ میں سیکشن ہیڈ کوارٹر میں رہوں گی،”..... ڈیگارا نے کہا تو کرسینہا نے اثبات میں سر ہلا کیا اور اٹھ کھڑی ہوئی اس نے کاغذات اٹھا کر پیکٹ میں ڈالے اور پھر تیزی سے مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

”ہونہہ خواہ نخواہ کی اہمیت دی جا رہی ہے۔ چار افراد کو۔ گولیاں مارنا بھی کوئی مشن ہے۔ ناسف،“..... ڈیگارا نے بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر اٹھ کر وہ ڈرینگ روم کی طرف بڑھ گئی کیونکہ بھر حال اسے کام تو کرنا ہی تھا ورنہ سیکشن چیف اس کے ڈیتھ آرڈر جاری کر سکتا تھا۔

جہاز کے تقریباً درمیان میں صدیقی اور اس کے ساتھی موجود تھے۔ صدیقی کے ساتھ چوبان بیٹھا ہوا تھا جبکہ عقبی سیٹ پر خاور اور نہماں موجود تھے۔ انہیں ناراک سے چلے ہوئے طویل وقت ہو گیا تھا اور اب ان کی منزل مقصود آنے میں صرف دو گھنٹے باقی رہ گئے تھے۔

”صدیقی ایک بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی،“..... اچانک چوبان نے کہا تو صدیقی چونک کراسے دیکھنے لگا۔

”کوئی سی بات،“..... صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ ”ہم نے گلوسٹر میں انتہائی کوشش کی لیکن ہمیں کوئی کلیونہ مل سکا

جبکہ چیف نے وہیں بیٹھے بیٹھے کلیو حاصل کر لیا۔۔۔ چوہان نے کہا۔

”چیف کے اپنے ذرائع ہیں۔ بہر حال وہ ایک سروس کا چیف ہے۔۔۔ صدیقی نے کہا۔

”اگر چیف کے پاس ایسے ذرائع ہیں کہ وہ پاکیشیا میں بیٹھے سب کچھ معلوم کر سکتا ہے تو پھر اس نے پہلے ایسا کیوں نہیں کیا۔ ہمیں لگنڈن کیوں بھجوایا۔۔۔ چوہان نے کہا۔

”تم کہنا کیا چاہتے ہو۔ کھل کر بات کرو۔۔۔ صدیقی نے کہا۔

”اصل بات یہ ہے صدیقی کہ چیف نے ہمیں آئینہ دکھایا ہے۔ چونکہ ہم چاروں نے اسے استغفار دینے کی بات کی تھی اس لئے ہمیں اس لیبارٹری کا کلیو حاصل کرنے لئے بھیجا گیا اور جان بوجہ کر عمران کو روک لیا اور ہم جو اپنے آپ کو نجات کیا سمجھتے تھے پوری طرح ناکام ہو گئے۔ جب ہم نے اس کے سامنے ناکامی کا اعتراف کر لیا تو اس نے خود ہی بیٹھے بیٹھے کلیو حاصل کر لیا۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم واقعی ناکارہ لوگ ہیں۔ پاکیشیا سیکریٹ سروس کے معیار پر اس طرح پورے نہیں اترتے جس طرح صدر، تنوری، کیپشن شکلیں اور جو لیا اترتے ہیں اور اسی لئے چیف ہمیں ہی پیروں میں پر بھجواتا ہے۔۔۔ چوہان نے کہا تو صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

”تم پر شدید ڈپریشن کا دورہ پڑا ہوا ہے چوہان۔ یہ بات نہیں جو تم سوچ رہے ہو۔ اگر چیف ہمیں ناکام یا ناکارہ سمجھتا تو تمہارا کیا

خیال ہے وہ ہمارا لحاظ کرتا۔ وہ بے چک آدمی ہے اس لئے اب تک ہماری لاشیں بھی دن ہو چکی ہوتیں۔ جہاں تک ہماری ناکامی کا سوال ہے مشن کے دوران ایسا تو ہوتا رہتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہماری جگہ اگر جولیا اور دوسرے ساتھی ہوتے تو وہ بھی اسی طرح ناکام رہتے جیسے ہم رہے ہیں کیونکہ اصل کام عمران صاحب کرتے ہیں۔ وہ واقعی پریم ایجنٹ ہیں۔ ان کا ذہن اس انداز میں کام کرتا ہے کہ آدمی سوچتا ہی رہ جاتا ہے۔۔۔ صدیقی نے جواب دیا۔

”تمہارا مطلب ہے کہ اگر صدر اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ عمران صاحب نہ ہوں تو ان کا بھی بھی حشر ہوتا جو ہمارا ہوا ہے۔۔۔ چوہان نے کہا۔

”ہمارا کیا حشر ہوا ہے۔۔۔ صدیقی نے چونک کر پوچھا۔ ”ہم ناکام رہے ہیں۔ ہم گلووٹر پہنچ کر بندگی میں پھنس گئے تھے۔ کیا یہ ناکامی نہیں ہے۔۔۔ چوہان نے مذہ بناتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اس حد تک تمہاری بات درست ہے لیکن ایک بات اور میرے ذہن میں آ رہی ہے کہ ہم نے مخالف ایجنٹوں کے پانچ آدمی ہلاک کر دیئے تھے وہاں جیراٹو کی رہائش گاہ پر لیکن کیا ان کی تعداد صرف پانچ ہی تھی؟۔۔۔ صدیقی نے کہا تو چوہان چونک پڑا۔

”تمہارا مطلب ہے کہ ہمیں گلووٹر میں بھی چیک کیا گیا ہو گا۔ لیکن میرے خیال میں ایسا نہیں ہے۔ وہاں ہمیں کسی پر بھی معمولی

سا شبه بھی نہیں ہوا۔۔۔ چوہان نے کہا۔

”ان کے ساتھیوں کے خاتمے کے بعد وہ لوگ ہماری ہلاکت کے لئے ہی کام کرتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اس لئے تم نجیک کہہ رہے ہو لیکن جب سے ہم نے کرامی کے لئے سفر شروع کیا ہے میری چھٹی حس مسلسل سائز دے رہی ہے کہ آگے ہمارے لئے خطرہ موجود ہے۔۔۔ صدیقی نے کہا۔

”ولیکن کرامی تو ہم چیف کے حکم پر جا رہے ہیں۔ اس کا مخالفوں کو کیسے علم ہو سکتا ہے۔۔۔ چوہان نے کہا۔

”بظاہر تو نہیں ہو سکتا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ہمیں بہر حال محتاط رہنا چاہئے۔ جس طرح ہمیں کسی نہ کسی ذریعے سے اطلاع مل جاتی ہے۔ اسی طرح مخالفوں کو بھی مل سکتی ہے۔۔۔ صدیقی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ محتاط رہنا تو ہماری تربیت کے ساتھ ہماری نظرت کا بھی حصہ بن چکا ہے۔۔۔ چوہان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”بڑی تفصیلی باتیں ہو رہی ہیں۔ کچھ ہمیں بھی تو بتاؤ۔ اچانک عقی سیٹ پر موجود نعمانی نے سر آگے کرتے ہوئے کہا۔

”چیف صدیقی کی چھٹی حس خطرے کا الارم بجا رہی ہے۔۔۔ چوہان نے سر گھما کر نعمانی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ کیوں۔۔۔ نعمانی نے چونک کر کہا۔

”کیوں کا کوئی جواب نہیں ہے۔ لیکن ہمیں بہر حال پوری طرح محتاط رہنا چاہئے۔۔۔ صدیقی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”تمہاری جگہ اگر عمران ہوتا تو وہ اس صورت میں براہ راست وہاں نہ پہنچتا۔ وہ لازماً درمیان میں ڈراپ ہوتا پھر بس یا ٹرین کے ذریعے کرامی پہنچتا۔۔۔ نعمانی نے کہا۔

”اب تو ہماری منزل مقصود آگئی ہے اس لئے اب راستے میں ڈراپ ہونے کی تو کوئی صورت نہیں ہے۔ اب تو ہم یہی کر سکتے ہیں کہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو کر باہر جائیں اور علیحدہ علیحدہ ٹیکیوں یا یوسوں میں سفر کر کے ہوٹل بلیک وے پہنچیں۔۔۔ صدیقی نے کہا۔

”اور اگر ہمارے کاغذات کی نقول وہاں پہلے سے پہنچ چکی ہو سکیں تو پھر۔۔۔ نعمانی نے کہا تو سب بے اختیار نہیں پڑے۔ ”ہم تو اس طرح باتیں کر رہے ہیں جیسے ہم مشن کے اختتامی مرحلے پر پہنچ رہے ہیں۔ کرامی تو آغاز ہو گا۔۔۔ صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بہر حال تمہاری بات درست ہے کہ ہمیں محتاط رہنا چاہئے۔۔۔ چوہان نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے اور پھر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد پائلٹ کی طرف سے جہاز کے لینڈ ہونے کے اعلانات شروع ہو گئے تو جہاز میں چھایا ہوا سکوت یا خفت ٹوٹ گیا اور سب لوگ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور سب نے بیلش باندھنی شروع کر دیں۔ تھوڑی دیر بعد جہاز کرامی کے انٹریشنل ایز پورٹ پر لینڈ کر گیا۔ ایمگریشن کا ونٹر سے فارغ ہونے کے بعد وہ پلیک

لاؤنچ میں پہنچ گئے۔ پبلک لاؤنچ بھرا ہوا تھا اور لوگ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مل رہے تھے کہ اچانک ہلکی سی فائر کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی پبلک لاؤنچ تیز فائرنگ کی آوازوں اور انسانی چینوں سے گونج اٹھا۔

صدیقی اور اس کے ساتھی چونکہ محتاط تھے اس لئے وہ احتیاطاً لوگوں کی آڑ لے کر چل رہے تھے لیکن اچانک دونوں اطراف سے ہوتے والی فائرنگ کی زد میں بہر حال چوہاں اور نعمانی دونوں آگے اور چیختے ہوئے نیچے گر گئے تھے جبکہ صدیقی اور خاور دونوں کے قریب سے گولیاں نکل گئی تھیں۔ چونکہ فلاٹ کی وجہ سے انہوں نے اپنی جیبوں میں الٹھ نہ رکھا تھا اس لئے وہ نہتے تھے لیکن اس کے باوجود خاور نے یکخت کسی کھلتے ہوئے سپرنگ کی طرح اچھل کر ایک الٹھ بردار کو چھاپ لیا اور اس کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ میں موجود مشین پسل نہ صرف اس نے جھپٹ لیا بلکہ دوسرے لمحے اس نے اس اٹھتے ہوئے کو اٹھا کر ایک اور جملہ آور پر اچھال دیا۔ اس کے ساتھ ہی فائرنگ ہوئی اور وہ آدمی جسے خاور نے اچھا لاتھا چیختا ہوا دھڑام سے نیچے گرا اور بری طرح تڑپنے لگا جبکہ اسی لمحے خاور کے ہاتھ میں موجود مشین پسل سے فائرنگ ہوئی اور دوسرا آدمی چیختا ہوا نیچے جا گرا۔ اس دوران صدیقی نے ایک اور آدمی کو پکڑ لیا تھا۔ پبلک لاؤنچ میں بھکڑ رنج گئی تھی اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہاں اچانک قیامت ٹوٹ پڑی ہو۔

”تم۔ تم کون ہو۔ بولو“..... صدیقی نے اس آدمی کی شہرگ پر گلوٹھا رکھ کر دباتے ہوئے کہا۔

”ڈو۔ ڈو۔ ڈیگارا۔ ڈیگارا سیکشن“..... اس آدمی کے منہ سے خراہٹ بھری آواز نکلی اور اس کے ساتھ ہی اس آدمی کا جسم ایک جھینکا کھا کر ساکت ہو گیا۔ اسی لمحے پولیس کی سیپیوں سے ارد گرد کا ماخول گونج اٹھا۔ صدیقی بھلی کی سی تیزی سے سیدھا ہوا چوہاں اور نعمانی کی طرف بھاگ پڑا۔ جو فرش پر پڑے تڑپ رہے تھے۔ گولیاں ان کے پہلوؤں میں لگی تھیں۔ خاور نے بھی پولیس کی سیپیاں سن کر مشین پسل ایک طرف اچھال دیا تھا۔ اسی لمحے پولیس نے انہیں ہر طرف سے گھیر لیا۔

”میرے ساتھیوں کو ہپتال پہنچاؤ“..... صدیقی نے چیخ کر کہا اور اسی لمحے سارے بجاتی ہوئی ایک بولیس وہاں پہنچ گئی اور چوہاں اور نعمانی کو ایک بولیس میں شفت کر دیا گیا۔

”ہم بھی ساتھ جائیں گے۔ تم وہاں ہمارا بیان لے لیتا“۔ صدیقی نے ایک آفیسر سے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم ہمارے ساتھ جیپ میں چلو“..... پولیس آفیسر نے کہا تو صدیقی اور خاور جیپ میں بیٹھ گئے اور جیپ ایک بولیس کے چیچے دوڑتی ہوئی جوہر میں پہنچ گئی۔ چوہاں اور نعمانی کو فوراً آپریشن تھیٹر میں لے جایا گیا۔

”تم کون ہو اور کس نے تم پر کیوں حملہ کیا ہے“..... پولیس

آفیسر نے صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا۔
”ہم پہلی بار کرامی آ رہے ہیں۔ ہم سیاح ہیں۔ ہمیں تو معلوم
نہیں ہے کہ یہ سب کیا ہوا ہے اور کیوں ہوا ہے۔“..... صدیقی نے
جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے ایک لفافہ نکل کر
پولیس آفیسر کی طرف بڑھا دیا۔

”تمہاری جیبوں میں فضائی کمپنی کے خصوصی قلم نظر آ گئے تھے۔
اس لئے ہم سمجھ گئے تھے کہ تم فلاٹ سے آ رہے ہو درستہ شاید ہم
تمہیں بھی گرفتار کر کے لے جاتے۔“..... پولیس آفیسر نے کہا تو
صدیقی نے چونک کراپنے کوٹ کی چھوٹی جیب کی طرف دیکھا اور
اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے بے اختیار ایک طویل سانس نکل
گئی۔ فلاٹ کے آغاز میں ایز ہوش نے تمام مسافروں کو خصوصی
ساخت کے قلم فضائی کمپنی کی طرف سے بطور گفت پیش کئے تھے جو
صدیقی نے کوٹ کی چھوٹی جیب میں لگایا تھا اور اس کا خصوصی
کلب باہر سے نظر آ رہا تھا۔ صدیقی کو تو یاد بھی نہ رہا تھا لیکن اب
پولیس آفیسر کے کہنے پر اسے یاد آ گیا تھا۔

”ہاں۔ یہ فلاٹ کے آغاز میں سب کو دیئے گئے تھے۔“
صدیقی نے قلم کو جیب سے باہر نکالتے ہوئے کہا اور پولیس آفیسر
نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر لفافے میں سے کاغذات نکال کر
انہیں چیک کرنا شروع کر دیا۔ کافی دیر تک چیکنگ کے بعد اس نے
اپنی ڈائری میں ان میں سے ضروری کو اکف نوٹ کئے اور کاغذات

واپس لفافے میں ڈال کر اس نے لفافہ صدیقی کی طرف بڑھا دیا۔
”مسٹر مائیکل۔ یہ بات طے ہے کہ حملہ آپ لوگوں پر ہوا ہے
اور وہاں بعض لاشیں اینی بھی نظر آئی ہیں جو مسافر نہیں تھے۔ انہیں
کس نے ہلاک کیا ہے۔“..... پولیس آفیسر نے گہری نظروں سے
صدیقی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”مجھے تو معلوم نہیں ہے جناب۔ بس اچانک فائرنگ ہوئی اور
میرے ساتھی نیچے گرے تو میں ان کی طرف لپکا۔ پھر دوبارہ
فائرنگ ہوئی اور گولیاں میرے قریب سے گزر گئی۔ میں زمین پر
لیٹ گیا اور پھر جب میں اٹھا تو پولیس آ چکی تھی۔“..... صدیقی نے
جواب دیا۔

”آپ اب کہاں ٹھہریں گے۔“..... پولیس آفیسر نے ڈائری ہند
کرتے ہوئے پوچھا۔

”ہمیں بتایا گیا ہے کہ یہاں بلیک وے ہوں سیاحوں کے لئے
بہتر ہے۔ کیا واقعی ایسا ہے۔“..... صدیقی نے پوچھا۔

”ہاں لیکن وہ خاصا ہونگا ہے۔“..... پولیس آفیسر نے کہا۔
”مہنگا ستا ہونے کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں اور میرے ساتھی
بڑنس میں ہیں اور رقم ہمارے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ٹھیک ہے۔
ہم بلیک وے میں ہی ٹھہریں گے۔“..... صدیقی نے کہا۔

”اوکے۔ پھر آپ سے وہیں بات ہوگی۔“..... پولیس آفیسر نے
کہا اور اٹھ کر واپس چلا گیا۔

کریں گے۔ ہم تو بہر حال ان سے فتح جائیں گے لیکن ہمارے رخی ساتھی نہیں فتح سمجھیں گے اس لئے آپ مہربانی کریں اور ہمیں کوئی پیا ہسپتال بتا دیں جہاں ہمارے ساتھی دوبارہ حملہ سے محفوظ رہ سکیں۔ صدیقی نے کہا۔

”لیکن یہ تو پولیس کیس ہے۔ آپ پولیس کو بتائے بغیر کہیں کیسے جاسکتے ہیں؟“ ڈاکٹر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”آپ بے شک پولیس کو اس ہسپتال کے بارے میں بتا دیں۔ پولیس نے رسمی کارروائی ہی کرنی ہے کرتی رہے گی لیکن یہاں ہمارے ان دونوں ساتھیوں کی جانبی خطرے میں رہیں گی۔“ صدیقی نے کہا۔

”آپ کی بات درست ہے۔ واقعی ایسا ہو سکتا ہے۔ ٹھیک ہے۔ آئیے میرے ساتھ“ ڈاکٹر نے کہا اور پھر وہ صدیقی اور خود کو ساتھ لے کر اپنے آفس میں آ گیا۔ اس نے ان دونوں کو ساتھیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی کری پر بیٹھ گیا۔

”یہاں ایک پرائیویٹ ہسپتال ہے۔ جس کا نام آرنلڈ ہسپتال ہے۔ یہ ہسپتال خصوصی طور پر ایسے لوگوں کے لئے بنایا گیا ہے جو دشمنوں سے چھپ کر اپنا علاج کرانا چاہتے ہوں اور وہاں کوئی غیر متعلق آدمی کسی صورت داخل ہی نہیں ہو سکتا اور ہر مریض کی والی باقاعدہ حفاظت کی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ علاج بھی اعلیٰ پیمائے پر ہوتا ہے۔ میں بھی رات کو اس ہسپتال میں ڈیوٹی دیتی

”یہ سب ہوا کیا ہے؟“ اچانک ساتھ خاموش بیٹھے ہوئے خاور نے پوچھا۔

”کوئی ڈیگار اسیکشن ہے۔ یہ اس کے آدمی تھے،“ صدیقی نے آہستہ سے کہا۔

”ولیکن ہم پر حملہ کی وجہ؟“ خاور نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”اس سیکشن کا تعلق یقیناً بلیک تھنڈر سے ہو گا۔ میں اور چوبہان راستے میں بھی باتیں کرتے آ رہے تھے اور وہی ہوا۔ بہر حال اب ہمیں اس ڈیگارا کو ٹریں کرنا ہو گا۔“ صدیقی نے کہا تو خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد انہیں اطلاع دی گئی کہ ان کے ساتھیوں کا آپریشن کامیاب رہا ہے اور وہ اب خطرے سے باہر ہیں۔

”کیا ہم انہیں کسی پرائیویٹ ہسپتال میں شفٹ کر سکتے ہیں؟“ صدیقی نے ڈاکٹر سے پوچھا تو ڈاکٹر چونک پڑا۔

”کیوں۔ یہاں کیا مسئلہ ہے؟“ ڈاکٹر نے قدرے ناراض سے لبھے میں کہا۔

”ڈاکٹر صاحب۔ یہ حملہ ہمارے دشمنوں نے کیا ہے اور اس خوفناک حملے سے نہ صرف ہم دونوں فتح گئے بلکہ ہمارے دونوں ساتھی بھی آپ کی مسیحائی کی وجہ سے خطرے سے باہر ہو گئے ہیں لیکن اب جیسے ہی ہمارے دشمنوں کو خبر ہو گی وہ ہم پر دوبارہ حملہ

ہوں لیکن وہاں علاج خاصا مہنگا ہے۔۔۔ ڈاکٹر نے کہا۔

”آپ رقم کی فلکر مت کریں ڈاکٹر صاحب۔ ہمیں اپنے اور اس کے ساتھ ہی خاور بھی اٹھ کھڑا ہوا۔“
”میرا نام رچرڈ ہے۔ ڈاکٹر رچرڈ“۔۔۔ ڈاکٹر نے کہا تو صدیقی ساتھیوں کی زندگیاں بچانی ہیں۔ آپ بتائیں ہمارے ساتھیوں کے
وہاں علاج پر کتنا خرچہ آئے گا۔ ہم آپ کو گارینفلڈ چیک و پروپرولینی دروازے کی طرف مڑ گیا۔ خاور بھی اس کے پیچھے تھا۔
”آپ ہمیں اجازت“۔۔۔ صدیقی نے کہا اور پھر تیزی سے دیتے ہیں۔۔۔ صدیقی نے کہا۔

”ایک لاکھ ڈالر“۔۔۔ ڈاکٹر نے کہا تو صدیقی نے کوٹ لیا۔ ”صدیقی ہمیں ماںک میک اپ کر لینا چاہئے“۔۔۔ خاور نے اندر ولی جیب سے گارینفلڈ چیک بک نکالی اور اس میں سے ایک کمک
چیک علیحدہ کر کے اس نے اس پر رقم لکھ کر پیچے دستخط کے ان
چیک ڈاکٹر کی طرف بڑھا دیا۔ ڈاکٹر نے ایک نظر چیک پر ڈالی اور صدیقی نے کہا اور دینگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر اس نے چیک کو تہہ کر کے اپنی جیب میں ڈال دیا۔
”میں انتظام کرتا ہوں“۔۔۔ ڈاکٹر نے کہا۔

”آپ ہمیں اس ہسپتال کا پتہ بتا دیں اور وہاں داخلے کا کوئی
کارڈ دے دیں“۔۔۔ صدیقی نے کہا تو ڈاکٹر نے میز کی دراز کھول کر ایک ڈائری نکالی اور اس سے کھول کر اس کے اندر سے دو چھوٹے
کارڈ نکال کر اس نے ان کے پیچھے دستخط کئے اور پھر کارڈ صدیقی
کی طرف بڑھا دیئے۔

”ان پر ہسپتال کا پتہ بھی درج ہے اور یہی کارڈ دکھانے پر آپ
کو اندر جانے دیا جائے گا۔ آپ کے مریض ایک گھنٹے کے ان
اس ہسپتال میں شفت ہو جائیں گے۔ پولیس کو بھی ہم خود اطلاع
دے دیں گے۔ آپ بے نکر رہیں“۔۔۔ ڈاکٹر نے کہا۔

ڈیگارا کا سیکشن بارہ افراد پر مشتمل تھا۔ ان کا انچارج مارٹن خا اور سیکشن ہیڈ کوارٹر ایک رہائش کالونی کی کوئی میں بنایا گیا تھا اور یہاں ڈیگارا کے لئے باقاعدہ آفس موجود تھا جبکہ کرسٹینا کا آفس علیحدہ تھا۔ ویسے تو کرسٹینا اس کے سیکشن میں شامل نہیں تھی لیکن بہر حال وہ ڈیگارا کی ماتحت تھی اور اسے رپورٹ دینے کی پابند تھی۔ ڈیگارا اس وقت اپنے آفس میں بیٹھی کرسٹینا کی کال کی منتظر تھی۔ مارٹن اپنے تین آدمی لے کر ایئر پورٹ گیا ہوا تھا جبکہ کرسٹینا بھی ان سے علیحدہ ایئر پورٹ گئی ہوئی تھی اور ڈیگارا کے مطابق اس وقت کارروائی مکمل ہو چکی ہوگی اور پھر واقعی چند لمحوں بعد فون کا سختی نج اٹھی تو ڈیگارا نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”دلیں ڈیگارا بول رہی ہوں“..... ڈیگارا نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

”کرسٹینا بول رہی ہوں ڈیگارا۔ تمہارے سیکشن کے تین افراد ہلاک ہو گئے ہیں اور آنے والوں میں سے دو شدید زخمی ہوئے ہیں جبکہ دو صاف نج گئے ہیں“..... کرسٹینا نے کہا تو ڈیگارا کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”کیا کہہ رہی ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ مارٹن کہاں ہے“۔ ڈیگارا نے تیز لہجے میں کہا۔

”مارٹن نج کرنگل جانے میں کامیاب ہو گیا ہے ورنہ پولیس اسے گھیر لیتی۔ میں بھی وہاں سے نگل آئی ہوں کیونکہ پولیس آفیسر مجھے جانتے ہیں اور اگر وہ مجھے وہاں دیکھ لیتے تو لازماً انہیں مجھ پر شک پڑ جاتا اور پھر وہ بھوتوں کی طرح ہمارے پیچھے پڑ جاتے۔ اب میں مارکیٹ کے پلک فون بوتھ سے تمہیں کال کر رہی ہوں“۔ کرسٹینا نے کہا۔

”اوہ۔ دیری بیڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمارا مشن ناکام رہا۔ کیسے ہو گیا۔ چار آدمی بھی ان سے نہیں مارے گئے اور ہمارے میں آدمی بھی مارے گئے“..... ڈیگارا نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”وہ چاروں ایک دوسرے سے ہٹ کر اور لوگوں کی آڑ لے کر چل رہے تھے۔ اچانک تمہارے آدمیوں نے ان پر فائر کھول دیا۔ ان میں سے دو تو ہٹ ہو کر گر گئے جبکہ دو نج گئے۔ پھر ان دونوں نے تمہارے دو آدمیوں کو چھاپ لیا اور ایک نے تمہارے آدمی کا

مشین پسل چھین کر اسے دوسرے پر اچھاں دیا اور وہ آدمی تمہارے دوسرے آدمی کی فائرنگ سے ہلاک ہو گیا جبکہ تمہارے دوسرے آدمی کو اس آدمی نے گولی مار کر ہلاک کر دیا جبکہ آئے والوں میں سے فجع جانے والے دوسرے آدمی نے تیرے آدمی پر خالی ہاتھ حملہ کر دیا اور اسے نیچے گرا کر اس کی شہرگ کچل دی۔ اس طرح تمہارے سکشنا کا تیرا آدمی بھی ہلاک ہو گیا اور پھر پولیس آگئی اور معاملات الجھ گئے۔ پھر مارٹن بھی نکل گیا اور میں بھی۔۔۔ کرسینا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ویری بیڈ۔ اب وہ زخمی ہو جانے والے آدمی کہاں ہیں“۔ ڈیگارا نے تیز لمحے میں کہا۔

”پولیس انہیں لے گئی ہے تو لازماً وہ جزل ہسپتال میں ہوں گے“۔ کرسینا نے جواب دیا۔

”اور ان کے دوساری جو فجع گئے ہیں وہ کہاں ہیں“۔ ڈیگارا نے پوچھا۔

”وہ بھی پولیس کی حرast میں ہیں“۔ کرسینا نے جواب دیا۔

”میں مارٹن کو کال کرتی ہوں۔ اب ہمیں مزید آپریشن کرنا ہو گا۔ تم یہاں ہیڈ کوارٹر آ جاؤ“۔ ڈیگارا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسپورٹ کھا اور ساتھ ہی پڑے ہوئے جدید ساخت کے سیل فون کو اٹھا کر اسے آن کر دیا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ ڈیگارا کالنگ“۔۔۔ ڈیگارا نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

”لیں مارٹن اسٹڈنگ یو“۔۔۔ تھوڑی دری بعد مارٹن کی آواز سنائی دی۔

”مارٹن۔ تم کہاں ہو۔ تم نے اب تک روپورٹ بھی نہیں دی۔“ ڈیگارا نے سخت لمحے میں کہا۔

”میں سب ہیڈ کوارٹر میں ہوں مادام۔ میں نے آدمی بھیجے ہوئے ہیں اس لئے میرا خیال تھا کہ تمام صورت حال واضح ہونے پر آپ کو روپورٹ دوں“۔۔۔ مارٹن نے موذبانہ لمحے میں جواب دیا۔

”ایئر پورٹ پر کیا ہوا ہے۔ تم خود وہاں گئے تھے“۔۔۔ ڈیگارا کا لمحہ مزید سخت ہو گیا۔

”اس بارے میں یقیناً مادام کرسینا نے آپ کو روپورٹ دے دی ہوگی۔ وہاں ہمارے تین آدمی ہلاک کر دیے گئے ہیں اور پھر فوراً پولیس وہاں پہنچ گئی تھی۔ آنے والوں میں سے دو شدید زخمی ہیں۔ انہیں بھی پولیس لے گئی ہے اور باقی دو افراد کو بھی۔ وہ زخمی تو اب تک یقیناً ختم ہو چکے ہوں گے اور جو دو آدمی زندہ فجع گئے ہیں ان کے بارے میں معلومات جیسے ہی ملیں کہ وہ کہاں ہیں ہم ان پر وہیں حملہ کر کے ان کا خاتمہ کر دیں گے“۔۔۔ مارٹن نے کہا۔

”تم نے جزل ہسپتال سے معلومات حاصل کی ہیں“۔۔۔ ڈیگارا

نے کہا۔

”مادام۔ میں نے دو آدمی وہاں بھیجے ہیں کیونکہ پولیس کی وجہ سے فون پر کوئی معلومات نہیں دے رہا۔“..... مارٹن نے جواب دیا۔ ”جتنی جلدی ممکن ہو سکے مشن مکمل کرو ورنہ ہم سب کے بھی ڈیتھ آرڈر سیکشن ہیڈ کوارٹر سے جاری ہو سکتے ہیں۔“..... ڈیگارا نے غصیلے لمحے میں کہا۔

”لیں مادام۔ میں مشن مکمل کر کے آپ کو رپورٹ دیتا ہوں۔“ مارٹن نے قدرے سے ہونے لمحے میں کہا۔

”ہمارے قریب ساتھی جو ایئر پورٹ پر ہلاک ہو گئے ہیں ان کی لاشیں پولیس سے حاصل کر کے ان کے لواحقین تک پہنچا دو اور انہیں ریلیف میں اتنی رقم دے دو کہ وہ اس بارے میں کسی سے کوئی شکایت نہ کریں۔“..... ڈیگارا نے کہا۔

”لیں مادام۔ میں نے پہلے ہی اس کا انتظام کر دیا ہے۔“ مارٹن نے کہا تو ڈیگارا نے اوکے کہہ کر یہ فون آف کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد کریمینا اس کے آفس میں داخل ہوئی۔

”ہاں۔ آپ تفصیل سے بتاؤ کہ ایئر پورٹ پر کیا ہوا ہے۔“ ڈیگارا نے اس کے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہی کہا تو کریمینا نے تفصیل بتانا شروع کر دی۔ ڈیگارا خاموش بیٹھتی سنتی رہی لیکن اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات نمایاں تھے۔

”کمال ہے وہ لوگ نہتے تھے۔ ان پر حملہ بھی اچانک کیا گیا

اور تارگٹ ملک ہوا۔ اس کے باوجود ہمارے قریب ہلاک ہو گئے اور ان میں سے دو صرف زخمی ہوئے اور دو صاف بیج گئے۔“..... ڈیگارا نے کہا۔

”ان لوگوں کے جسموں میں تو بجلیاں بھری ہوتی تھیں۔ پہلے راؤٹڈ میں ان کے دو آدمی گئے لیکن دوسرے دو آدمیوں نے انہی کی چاکدستی اور پلک جھپکانے میں ہمارے قریب افراد کو انہی کی حرمت انجینز انداز میں ہلاک کر دیا۔ ہمارے ایک آدمی کی تو شرگ کچل دی گئی۔ ایک آدمی ہمارے ہی آدمی کی فائرگ سے مارا گیا اور تیرے کو ایک نے ہمارے ہی آدمی سے چھینتے ہوئے مشین پسل سے ہلاک کر دیا۔ یہ سب اس قدر تیزی سے ہوا کہ کوئی سنبھل ہی نہ سکا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی کارروائی ہوتی پولیس وہاں پہنچ گئی۔“..... کریمینا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مجھے مارٹن پر خصہ آ رہا ہے کہ وہ صرف قریب کیوں ساتھ لے گیا۔ چھوٹے افراد ساتھ لے جاتا۔“..... ڈیگارا نے کہا۔

”چار افراد کو صرف گولیاں ہی باری تھیں اور اس کام کے لئے قریب کی بہت تھے۔“..... کریمینا نے جواب دیا۔

”ہاں۔ تمہاری بات درست ہے۔ لیکن یہ ہوا عجیب ہے۔ بہر حال اب بھی وہ زندہ تو نہیں بیج سکتے۔ اگر وہ زخمی زندہ ہوئے تو ہسپتال میں انہیں گولیوں سے اڑا دیا جائے گا اور اگر ہلاک ہو گئے تو ویسے ہی معاملہ ختم ہو جائے گا اور زندہ بیج جانے والے دونوں

آدمیوں کو جو پولیس کی حراست میں ہیں جیسے ہی وہ آزاد ہوئے
انہیں بھی ہلاک کر دیا جائے گا۔ مشن تو بہر حال مکمل کرنا ہی
ہے۔۔۔ ڈیگارا نے کہا اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد فون کی گھنٹی نجع
اٹھی تو ڈیگارا نے ہاتھ بڑھا کر رسپورٹ مٹھا لیا۔

”یہس ڈیگارا بول رہی ہوں“۔۔۔ ڈیگارا نے تیز لمحے میں کہا اور
اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر لاڈور کا بٹن پر لیں کر دیا۔
”مارٹن بول رہا ہوں مادام“۔۔۔ دوسری طرف سے مارٹن کی
آواز سنائی دی۔

”کیا رپورٹ ہے۔ مشن مکمل ہوا یا نہیں“۔۔۔ ڈیگارا نے تیز
لمحے میں کہا۔

”مشن مکمل نہیں ہو سکا مادام“۔۔۔ مارٹن نے جواب دیا تو ڈیگارا
کے ساتھ ساتھ کر سینا بھی بے اختیار اچھل پڑی۔
”کیوں۔ کیا ہوا ہے“۔۔۔ ڈیگارا نے غصے سے چینتے ہوئے
کہا۔

”دونوں زخمیوں کو ان کے ساتھی ہسپتال سے ڈسچارج کرا کر
لے گئے ہیں اور باوجود انتہائی کوشش کے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ
لوگ کہاں گئے ہیں“۔۔۔ مارٹن نے کہا۔

”کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ ان کے ساتھی لے گئے ہیں۔ لیکن ان
کے ساتھی تو پولیس کی حراست میں تھے“۔۔۔ ڈیگارا نے چینتے ہوئے
کہا۔

”پولیس نے ان کا بیان لے کر انہیں چھوڑ دیا تھا۔ وہ ہسپتال
میں موجود ہے۔ پھر جیسے ہی ان کے ساتھیوں کے آپریشن مکمل
ہوئے انہوں نے انہیں ڈسچارج کرایا اور ساتھ لے گئے“۔ مارٹن
نے جواب دیا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ پولیس کیس میں ہسپتال والے کیسے
زخمیوں کو اس طرح ڈسچارج کر سکتے ہیں“۔۔۔ ڈیگارا نے حیرت
بھرے لمحے میں کہا۔

”چونکہ پولیس نے ان زخمیوں کو اپنی تحویل میں رکھنے کا لکھ کر
نہیں دیا تھا اس لئے ہسپتال کے قوانین کے مطابق ہسپتال والے
ان کے ساتھیوں کے اصرار پر انہیں فوری طور پر ڈسچارج کرنے پر
مجبوर ہو گئے“۔۔۔ مارٹن نے کہا۔

”وہ کس پر لے گئے زخمیوں کو۔ ظاہر ہے کسی ایمبولینس میں ہی
لے گئے ہوں گے“۔۔۔ ڈیگارا نے کہا۔

”پولیس مادام۔ کسی پرائیویٹ کمپنی کی ایمبولینس پر زخمی گئے ہیں۔
ہم اس بارے میں معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ جیسے ہی معلوم ہو
گا ان پر حملہ کر دیا جائے گا۔ وہ لازماً انہیں کسی پرائیویٹ ہسپتال
میں لے گئے ہوں گے۔ ہمارے آدمی تمام پرائیویٹ ہسپتالوں کی
چینگ کر رہے ہیں“۔۔۔ مارٹن نے کہا۔

”یہ ہے تمہاری کارکردگی مارٹن۔ سنوا گرتم نے چار گھنٹوں کے
اندر اندر انہیں ٹریس نہ کیا تو پھر نہ تم زندہ رہو گے اور نہ تمہارے

ساتھی”..... ڈیگارا نے غصے کی شدت سے کاپٹتے ہوئے لبجے میں کہا اور رسیور کو اس طرح کریڈل پر پٹخت دیا۔ جیسے سارا غصہ رسیور پر ہی اتار رہی ہو۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا اور آنکھوں سے جیسے شعلے سے نکل رہے تھے۔

”یہ ہے ہماری کارکردگی۔ نامنہ“..... ڈیگارا نے بڑبراتے ہوئے کہا۔

”اس میں مارٹن کا قصور نہیں ہے“..... کرشنینا نے کہا تو ڈیگارا بے اختیار اچھل پڑی۔

”یہ کیا کہہ رہی ہو۔ مارٹن کا قصور نہیں ہے تو پھر کس کا قصور ہے۔ میرا یا تمہارا۔ یو لو“..... ڈیگارا نے غصے سے بھرے ہوئے لبجے میں کہا۔

”تم جس انداز میں سوچ رہی ہو۔ معاملہ اس انداز کا نہیں ہے ڈیگارا۔ یہ لوگ عام مجرم نہیں ہیں اور نہ ہی عام ایجنت ہیں۔ یہ دنیا کے خطرناک ترین ایجنت ہیں حالانکہ انہیں معلوم نہ تھا کہ ایز پورٹ پران پر حملہ ہونے والا ہے اور پھر اچانک ہونے والے حملے سے بچ جانا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود نہ صرف یہ لوگ بچ گئے بلکہ انہوں نے ہمارے تین آدمیوں کو بھی ہلاک کر دیا اور ظاہر ہے اب یہ سنبھل گئے ہوں گے اس لئے انہوں نے پولیس کو بھی چکر دے دیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی نکال کر لے گئے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ ان پر لازماً دوبارہ بھی حملہ ہو سکتا ہے۔ اب تم بتاؤ

”کہ مارٹن کیا کرتا“..... کرشنینا نے باقاعدہ تجویز کرتے ہوئے کہا۔ ”تم ٹھیک کہہ رہی ہو کرشنینا۔ لیکن اب ہم انہیں کیسے تلاش کریں“..... ڈیگارا نے کہا۔

”مارٹن اس معاملے میں تیز آدمی ہے۔ وہ اس ایمبویلنس کو جلاش کر لے گا اور پھر ان کے ہارے میں بھی علم ہو جائے گا۔“ کرشنینا نے کہا تو ڈیگارا کے چہرے پر اس کی بات سن کر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔ پھر تقریباً دو گھنٹوں بعد فون کی گھنٹی ایک بار پھر نجٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”لیں ڈیگارا بول رہی ہوں“..... ڈیگارا نے کہا۔

”مارٹن بول رہا ہوں مادام“..... دوسری طرف مارٹن کی آواز سنائی دی۔

”لیں۔ کیا روپورٹ ہے۔ لمے ہیں وہ لوگ یا نہیں“..... ڈیگارا نے تیز لبجے میں کہا۔

”لیں مادام۔ وہ دونوں زخمی آرفلڈ ہسپتال میں موجود ہیں اور ان کے دونوں ساتھی ہوٹل بیک وے میں موجود ہیں“..... مارٹن نے جواب دیا۔

”اوہ۔ ہوٹل بیک وے میں ہیں۔ کیسے معلوم ہوا“..... ڈیگارا نے چونک کر پوچھا۔ لاڈر کا بٹن چونکہ پہلے سے پریشہ تھا اس لئے مارٹن کی آواز کرشنینا بھی سن رہی تھی۔

”مادام میرے آدمیوں نے اس پرائیویٹ ایمبویلنس کو ٹرین کر

لیا۔ جس نے دونوں زخمیوں کو جزل ہسپتال سے پک کیا تھا۔ ایمبوینس جزل ہسپتال کے ڈاکٹر رچڈ کی ذاتی ایمبوینس تھی اور ڈاکٹر رچڈ نے ہی بھاری رقم لے کر انہیں آرنلڈ ہسپتال بھجوایا ہے۔ ڈاکٹر رچڈ رات کے وقت آرنلڈ ہسپتال میں کام کرتا ہے۔ اس ایمبوینس کے ڈرائیور نے بھاری رقم لے کر بتایا کہ زخمیوں کے دونوں ساتھی بھی ایمبوینس میں ساتھ گئے تھے۔ جب ان دونوں زخمیوں کو ہسپتال میں داخل کر لیا گیا تو انہوں نے ڈرائیور سے کہا کہ وہ انہیں قریب چوک پر ڈریپ کر دے۔ ایمبوینس ڈرائیور نے انہیں قریبی چوک پر ڈریپ کر دیا اور خود آگے بڑھ گیا۔ پھر وہ کچھ دیر بعد کسی کام سے ہوٹل بلیک وے گیا جہاں اس کا بھائی ویزیر ہے تو اس نے ان دونوں آدمیوں کو وہاں دیکھا۔ وہ لفٹ کے ذریعے اوپر والی منزل پر جا رہے تھے۔ اس نے ان کے بارے میں اپنے بھائی سے معلوم کیا تو اس کے بھائی نے اسے بتایا کہ یہ دونوں اس ہوٹل میں رہائش پذیر ہیں اور چوتھی منزل کے کرہ نمبر چارسو گیارہ اور چارسو بارہ میں ٹھہرے ہیں۔ مارٹن نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”پھر تم نے کیا کیا ہے؟“..... ڈیگارانے پوچھا۔

”میں نے اسی لئے فون کیا ہے کہ اب آپ جیسے حکم دیں ویسے کیا جائے۔ ان دونوں زخمیوں کو ہلاک کرنے کے لئے ہسپتال میں زبردستی داخل ہونا پڑے گا اور ہوٹل بلیک وے میں ٹھہرے ہوئے

دونوں آدمیوں کے خاتمے کے لئے ہوٹل میں فارنگ کرنی پڑے گی۔“..... مارٹن نے کہا۔

”اوہ نہیں۔ ایسی صورت میں یہاں کی پولیس ہمارے پیچھے بھوت کی طرح پڑ جائے گی۔ تم نے اپنے ساتھیوں کی لاشوں کا کیا کیا ہے۔ پولیس نے ان کے بارے میں معلومات تو حاصل نہیں کر لیں،“..... ڈیگارا نے بات بدلتے ہوئے کہا۔

”نہیں مادام۔ میں نے تمام بندوبست کر لیا ہے۔ ہمارے آدمیوں کو بھی مسافر قرار دے دیا گیا اور دو گھنٹوں بعد ہمارے آدمی پولیس سے لاشیں وصول کر لیں گے ان کے وارث بن کر۔“..... مارٹن نے جواب دیا۔

”اب ہمیں ان لوگوں کی مگر فی کرنا پڑے گی۔ تم ایسا کرو کہ دو آدمیوں کو ہوٹل اور دو کو آرنلڈ ہسپتال ان کی نگرانی پر لگا دو،“..... ڈیگارا نے کہا۔

”مادام یہ لوگ لازماً ہوٹل سے نکل کر اپنے ساتھیوں سے ملنے ہسپتال جائیں گے۔ ہم راستے میں ان کی ٹیکسی کو میزائلوں سے اڑا سکتے ہیں۔ ان کے خاتمے کے بعد ہم ڈاکٹر رچڈ کو کہہ کر ان زخمیوں کو بھی اپنی تحویل میں لے سکتے ہیں،“..... مارٹن نے کہا۔

”اوہ۔ ویری گند۔ تم ایسا کرو کہ انہیں ہلاک کرنے کی بجائے بے ہوش کر کے ہیڈ کوارٹر لے آؤ۔ ادھر ڈاکٹر رچڈ کو اس کی قیمت دے کر زخمیوں کو بھی وہاں سے نکلا کر ہیڈ کوارٹر لے آؤ۔ اس طرح

پولیس تک یہ بات نہیں پہنچے گی اور ہم ان چاروں کا خاتمه کر کے ان کی لاشیں بھی غائب کر دیں گے۔..... ڈیگارا نے سرت بھرے لبھے میں کہا۔

”یہ مادام۔ یہ دونوں کام انتہائی آسانی سے ہو جائیں گے۔“
مارٹن نے جواب دیا۔

”اوکے۔ تمام کام انتہائی ہوشیاری سے کرنا۔ یہ انتہائی خطرناک سیکرٹ ایجنت ہیں۔“..... ڈیگارا نے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں مادام۔ ہم ٹیکسی ڈرائیور کو بھی ساتھ لے آئیں گے ٹیکسی سمیت۔ اس طرح معاملات ہمیشہ کے لئے ختم کر دیئے جائیں گے۔“..... مارٹن نے کہا۔

”اوکے۔“..... ڈیگارا نے اطمینان بھرے لبھے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”وکیسی تجویز ہے۔“..... ڈیگارا نے کرشننا سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”سو فیصد کامیاب۔“..... کرشننا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو ڈیگارا اس طرح بھی جیسے اس نے انتہائی کٹھن مشن انتہائی آسانی سے مکمل کر لیا ہوا۔

”تمہاری بات درست ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ہمیں یہاں لانا تو نہیں اس لئے ہمیں کسی سے نہیں الجھنا چاہئے اور پھر یہ گروپ نجانے کتنا بڑا ہو۔ ہم پولیس کے چکر میں بھی پھنس سکتے ہیں۔“..... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس گروپ کا تعلق بلیک تھنڈر سے ہے اور بلیک تھنڈر کو اگر

لٹکا دیا جائے تو ہمیں اس کا خاتمه کرنا پڑے گا صدیقی۔“..... اچانک خاور نے کہا تو صدیقی چونک پڑا۔

”تمہاری بات درست ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ہمیں یہاں لانا تو نہیں اس لئے ہمیں کسی سے نہیں الجھنا چاہئے اور پھر یہ گروپ نجانے کتنا بڑا ہو۔ ہم پولیس کے چکر میں بھی پھنس سکتے ہیں۔“..... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

ہمارے بارے میں علم ہو گیا کہ ہم یہاں پہنچ چکے ہیں تو وہ ہمیں ان ذہانت سے کام لیا ہے۔ لیکن اب اس ڈیگارا گروپ کو ٹریں آسانی سے یہاں سے نکلنے نہ دیں گے اور اس کے لئے ضروری لپکیا جائے۔ صدیقی نے کہا۔

ہے کہ اس ڈیگارا گروپ کا خاتمه کر دیا جائے۔ خاور نے جواب دیا۔ ”کسی دیگر سے بات کی جائے۔ یہ ڈیگارا لازماً کسی کلب یا دیا۔

”ایک بات تو یہ ہے کہ عمران صاحب یہاں پہنچ رہے ہیں۔“ خاور نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ لیڈر ہوں گے اس لئے وہ جو اقدام کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ وہری یعنی دروازہ کھلا اور دیگر ٹرالی وھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا تو خاور بات یہ کہ چوباں اور نعمانی ہسپتال میں ہیں۔ ہمیں ان کے لیکن صدیقی کی طرف معنی خیز نظرؤں سے دیکھا تو صدیقی نے ہونے کا انتظار بھی کرنا پڑے گا۔“ صدیقی نے کہا۔ اساتھ ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”مجھے اس ڈاکٹر چڑ پر بھروسہ نہیں ہے صدیقی۔ وہ لا چکا۔“ تھہارا نام کیا ہے۔ خاور نے دیگر سے مخاطب ہو کر کہا جو آدمی ہے اگر وہ رقم لے کر ہمارا کام کر سکتا ہے تو اسے رقم دے کر پڑا موجود کافی کے برتن ٹرالی میں رکھ رہا تھا۔

اس سے ہمارے خلاف بھی کام لیا جا سکتا ہے۔ خاور نے کہا۔ ”میرا نام کلاؤ ہے جناب۔“ دیگر نے چونک کر خاور کی طرف صدیقی بے اختیار چونک پڑا۔

”اوہ۔ تم نے واقعی بڑی گھری بات کی ہے۔ میرے ذہن میں اس کی طرف بڑھا دیا۔

تو یہ بات آئی ہی نہیں تھی۔ تو پھر اب کیا کیا جائے۔ ان کا علاج تجربہ رکھ لو۔ خاور نے کہا تو اس نے دوبارہ چونک کر خاور کی بہرحال ضروری ہے۔ صدیقی نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔ اُنکے دیکھا اور پھر نوٹ لے کر اس نے بھلی کی سی تیزی سے اسے ”خطرہ جن سے ہے ان کا خاتمه کر دیا جائے گا تو خطرہ نہیں اب میں ڈال لیا۔

رہے گا۔“ خاور نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ”شکریہ سر۔ کوئی خدمت۔“ تجربہ کار دیگر نے کہا۔

”اب واقعی بات میری سمجھ میں آ گئی ہے۔ بلیک تھنڈر کا یہاں یہاں ایک گروپ ہے جسے ڈیگارا گروپ یا ڈیگارا سیکیشن کہا یہی گروپ ہو گا۔ اگر اس کا خاتمه ہو جائے تو جب تک دہلا باتا ہے۔ کیا تم اس ڈیگارا کو جانتے ہو؟“ خاور نے کہا تو دیگر اطلاع پہنچ گی ہم یہاں سے جا چکے ہوں گے۔ گذشو خاور۔ تم نے بے اختیار مسکرا دیا۔

”ڈیگارا مرد نہیں عورت ہے جناب۔ بے حد خوبصورت سیاہ فام عورت“..... ویٹر نے جواب دیا تو خاور اور صدیقی دونوں چونک پڑے۔

”عورت ہے۔ اچھا ہم تو اسے مرد سمجھے تھے“..... خاور مسکراتے ہوئے کہا۔

”اس کا پتہ کیا ہے“..... صدیقی نے پوچھا۔

”جناب یہ انتہائی خطرناک گروپ ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ آپ مجھے معاف ہیں رکھیں“..... ویٹر نے کہا تو خاور نے جیب کے تصور میں بھی نہ تھا کہ یہ ویٹر اس حد تک جانتا ہو گا۔ خاور نے دو بڑی مالیت کے نوٹ نکال کر اپنے سامنے رکھ لئے۔ کلاڑ نے ایک طویل سانس لیا اور پھر نہ صرف وہ دونوں نوٹ انداخت کر اس نے سے کام ہے لیکن ہم اس سے اس انداز میں ملنا چاہتے ہیں کہ اس کلاڑ کے ہاتھ پر رکھ دیئے بلکہ کوٹ کی اندر ورنی جیب سے چار بڑی سے ملنے سے پہلے اس کے گروپ کو ہمارے بارے میں علم نہ۔ مالیت کے نوٹ نکال کر اس نے وہ بھی کلاڑ کو دے دیئے۔

سکے۔ یہ دونوں نوٹ تمہارے ہو سکتے ہیں اور تمہارا نام بھی کہ ”سنو کلاڑ۔ بیٹھ جاؤ اور ہمیں سب کچھ تفصیل سے بتا دو کہ تم یہ صورت میں سامنے نہیں آئے گا۔ اس کا ہم تمہیں حلف دیتے ہیں۔“ سب کیسے جانتے ہو اور ڈیگارا گروپ کے بارے میں بھی تمام خاور نے کہا تو ویٹر کی نظریں جیسے دونوں پر چکر سی گئیں۔

”ٹھیک ہے۔ دیں مجھے یہ رقم۔ میں آپ کو سب کچھ بتاں۔ جیب میں ڈال دیئے۔

”آپ کا شکریہ۔ آپ واقعی ہمارے جیسے لوگوں کا منہ کھلوانے ہوں“..... کلاڑ نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

”پہلے تفصیل سے بتا دو سب کچھ“..... خاور نے کہا۔

”ڈیگارا گروپ کے دو آدمی ہوٹل سے باہر آپ کے انتظار میں“..... ”جس ایمپولیس میں آپ اپنے ساتھیوں کو جزل ہسپتال سے موجود ہیں۔ انہوں نے مجھ سے ایک بار پوچھا تھا کہ آپ ارنلڈ ہسپتال لے گئے تھے اس کا ڈرائیور میرا بھائی ہے۔ وہ مجھ

سے ملنے یہاں آیا تو اس نے آپ کو یہاں دیکھ لیا۔ اس نے مجھ سے آپ لوگوں کے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے آپ کے کمروں کے نمبر بتا دیئے۔ اس کے بعد ابھی یہاں آنے سے پہلے مجھے ڈیگارا گروپ کا رانس ملا ہے۔ اس نے مجھ سے آپ لوگوں کے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے بتایا کہ آپ نے کمرے میں کافی منگوائی ہے۔ اس نے مجھے کہا کہ میں چیک کر کے انہیں بتاؤں کہ آپ دونوں کس وقت ہوٹل سے باہر جائیں گے۔ ”کلاڑ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ڈیگارا گروپ کے بارے میں کیا تفصیل ہے۔“ صدیق نے پوچھا۔

”جناب۔ آپ شاید یقین نہ کریں۔ مارٹن میری چھوٹی بہن کا شوہر رہا ہے۔ پھر میری بہن ایک ایکسٹریٹ میں دونوں ٹانگوں سے معذور ہو گئی تو مارٹن نے اسے طلاق دے کر گھر سے نکال دیا۔ اب وہ بے چاری ایک محتاج گھر میں رہتی ہے۔ میں غریب آدمی ہوں اور میری بیوی اور بیوی ہیں۔ میں ان کے اخراجات پورے نہیں کر سکتا اس لئے میں بھی اپنی بہن کو اپنے گھر میں رکھ سکتا۔“

”جناب۔ ڈیگارا بے حد خوبصورت سیاہ فام لڑکی ہے۔ اس کی نائب ایک اور سیاہ فام لڑکی ہے جس کا نام کرشننا ہے۔ ان کا تعلق کسی بین الاقوامی مجرم تنظیم سے ہے۔ جسے یہ بیٹی کہتے ہیں۔ اصل نام کیا ہے اس کا مجھے علم نہیں ہے۔ ان کے دو ہیڈ کوارٹر ہیں۔ ایک ہیڈ کوارٹر کھلاتا ہے اور دوسرا سب ہیڈ کوارٹر۔ ہیڈ کوارٹر

لارسن روڈ پر واقع سرخ پتھروں والی ایک عمارت ہے۔ بظاہر یہ ایک رہائشی عمارت ہے جبکہ سب ہیڈ کوارٹر گرین ٹاؤن کی ایک رہائشی کوٹھی میں ہے۔ ڈیگارا اور کرشننا کی رہائش علیحدہ ہے۔ اس گروپ کا عملی انجام مارٹن ہے۔ مارٹن کے تحت دس آدمی ہیں اور یہ دس آدمی اس سب ہیڈ کوارٹر میں رہتے ہیں جبکہ مارٹن ہیڈ کوارٹر میں رہتا ہے۔ ڈیگارا اور کرشننا ضرورت کے وقت ہی ہیڈ کوارٹر جاتی ہیں ورنہ ان کا کام بڑے بڑے کلبوں اور ہوٹلوں میں گھومنا پھرنا ہے۔“..... کلاڑ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”تمہیں اتنی تفصیل سے اس ساری بات کا علم کیسے ہوا ہے۔“ خاور نے حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”جناب۔ آپ شاید یقین نہ کریں۔ مارٹن میری چھوٹی بہن کا درجہ یہ لوگ مجھے اور میری پوری فیملی کو گولیوں سے اڑا دیں گے۔“ کلاڑ نے انتہائی سنجیدہ لمحے میں کہا تو خاور اور صدیق دونوں نے باقاعدہ حلف دیا تو کلاڑ کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات اپر آئے۔

”جناب۔ ڈیگارا بے حد خوبصورت سیاہ فام لڑکی ہے۔ اس کی نائب ایک اور سیاہ فام لڑکی ہے جس کا نام کرشننا ہے۔ ان کا تعلق کسی بین الاقوامی مجرم تنظیم سے ہے۔ جسے یہ بیٹی کہتے ہیں۔ اس لئے ہتارہ ہوں کہ میں اس مارٹن سے اب شدید نفرت کرتا ہوں۔ وہ بے حد امیر آدمی

ہے۔ میں نے اس کی جا کر منتیں کیں کہ وہ میری بہن کو ماہانہ کچھ رقم دے دیا کرے تاکہ وہ اطمینان سے اپنی باقی زندگی معدودی کی حالت میں گزار سکے لیکن مارٹن نے دھکے دے کر مجھے اپنے گھر سے باہر نکال دیا۔ یہ چار سال پہلے کی بات ہے۔ یہی وجہ ہے اس گروپ کے تمام افراد مجھے اور میرے بھائی کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ کلاڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ اس کا لمحہ بتا رہا تھا کہ وہ بچ بول رہا ہے۔

”ہمیں تمہاری بہن کا سن کر بے حد افسوس ہوا ہے۔“ صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کوت کی اندرولی جیب سے بڑی مالیت کے نوٹوں کی گذی نکالی اور اسے کلاڈ کی طرف پڑھا دیا۔

”یہ لو۔ یہ رقم جا کر اپنی بہن کو ہماری طرف سے دے دینا۔“ صدیقی نے کہا تو کلاڈ نے گذی پکڑ لی۔ اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

”آپ کا تعلق مشرق سے تو نہیں رہا۔“ کلاڈ نے کہا تو صدیقی اور خادر دونوں چونک پڑے۔

”کیا مطلب۔ مشرق سے تو نہیں رہا۔ ہم تو یورپیں ہیں۔“ صدیقی نے کہا۔

”آپ نے جس جذبے کا اظہار کیا ہے جناب۔ ایسے جذبوں کے بارے میں ہم سنتے رہتے ہیں کہ مشرق کے لوگ ہی ایسے

ہوتے ہیں ورنہ یہاں تو لوگوں کو لوٹنے کے علاوہ اور کوئی جذبہ کسی بیس نہیں ہے۔“ کلاڈ نے جواب دیا۔

”ایسی کوئی بات نہیں۔ اچھے بے لوگ ہر جگہ ہوتے ہیں۔“ صدیقی نے کہا۔

”شکریہ جناب۔ اب مجھے اجازت دیں۔“ میں نے دوسرے کروں میں بھی سروں دینی ہے۔“ کلاڈ نے کہا۔

”مارٹن اس وقت کہاں ہو گا۔“ صدیقی نے پوچھا۔

”مجھے کیا معلوم جناب۔“ کلاڈ نے چونک کر کہا۔

”تم ایک کام کرو۔ نیچے جا کر رائسن کو بتا دو کہ ہمارا بظاہر باہر جانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے اور پھر اس سے کسی طرح معلوم کر کے ہمیں بتاؤ کہ مارٹن اس وقت کہاں ہو سکتا ہے۔“ صدیقی نے کہا۔

”سوری جناب۔ یہ لوگ انتہائی وہمی اور خطرناک ہیں۔ اگر نہیں مجھ پر شک پڑ گیا تو پھر میرا زندہ رہنا محال ہے۔“ کلاڈ نے صاف جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔“ صدیقی نے کہا تو کلاڈ سلام کر کے ٹرالی دھکیلتا ہوا دروازے کی طرف مڑ گیا لیکن دروازے کے قریب ٹرالی روک کر وہ واپس مڑا اور پھر ان دونوں کے قریب آگیا۔

”ڈیگارا گروپ کے دو آدمی ہاں میں بھی موجود ہیں۔ ان کی

کے تاریک ذہن میں روشنی ہوئی اور پھر آہستہ آہستہ یہ روشنی پھیلتی چلی گئی۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو چند لمحوں تک اس کا ذہن سویا ہو یا سارا ہا۔ اس کے ذہن میں ہلکے ہلکے دھماکے ہو رہے تھے۔ پھر جیسے ہی وہ پوری طرح ہوش میں آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک کرسی پر رسیوں سے بندھا ہوا بیٹھا تھا۔ اس نے گروں گھمانی تو اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے بے اختیار حیرت بھرے انداز میں اودہ کی آواز نکلی کیونکہ اس کے دائیں ہاتھ پر چوہاں اور نعمانی کرسیوں پر بندھے ہوئے تھے۔ ان کی گرد نیس لکلی ہوئی تھیں اور چپروں پر تکلیف کے تاثرات نمایاں تھے۔ ان کے جسموں پر موجود بینڈ تھج ویسے ہی موجود تھیں۔ دائیں ہاتھ پر خاور کری پر بندھا ہوا موجود تھا لیکن وہ سب بے ہوش تھے۔ سامنے دو خالی کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا۔ اس کا اکلوتا دروازہ بند تھا۔ صدیقی حیران تھا کہ اسے کس طرح سب سے پہلے ہوش آ گیا۔ جب کچھ دیر سوچنے کے باوجود کوئی وجہ اس کی کجھ میں نہ آئی تو اس نے یہ خیال ہی جھٹک دیا اور اب اس نے رسیوں کی طرف توجہ کی۔ لیکن رسیاں اس انداز میں باندھی گئی تھیں کہ وہ کسی صورت بھی انہیں نہ کھول سکتا تھا۔ وہ ابھی بیٹھا اس بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ دائیں ہاتھ پر موجود خاور کے منہ سے ہلکی سی آہ نکلی اور اس کے جسم میں ہوش میں آنے کے آثار نمایاں ہونا شروع ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ایک جھٹکے سے گروں اٹھائی اور آنکھیں

نشانی یہ ہے کہ دونوں نے سرخ رنگ کی ٹائی باندھی ہوئی ہے جس پر زرد رنگ کے پھول ہیں اور یہی نشانی ڈیگارا گروپ کی ہے اور مارٹن یقیناً سب ہیڈ کوارٹر میں ہو گا کیونکہ جب ڈیگارا گروپ اور کرشننا ہیڈ کوارٹر میں ہوں تو مارٹن سب ہیڈ کوارٹر میں بیٹھنا پسند کرتا ہے۔ کلاڈ نے تیز لمحے میں کہا اور پھر تیزی سے مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور ٹرالی و حکیمت ہوا باہر نکل گیا۔

”معاملات بے حد سیرنس ہیں خاور۔ تم ٹھیک کہتے تھے۔ مجھ سے واقعی غلطی ہوئی ہے۔ کلاڈ کے کمرے سے باہر جاتے ہی صدیقی نے کہا۔

”ایسی کوئی بات نہیں صدیقی۔ اب ہمیں اس گروپ کا بہر حال خاتمه کرنا ہو گا۔ خاور نے جواب دیا۔ لیکن پھر وہ ابھی بیٹھے اسی سلسلے میں پلانگ سوچ رہے تھے کہ اچانک ان کی ناک سے نامنوں سی یونکرائی اور وہ دونوں بے اختیار چونک پڑے۔ صدیقی نے سانس روک کر دروازے کی طرف دیکھا تو دروازے کے وی ہول سے ہلکے سفید رنگ کا دھواں تیزی سے اندر داخل ہو کر پورے کمرے میں پھیلتا جا رہا تھا۔ صدیقی ایک جھٹکے سے اٹھا ہی تھا کہ اس کا سر اس تیزی سے گھوما جیسے کوئی تیز رفتار لٹو گھومتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کا ذہن اندھیرے میں ڈوبتا چلا گیا۔

پھر جس طرح گھپ اندھیرے میں چکنے چلتا ہے اسی طرح اس

کھول دیں۔

”بکھرے“..... اس بھاری جسم والے آدمی نے جواب دیا جس کا نام
مارٹن لیا گیا تھا۔ صدیقی اور خاور دونوں سمجھ گئے کہ وہ ڈیگارا گروپ
کے شکنخ میں ہیں اور اندر داخل ہونے والی پہلی لڑکی ڈیگارا اور اس
کے پیچھے کریں گے اور یہ آدمی مارٹن تھا۔ دونوں لڑکیاں سامنے رکھی
ہوئی کریں گے پر بیٹھے گئیں جبکہ مارٹن نے دیوار کے ساتھ فولڈ کر کے
رکھی ہوئی ایک کرسی اٹھائی اور اسے لا کر اس نے ان دونوں کے
ساتھ رکھ کر کھولا اور پھر اس پر بیٹھ گیا جبکہ مشین گن بردار ہیں
 دروازے کے قریب ہی رک گیا تھا۔

”تمہارا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے“..... ڈیگارا نے
صدیقی اور اس کے ساتھیوں کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہم کیا تمہیں ایشیائی نظر آ رہے ہیں“..... صدیقی نے منہ
بناتے ہوئے کہا تو ڈیگارا بے اختیار ہنس پڑی۔

”تم نے ماسک میک اپ کئے ہوئے تھے جو اتار دیئے گئے
ہیں۔ گویہ دوسری بات ہے کہ ان ماسک کے اتارنے کے باوجود تم
ایشیائی نہیں ہو اور ہم نے میک اپ واشر کی مدد سے تمہارے میک
اپ واش کرنے کی بھی کوشش کی ہے لیکن تمہارے میک اپ واش
نہیں ہو سکے لیکن ہمارے پاس وہ کاغذات موجود ہیں جن کے
مطابق تم کرانس سے کرامی فلاٹ کے ذریعے پہنچے ہو اور تم
چاروں وہی ہو جن پر ایرپورٹ پر حملہ کیا گیا تھا اور تم نے ہمارے
تمین آدمی ہلاک کر دیئے تھے۔ لیکن تم نے دیکھا کہ اتنے بڑے شہر

”یہ۔ یہ ہم کہاں ہیں“..... خاور نے حیرت بھرے لمحے میں کہا
اور پھر تھوڑی دیر بعد چوہاں اور نعمانی بھی کراہتے ہوئے ہوش میں
آ گئے۔ اس کا مطلب تھا کہ انہیں باقاعدہ ہوش میں لانے کے
لئے انجکشن وغیرہ لگائے گئے تھے۔ اس لئے وہ سب ہوش میں آ
گئے تھے۔

”تم لوگ کیسے یہاں پہنچ گئے۔ تم تو ہسپتال میں تھے“۔ صدیقی
نے چوہاں اور نعمانی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اچاٹنگ ہمارے کمرے میں دھواں سا پھیلا اور پھر ہمیں ہوش
نہ رہا اور اب یہاں ہوش آیا ہے“..... چوہاں نے کہا۔

”رسیاں کھولنے کی کوشش کرو ورنہ ہم سب مارے جائیں
گے“..... صدیقی نے کہا۔ لیکن کافی دیر تک مسلسل کوشش کرنے کے
باوجود ان میں سے کوئی رسیاں نہ کھول سکا۔ اسی لمحے دروازہ ایک
دھماکے سے کھلا اور آگے پیچھے چلتی ہوئیں دو خوبصورت سیاہ فام
لڑکیاں اندر داخل ہوئیں۔ ان کے پیچھے ایک بھاری جسم کا آدمی تھا
جبکہ اس سے پیچھے مشین گن سے مسلح آدمی تھا۔

”رسیاں چیک کر لی ہیں مارٹن۔ یہ انتہائی خطرناک ایجنت ہیں۔“
سب سے آگے آنے والی لڑکی نے مڑ کر بھاری جسم والے آدمی
سے مخاطب ہو کر کہا۔

”لیں مادام۔ یہ کسی صورت بھی رسیوں سے آزاد نہیں ہو

میں بھی تم ہم سے چھپ کر ایک دن بھی نہیں گزار سکے”..... ڈیگارا
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم نے اپنا تعارف نہیں کرایا اور ہم سے تمہاری کیا دشمنی ہے۔
ہماری کبھی میں تو کوئی بات نہیں آ رہی“..... صدیقی نے کہا۔

”ہمارا تعلق بلیک تھنڈر سے ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ
تمہیں ہلاک کر دیا جائے۔ اسی حکم کے تحت تم پر ایئر پورٹ پر حملہ
کیا گیا لیکن تم ہلاک نہیں ہوئے۔ باہر کھلے عام تم پر حملہ کر کے ہم
اپنے پیچھے پولیس کو نہ لگانا چاہتے تھے اس لئے آرنلڈ ہسپتال سے
ان دونوں زخمیوں کو بھی بیہاں لایا گیا ہے اور ہوٹل بلیک وے سے
تم دونوں کو بھی اور اب تمہاری لاشیں گڑوں میں موجود کیڑوں کی
خوراک بنیں گی“..... ڈیگارا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ انھری
کھڑی ہوئی۔

”گن مجھے دو مار کوں“..... ڈیگارا نے مژکر مشین گن بردار سے
کہا تو اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر مشین گن ڈیگارا کے ہاتھ
میں دے دی۔ صدیقی اور اس کے ساتھی بے بسی کی حالت میں
ہندھے ہوئے تھے کیونکہ باوجود کوشش کے وہ رسیاں نہ کھوں سکے
تھے۔

”ایک شرط پر تمہاری جان بخشی ہو سکتی ہے“..... اچانک ڈیگارا
نے کہا۔

”ہمارے پاس تمہاری ماننے والی کوئی شرط نہیں ہے اور ہم وہ

بھی نہیں ہیں جو تمہیں بتایا گیا ہے۔ جس نے بھی تمہیں ہمارے
بارے میں بتایا ہے غلط بتایا ہے۔ تم ہمیں ہلاک کر سکتی ہو کیونکہ ہم
ہندھے ہوئے ہیں لیکن کسی کو ہلاک کرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں
کیا جا سکتا اس لئے جو کچھ تم کرنا چاہو کر سکتی ہو لیکن بعد میں
پچھتائے کا بھی تمہیں موقع نہیں ملے گا“..... صدیقی نے باوجود
موت سامنے دیکھ کر انتہائی اطمینان بھرے لجھے میں کہا۔

”تمہارا یہ اطمینان بتا رہا ہے کہ تم انتہائی تربیت یافتہ ایجنسٹ ہو
ورنہ عام آدمی کبھی ان حالات میں اس طرح مطمئن نہیں رہ سکتا۔
اس لئے تمہارا انجام موت ہے“..... ڈیگارا نے کہا اور اس کے
ساتھ ہی اس نے مشین گن کی نال صدیقی اور اس کے ساتھیوں کی
طرف کر کے ٹریمگر پر انگلی رکھ دی۔

”تمہاری مرضی۔ اب میں مزید کیا کہہ سکتا ہوں“..... صدیقی
نے ہندھے ہونے کے باوجود اضطرابی طور پر کاندھے اچکاتے
ہوئے کہا اور کاندھے اچکاتے ہی اسے محسوس ہوا کہ اس کے دونوں
بازو اور پر کو اس طرح کھکے ہیں جیسے رسیاں ڈھیلی ہو گئی ہوں۔

”ایک منٹ۔ ایک منٹ“..... اچانک ساتھ بیٹھے ہوئے خاور
نے جیخ کر کہا تو ڈیگارا نے گن نیچے کر لی۔

”تم کیا کہنا چاہتے ہو“..... ڈیگارا نے کہا۔

”تم نے شرط تو بتائی ہی نہیں۔ وہ تو بتا دو۔ ہو سکتا ہے کہ تمہیں
ہمیں ہلاک کرنے کی ضرورت ہی نہ رہے“..... خاور نے کہا۔

”تمہارے ساتھی نے شرائط نے بغیر ہی انکار کر دیا ہے۔ اس لئے اب کوئی شرط نہیں ہے۔ اب صرف موت باقی رہ گئی ہے۔“ ڈیگارا نے کہا۔

”انہیں گولیوں سے اڑا دو ڈیگارا۔ جتنی دیر ہو گی اتنا ہی خطرہ بڑھتا جائے گا۔“ اچانک خاموش بیٹھی ہوئی کر سینا نے کہا۔

”یہ۔ یہ بندھے ہوئے بے بس لوگ ہمارے لئے اب کیا خطرہ بن سکتے ہیں۔“ ڈیگارا نے قدرے غصیلے لمحے میں کہا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ چھپتی ہوئی اچھل کر پہلے کری پر پشت کے بل گری اور پھر کری سمیت الٹ کر فرش پر جا گری اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی سنجلتا اچانک تڑتا ہست کی آواز کے ساتھ ہی ڈیگارا، کر سینا، مارٹن اور مارکوس چاروں چھپتے ہوئے نیچے گرے اور ترکپنے لگے۔ مشین پسل صدیقی کے ہاتھوں میں تھا اور یہ فائزگ اسی نے کی تھی۔ اس نے فائزگ بند کی اور تیزی سے دونوں بازوؤں کی مدد سے رسیاں کھینچ کر ڈھیلی کیں اور چند لمحوں بعد وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ایک پیروں میں جوتا تھا جبکہ دوسرے پیروں میں صرف جراب تھی جوتا نہ تھا۔ صدیقی نے انہیں چیک کیا اور پھر ایک طرف پڑے ہوئے اپنے جوتے کی طرف بڑھ گیا۔ یہ ساری کارروائی صرف چند سینکنڈز میں مکمل ہو گئی تھی۔

”یہ تم نے کیا ہے صدیقی؟“ خاور نے حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”تم نے ہم سب کی زندگیاں بچائی ہیں خاور۔ ورنہ ہم سب داقی ہٹ ہو چکے ہوتے۔“ صدیقی نے جوتا پکن کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور پھر اس نے عقب میں آ کر ری کی مخصوص انداز میں بندھی ہوئی گانٹھ کھول دی۔ گانٹھ کھلتے ہی رسیاں ڈھیلی پڑ گئیں تو صدیقی چوبان کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے اس کی رسیوں کی گانٹھ کھولنے کے بعد سب سے آخر میں نعمانی کی رسیوں کی گانٹھ کھول دی۔ اس دوران خاور آزاد ہو کر ایک طرف پڑی ہوئی مشین گن اٹھا کر باہر جا چکا تھا۔

”کیا یہ سب ہلاک ہو گئے ہیں؟“ چوبان نے پوچھا۔ وہ اور نعمانی دونوں کرسیوں پر ہی بیٹھے ہوئے تھے۔

”سوائے ڈیگارا اور مارٹن کے باقی دونوں ہلاک ہو چکے ہیں۔ ان پر میں نے اس انداز میں فائزگ کی ہے کہ یہ جلدی نہ مر سکیں گے۔“ صدیقی نے کہا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے ڈیگارا کو اٹھایا اور اسے لا کر کری پر ڈال دیا۔ اس کے پہلو میں گولیاں لگی تھیں اور ہاں سے ابھی تک خون رس رہا تھا۔ صدیقی نے اس کے پہلو پر ہاتھ کی انگلیاں رکھ کر انہیں دبایا اور پھر اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔ اسی لمحے خاور واپس آ گیا۔

”ان کے علاوہ اور کوئی آدمی یہاں موجود نہیں ہے۔“ خاور نے کہا۔

”تم نے چیک کیا ہے کہ یہ عمارت کہاں ہے؟“ صدیقی نے

مڑکر پوچھا۔

”ہاں۔ کسی رہائش کاalonی کی کوئی تھی ہے اور کالونی سے ہٹ کر بنی ہوئی ہے۔“..... خاور نے جواب دیا۔

”پھر یہ ان کا سب ہیڈ کوارٹر ہے۔ تم باہر کا خیال رکھو کسی بھی لمحے اس مارٹن کے ماتحت آ سکتے ہیں۔“..... صدیقی نے کہا۔

”اب تم کیا کرنا چاہتے ہو۔ ہمیں یہاں سے فوراً نکل جانا چاہئے۔“..... خاور نے کہا۔

”ان کے ساتھیوں کا خاتمہ بھی ضروری ہے۔ تم باہر جاؤ۔ ہم جلد ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔“..... صدیقی نے کہا تو خاور سر ہلاتا ہوا باہر چلا گیا۔ صدیقی نے رسیاں اٹھا کر ان رسیوں کی مدد سے ڈیگارا کو کری پر باندھ دیا۔ اس کے بعد اس نے مارٹن کو اٹھایا اور اسے بھی ایک اور کری پر ڈال کر اس نے رسیوں سے باندھ دیا۔ اس کے بعد اس نے ڈیگارا کا ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر کے اسے ہوش میں لے آیا۔

”تم۔ تم کیسے آزاد ہو گئے۔ یہ سب کیسے ہوا۔ وہ کرسیننا۔ اود کیا وہ ہلاک ہو گئی۔“..... ڈیگارا نے ہوش میں آتے ہی کراہتے اور قدرے چھینتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر اذیت کے تاثرات نمایاں تھے۔

”کرسیننا اور گن میں دونوں کو میں نے ہلاک کر دیا ہے۔ تم اور تمہارا ماتحت مارٹن ابھی زندہ ہیں۔ میں نے جان بوجھ کر اس انداز

میں تم دونوں پر فائزگ کی تھی کہ گولیاں پہلوؤں کو زخمی کر کے دوسری طرف سے نکل گئی ہیں۔ اس طرح تم بے ہوش تو ہو گئی لیکن زندہ تھی گئیں۔“..... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے پچھے آ کر گری ہوئی وہ کری اٹھائی جس پر پہلے ڈیگارا بیٹھی ہوئی تھی اور پھر وہ کری ڈیگارا کے سامنے رکھ کر اس پر بیٹھ گیا۔ چوبان اور نعمانی ابھی تک ان کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے جن پر انہیں پہلے باندھا گیا تھا۔

”تم۔ تم نے یہ سب کیسے کیا۔ یہ کیسے ممکن ہے۔“..... ڈیگارا نے کراہتے ہوئے کہا۔

”تمہارے آدمیوں نے ہمیں واقعی اس انداز میں باندھا تھا کہ ہم کسی طرح بھی گاٹھنہ کھول سکتے تھے اس لئے بے بس بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر تم نے مشین گن ہم پر تان لی اور تم ٹریگر دبا ہی روئی تھی کہ میرے ساتھی نے تمہیں مخاطب کر لیا اور تم نے ٹریگر دبانے کا فوری ارادہ بدل دیا۔ میں نے کامنے اچکائے تو اچانک بچھے محسوس ہوا کہ میرے دونوں پازو جو رسیوں کے اندر تھے حرکت کر سکتے ہیں۔ میں نے اپنے ایک پازو کو حرکت دی اور کوٹ کی جب میں موجود مشین پسل نکال لیا۔ اس دوران تم نے دوبارہ مشین گن ہم پر تان لی۔ میں نے پیر کا جوتا اتارا اور ٹانگ کو جھک کر جوتا تمہاری طرف اچھال دیا۔ جوتا تمہیں اچانک لگا تو تم لکھڑا کر کری پر گری اور پھر کری سمیت الٹ کر نیچے فرش پر جا

”اوکے۔ تھیک ہے“..... صدیقی نے ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ میں موجود مشین پسل سے رپٹ ریٹ کی آواز کے ساتھ ہی کمرہ ڈیگارا کے حلق سے ٹکنے والی چینوں سے گونج اٹھا جبکہ مارٹن بے ہوشی کے عالم میں ہی ٹرپ کر ختم ہو چکا تھا۔ اسی لمحے خاور اندر داخل ہوا۔

”ہلاک کر دیا ہے انہیں۔ کیا ان سے کچھ معلوم ہوا ہے یا انہیں“۔

خاور نے کہا۔ وہ شاید فارنگ کی آوازن کر اندر آیا تھا۔

”کوشش تو کی تھی لیکن یہ تربیت یافتہ لوگ تھے اس لئے سوائے وقت ضائع کرنے کے اور کچھ حاصل نہ ہونا تھا۔ لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ ہم کہاں جا کر رہیں۔ عمران صاحب تو ہوٹل بلیک دے میں ہی رابطہ کریں گے اور ابھی اس مارٹن کے ماتحت زندہ ہیں۔ وہ ان کی لاشیں دیکھنے کے بعد لازماً ہمیں ٹریس کرنے کی کوشش کریں گے“..... صدیقی نے کہا تو سب کے چہروں کے عضلات کھٹخ سے گئے۔

”یہاں سے تو نکلو۔ کوئی نہ کوئی چکر چل ہی جائے گا“..... خاور نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

”یہ اگر رہائش کالونی ہے تو لازماً اس کالونی میں کوئی نہ کوئی کوئی کرائے یا فروخت کے لئے خالی پڑی ہوگی اور چونکہ یہاں فرنشہد کوٹھیاں کرائے پر دی جاتی ہیں یا فروخت کی جاتی ہیں اس لئے عارضی طور پر ہم آسانی سے وہاں شفت ہو سکتے ہیں“..... اچانک ہوئے کہا۔

گری۔ اتنا وقفہ میرے لئے کافی تھا۔ میں نے جیب سے مشین پسل تو بحال ہی لیا تھا اور اس کے بعد میں نے مشین پسل سے فارنگ کر کے تم چاروں کو نیچے گرا دیا۔ پھر رسیاں ڈھیلی کر کے میں اوپر کو اٹھا اور کرسی کی سیٹ پر پیر رکھ کر فرش پر پہنچ گیا۔ اس کے بعد میں نے اپنے ساتھیوں کو کھول دیا“..... صدیقی نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”کر سینا تھیک کہتی تھی۔ تم واقعی خطرناک ترین انسان ہو۔ کاش میں نے تمہیں تمہاری بے ہوشی کے دوران ہی ہلاک کر دیا ہوتا۔“

”اب تم بتاؤ کہ تمہارا سیکشن ہیڈ کوارٹر کہاں ہے“..... صدیقی نے کہا۔

”سیکشن ہیڈ کوارٹر، مجھے کیا معلوم۔ اور مجھے ہی کیا کسی کو بھی معلوم نہیں ہے“..... ڈیگارا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہارے گروپ میں کتنے افراد ہیں“..... صدیقی نے پوچھا۔

”میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتی اور یہ بھی بتا دوں کہ اگر تم نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی تو تم سب بھی ساتھ ہی ختم ہو جاؤ گے“..... ڈیگارا نے کہا۔

”صدیقی۔ کیوں وقت ضائع کر رہے ہو۔ کسی بھی لمحے حالات بدلتے ہیں اور پھر ہم زخمی ہیں“..... چوہاں نے اچانک بولتے ہوئے کہا۔

نعمانی نے کہا۔

”اوہ ہاں۔ ویری گذ۔ خاور تم جا کر ایسی کوٹھی چیک کرو۔ میں باہر پہنچ دیتا ہوں۔ ایسی صورت میں ہم یہاں آنے والوں کو بھی چیک کر سکیں گے۔“..... صدیقی نے کہا تو خاور سر ہلاتا ہوا باہر چلا گیا۔

”یہ اگر ان کا ہیڈ کوارٹر ہے تو یہاں اسلج بھی ہو گا۔ یہاں واڑیں بم نصب کر کے ڈی چارجر ساتھ لے لو۔ جب ان کے ساتھی یہاں اکٹھے ہو جائیں تو اسے فائز کر دیں گے۔ اس طرح یہ پورا سیکشن ہی ختم ہو جائے گا۔“..... چوبان نے کہا۔

”ہاں۔ ایسا ہی ہونا چاہئے۔ میں چینگ کے ساتھ ساتھ یہ کام بھی کر لیتا ہوں۔“..... صدیقی نے کہا اور پیرومنی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

شارگ بے قد اور ورزشی جسم کا مالک تھا۔ وہ شارگ کلب کا مالک اور مینٹر تھا۔ اس وقت وہ اپنے کلب کے آفس میں موجود تھا کہ سامنے میز پر موجود فون کی گھنٹی نج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔
”ولیں سے شارگ بول رہا ہوں،“..... شارگ نے کاروباری سمجھ میں کہا۔

”سپیشل کال۔“..... دوسری طرف سے غرأتی ہوئی سردی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو شارگ بے اختیار چونک پڑا۔ اس نے رسیور رکھا اور اٹھ کر عقبی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا تو دوسری طرف ایک اور کمرہ تھا جو رسیٹرینگ روم کے انداز میں سجا یا گیا تھا۔ شارگ نے دروازہ بند کیا اور دروازے کے ساتھ ہی سورج بورڈ پر موجود سرخ رنگ کا بُثن

پریس کر دیا تو دروازے کے اوپر سرخ رنگ کا بلب جل اٹھا۔ وہ تیزی سے مڑا اور اس نے ایک الماری کھول کر اس میں سے یہاں رنگ کا فون نکال کر میز پر رکھا۔ اس فون پر نمبر موجود نہ تھے۔ اس نے اس کو فون پلگ کے ساتھ مسلک کیا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے فون آنے کا اطمینان کیا اور رسیور رکھ کر وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

شارگ طویل عرصے تک ایکریمیا کی مختلف سیکرت ایجنسیوں میں کام کرتا رہا تھا اور وہ خاصا معروف سیکرت ایجنت تھا۔ پھر وہ بیک تھنڈر کے ساتھ اٹھ ہو گیا اور اس نے ملازمت چھوڑ دی اور کرامی میں آ کر اس نے اپنا کلب کھول لیا۔ شارگ اس پورے علاقے میں بیک تھنڈر کے لئے خصوصی مشن پر کام کرنے والا ایجنت تھا اور اس نے یہاں رہ کر بیک تھنڈر کے لئے ایسے کام کئے تھے کہ اسے سیکشن ہیڈ کوارٹر نے پر ایجنت بنایا تھا۔ جس کا علیحدہ ہیڈ کوارٹر تھا لیکن شارگ اس ہیڈ کوارٹر میں سوائے انتہائی اشہضروردت کے نہ جاتا تھا۔ وہاں کا انچارج اس کا ماتحت نائف تھا۔ اس کے سیکشن میں نائف سمیت چار افراد تھے لیکن یہ سب کے سب انتہائی مجھے ہوئے اور تربیت یافتہ لوگ تھے۔ وہ بیٹھا بھی سوچ رہا تھا کہ اس بار اس کے ذمے کون سامنہ لگایا جاتا ہے کہ فون کی گھٹنی نج اٹھی تو شارگ نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”شارگ بول رہا ہوں“..... شارگ نے سخت لمحے میں کہا۔ ”تم ڈیگارا اور اس کے سیکشن کے بارے میں جانتے ہو۔“

”لیں باس“..... دوسری طرف سے بولنے والے کا ہجھہ لکھت

میں بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر ایک طرف رکھی ہوئی فائل اٹھا کر اس نے سامنے رکھی اور اسے کھول کر پڑھنے میں مصروف گیا۔ پھر اس نے ابھی فائل ختم ہی کی تھی کہ فون کی گھنٹی نج اٹھی اور شارگ نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا۔

موددانہ ہو گیا۔
ڈیگارا کا ہیڈ کوارٹر اور سب ہیڈ کوارٹر تم نے دیکھا ہوا ہے۔ اس نے کہا۔

”لیں باس“..... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

دیکشن چیف نے ڈیگارا کو چار ایجنٹوں کے خاتمے کا مشن دیا تھا لیکن اب سیکشن چیف کا نہ ہی ڈیگارا سے رابطہ ہو رہا ہے اور نہ متوضع سی آواز سنائی دی۔ ”لیں۔ شارگ بول رہا ہوں“..... شارگ نے کہا۔ ”لائف بول رہا ہوں بس“..... دوسری طرف سے نائف کی ہی اس کی ماتحت کر سٹینا سے۔ تم آدمی بھیج کر معلوم کرو کہ وہاں کیا ہوا ہے اور پھر دو گھنٹے کے اندر اندر مجھے مکمل رپورٹ مل جائی چاہئے“..... شارگ نے تیز لمحے میں کہا۔

”لیں بس۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو شارگ نے رسیور رکھ دیا۔ اس نے یہاں کلب میں اپنا وہ خالی ہے۔ وہاں کوئی آدمی نہیں ہے۔ اس کے بعد جب سب آفس ضرور بنایا ہوا تھا لیکن تمام کاروباری کام اس کے استنسٹ ہیڈ کوارٹر کو چیک کرایا گیا تو اطلاع ملی کہ ایک گھنٹہ پہلے سب میجرز کرتے تھے۔ اس تک معاملات اس وقت پہنچتے تھے جب کوئی خاص مسئلہ ہو ورنہ وہ یہاں اپنے ہی کام کرتا رہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اب تک اسے نہ ہی کوئی کال کی گئی تھی اور نہ ہی کوئی آدمی اس کے آفس میں آیا تھا۔

کے جسموں کے جلنے ہوئے ٹکڑے ملے ہیں اور بس۔ یہ اطلاع بھی ملی ہے کہ ڈیگارا، کرسٹینا، مارٹن اور اس کے ایک ماتحت کو گولیاں لاؤ کر ہلاک کیا گیا ہے جبکہ باقی سات افراد اس دھماکے سے ہلاک ہوئے ہیں کیونکہ ان کے جسموں سے گولیاں یا ان کے زخموں کے

”پاکیشیا سیکرٹ سروس کے افراد۔ یقیناً ان میں عمران بھی ہو گا۔ سیکشن چیف کو مجھے اطلاع دینی چاہئے تھی۔ ڈیگارا اور کرسٹینا لاکھ ذہین سبی بہر حال پاکیشیا سیکرٹ سروس اور خاص طور پر عمران ان کے بس کا روگ نہیں ہیں“..... شارگ نے خود کلامی کے انداز

”لیں۔ شارگ بول رہا ہوں۔“..... شارگ نے کہا۔

”ناکف بول رہا ہوں باس۔“..... دوسری طرف سے ناکف کی واڑ سنائی دی۔

”لیں۔ کیا رپورٹ ہے ان زخمیوں کے بارے میں۔“ - شارگ نے تیز لمحے میں پوچھا۔

”باس۔ دونوں زخمیوں کو جزل ہسپتال میں لایا گیا اور ان کے درفعہ جانے والے ساتھیوں کو بھی پولیس ہسپتال ساتھ لے گئی تھی۔ ان دونوں زخمیوں کا آپریشن کیا گیا۔ پولیس نے ان کے ساتھیوں کا بیان لیا اور واپس چلی گئی۔ ان دونوں کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ ہوٹل بلیک وے میں ٹھہریں گے۔ پھر ان زخمیوں کے ساتھی انہیں ساتھ لے کر جزل ہسپتال سے چلے گئے۔ اس کے بعد ان کا پتہ نہیں چل سکا۔ البتہ میں نے ہوٹل بلیک وے سے معلومات حاصل کی ہیں۔ وہاں سے معلوم ہوا ہے کہ دو مسافر چوتھی منزل پر آ کر ٹھہرے۔ پھر اچانک ان کے کمرے خالی پڑے پائے گئے اور وہ قب سے غائب ہیں۔“..... ناکف نے کہا۔

”ہوٹل میں ان کے کاغذات موجود ہوں گے۔ ان میں ان کے جلینے وغیرہ بھی ہوں گے۔ وہ معلوم کرو۔“..... شارگ نے کہا۔

”یہ باس۔“..... ناکف نے کہا۔

”اور سنو۔ وہاں سے وہ لوگ اس طرح آسانی سے غائب نہیں ہو سکتے۔ وہاں ضرور کوئی گڑبوٹ ہوئی ہوگی۔ وہاں کے کسی دیگر کو رقم

نشانات نہیں ملے۔“..... ناکف نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

”دیری بیڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ ڈیگارا اور اس کا پورا سیکیش ہی ختم کر دیا گیا ہے۔“..... شارگ نے کہا۔

”لیں باس اور پولیس بیڈ کوارٹر سے ایک اور رپورٹ بھی ملی ہے کہ آج صبح کرانس سے کرامی آنے والی فلانٹ کے مسافر پبلک لاونچ میں پہنچ تو وہاں اچانک فائرنگ شروع ہو گئی اور پھر جب پولیس وہاں پہنچ تو وہاں دو زخمی اور تین لاشیں ملی ہیں اور باس یہ تینوں لاشیں مارٹن کے ماتحتوں کی تھیں اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ فائرنگ کے وقت ایک رپورٹ پر مارٹن اور کرسٹینا بھی نظر آئے تھے۔“..... ناکف نے مزید تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”وہ زخمی کہاں گئے۔“..... شارگ نے پوچھا۔

”ہسپتال میں داخل ہوں گے باس۔“..... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

”ان کے بارے میں معلومات حاصل کرو۔“..... شارگ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

”وہی ہوا جس کا مجھے خطرہ تھا۔ یہ لوگ ڈیگارا اور اس کے گروپ کے قابو میں کہاں آ سکتے تھے۔ کاش سیکشن چیف نے مجھے اطلاع دے دی ہوتی۔“..... شارگ نے رسیور رکھ کر بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد ایک بار پھر فون کی گھنٹی نجھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

دے کر اصل معلومات حاصل کرو اور ان زخمیوں کو بھی کسی ایمپولنس میں لے جایا گیا ہو گا اور لازماً کسی پرائیویٹ ہسپتال میں داخل کرایا گیا ہوا۔ یہ ساری معلومات حاصل کرو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سیکشن چیف ان چاروں کے خاتمے کا مشین ہمیں دے دے۔“..... شارگ نے کہا۔

”یہی باس۔ میں تمام معلومات حاصل کرتا ہوں،“..... نائف نے کہا تو شارگ نے رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد عقبی کمرے سے فون کی گھنٹی کی آواز سنائی دی تو وہ تیزی سے عقبی کمرے میں آیا اور اس نے رسیور اٹھا لیا۔

”شارگ بول رہا ہوں چیف،“..... شارگ نے موڈبانہ لجھے میں کہا۔

”کیا رپورٹ ہے،“..... دوسری طرف سے سرد لجھے میں پوچھا گیا تو شارگ نے نائف کی دی ہوئی رپورٹ تفصیل سے دوہرا دی۔

”ویری بیڈ۔ اس قدر آسان مشن ان سے مکمل نہیں ہو سکا۔ صرف چار افراد کو ان کی غفلت میں پلاک کرنا تھا،“..... دوسری طرف سے غراتے ہوئے لجھے میں کہا۔

”چیف۔ میں نے ان کی تلاش شروع کر دی ہے،“..... شارگ نے کہا۔

”کہیں تمہارا بھی وہی حصہ نہ ہو جو ڈیگارا سیکشن کا ہوا ہے۔“

سیکشن چیف نے غصیلے لمحے میں کہا۔

”چیف۔ میں ان پاکیشی ایجنٹوں کو زیادہ بہتر انداز میں جانتا ہوں۔ ڈیگارا اس لئے ماری گئی ہے کہ اسے تصور بھی نہ ہو گا کہ یہ لوگ انتہائی خطرناک ایجنٹ ہیں،“..... شارگ نے کہا۔

”ڈیگارا کے ذمے یہ مشن اس لئے لگایا گیا تھا کہ ان میں عمران شامل نہیں تھا اور یہ چاروں ایک فلاٹ کے ذریعے کرامی پہنچ رہے تھے۔ ان کے کاغذات ان کے کرامی پہنچنے سے پہلے ڈیگارا تک پہنچا دیئے گئے تھے۔ اس کے بعد کوئی ایسا خطرہ باقی نہ رہ جاتا تھا۔ تمہیں ایک گھنٹے بعد دوبارہ کال کیا جائے گا۔ پھر حتیٰ ہدایات دی جائیں گی۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو شارگ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ سیکشن چیف نے اسے ابھی کام کرنے کی اجازت نہ دی تھی اور یہ بات اس کے لئے حیرت کا باعث بن رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا سیکشن چیف کو اس کی کارکردگی پر اعتماد نہیں ہے یا سیکشن چیف کے خیال کے مطابق وہ اس کام کا اہل نہیں ہے۔ یہ سب باتیں سوچتا ہوا شارگ اٹھ کر واپس اپنے آفس میں آ کر بیٹھ گیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد عقبی کمرے سے فون کی گھنٹی کی آواز سنائی دی تو وہ ایک بار پھر اٹھ کر تیزی سے عقبی کمرے میں پہنچ گیا اور اس نے رسیور اٹھا لیا۔

”شارگ بول رہا ہوں چیف،“..... شارگ نے انتہائی موڈبانہ

لہجے میں کہا۔

”پاکیشیا سے اطلاع ملی ہے کہ عمران اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ جن میں ایک پاکیشیائی ہے جبکہ دوسرا افریقی جوشی ہے کرامی آنے کے لئے ایک فلاٹ میں سوار ہوا ہے۔ اس کی یہ فلاٹ کرامی چار گھنٹوں بعد پہنچنے والی ہے۔ وہ اپنے اصل نام اور حلیبے میں آ رہا ہے۔ تم ایز پورٹ سے اس فلاٹ کے مسافروں کے کاغذات چیک کراؤ۔ اس طرح تم اسے مارک کر لو گے۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ تم اس عمران کا خاتمہ کراؤ اور یہ سن لو کہ اگر تم ناکام رہے تو تمہارے ڈیتھ آرڈر بھی جاری کئے جاسکتے ہیں۔“

سیکشن چیف نے تیز لہجے میں کہا۔

”لیں چیف۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ آپ کے حکم کی فوری تعییل ہو گی۔“..... شارگ نے جواب دیا۔

”تمہارا مشن بھی ڈیگارا جیسا ہے۔ عمران اپنے دو ساتھیوں سمیت کرامی آ رہا ہے اور اسے تمہارے بارے میں کوئی علم نہیں ہو گا۔ زیادہ سے زیادہ اسے ڈیگارا کے بارے میں رپورٹ مل چکی ہو گی اس لئے وہ مزید مطمین ہو چکا ہو گا لیکن اگر تم اسے اس کے باوجود بھی ختم نہ کر سکے تو پھر تمہارے بھی ڈیتھ آرڈر جاری کر دیئے جائیں گے۔“..... سیکشن چیف نے تیز لہجے میں کہا۔

”لیں سر حکم کی تعییل ہو گی سر۔“..... شارگ نے کہا تو دوسری طرف سے بغیر مزید کچھ کہے رابطہ ختم کر دیا گیا تو شارگ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ فون سیٹ کو پلگ سے علیحدہ کیا اور اسے الماری میں رکھ کر وہ بیرونی آفس میں آ گیا۔ اس نے کرنی پر بیٹھ کر فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔

”اصل اہمیت اس عمران کی ہے۔ باقی گروپ کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور انہوں نے یہاں رکنا نہیں ہے۔ یہ لوگ یہاں اکٹھے ہونے کے لئے آئے ہیں۔ اس لئے ایسا نہ ہو کہ تم انہیں ٹریں کرتے ہی رہ جاؤ اور یہ لوگ یہاں سے نکل بھی جائیں۔ تمہارا ٹارگٹ عمران ہے۔ اسے ہر صورت میں اور فوری ختم کرنا ہے۔“

سیکشن چیف نے تیز لہجے میں کہا۔

”چیف۔ کیا یہ ضروری ہے کہ انہیں ایز پورٹ پر ہی ختم کیا جائے۔“..... شارگ نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

”کیا مطلب۔ کیا کہنا چاہتے ہو تم۔“..... سیکشن چیف نے چونک کر پوچھا۔

”چیف۔ لازماً عمران ان چار افراد کی خاطر یہاں آ رہا ہو گا۔ اگر اسے ایز پورٹ پر ہی ختم کرایا گیا تو پھر اس کے ساتھی سامنے نہ آ سکیں گے جبکہ عمران کی نگرانی کی جائے اور پھر جیسے ہی اس کے ساتھی سامنے آئیں تو ان سب کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اس طرح یہ پورا گروپ آسانی سے ختم ہو جائے گا۔“..... شارگ نے تیز لہجے میں کہا۔

”لیں نائف بول رہا ہوں“..... رابطہ قائم ہوتے ہی نائف کی آواز سنائی دی۔

”شارگ بول رہا ہوں“..... شارگ نے کہا۔

”لیں سر۔ ابھی ان کو تلاش کیا جا رہا ہے“..... نائف نے کہا۔

”ان کی تلاش ختم کر دو۔ سیکشن چیف نے ہمارے ذمے اس سے زیادہ اہم مشن لگا دیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس مشن میں ناکامی کی صورت میں ہمارے ساتھ آرڈر جاری کر دیئے جائیں گے“..... شارگ نے تیز لمحے میں کہا۔

”مشن کیا ہے باس“..... نائف نے چونک کر پوچھا۔

”پاکیشیا سے ایک فلاٹ کرامی آ رہی ہے۔ یہ فلاٹ چار گھنٹوں بعد کرامی ایئر پورٹ پر لینڈ کرے گی۔ اس میں ایک پاکیشیائی علی عمران اپنے ایک مقامی ساتھی اور ایک افریقی جنسی کے ساتھ سفر کر رہا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ یہ علی عمران اپنے اصل نام اور چہرے سے سفر کر رہا ہے۔ یہ علی عمران ہمارا شارگ ہے۔ اسے ہر صورت میں ایئر پورٹ پر ہی ختم کرنا ہے۔ تم فوری طور پر ایئر پورٹ سے اس فلاٹ کے مسافروں کے کاغذات چیک کراؤ اور اس علی عمران کی تصویر حاصل کر کے اپنے ماتحت کو دے دو اور ایئر پورٹ پر جیسے ہی علی عمران پلک لاڈنچ میں پہنچے اس پر گولیوں کی بارش کراؤ۔ اس بات کی ہرگز پرواہ مت کرنا کہ اس کے ساتھ اور کتنے افراد ہلاک ہوتے ہیں۔ اس علی عمران کو ہم نے ہر صورت

میں ہلاک کرنا ہے لیکن یہ سن لو کہ یہ علی عمران دنیا کا سب سے خطرناک ترین ایجنت ہے۔ اس لئے تمہاری معمولی سی کوتا ہی سے یہ بچ کر نکل جائے گا اور پھر اس کا ملتا ناممکن نہیں تو مشکل بہر حال ہو گا کیونکہ یہ میک اپ کا ماہر ہے“..... شارگ نے کہا۔

”لیں باس۔ لیکن کیا آپ خود اس مشن میں شریک نہیں ہوں گے“..... نائف نے کہا۔

”میں بھی وہاں موجود ہوں گا لیکن میک اپ میں اور تم نے مرحلہ دار اپنے آدمیوں کو تعینات کرنا ہے تاکہ اگر ایک مرحلے سے یہ بچ کر نکل جائے تو دوسرے مرحلے میں ناما جائے۔ بہر حال یہ تمام مرحلے ایئر پورٹ کی حدود تک محدود ہونے چاہئے۔ ایئر پورٹ کی حدود سے اس کو زندہ باہر نہیں نکلتا چاہئے“..... شارگ نے کہا۔

”لیں باس“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔
شارگ نے کہا۔

”لیں باس“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو شارگ نے رسیور رکھ دیا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ میک اپ میں ایئر پورٹ سے باہر موجود رہے گا اور اگر عمران وہاں سے کسی بھی صورت بچ کر باہر آ جائے تو وہ اسے خود ہلاک کر دے گا۔ اسے یقین تھا کہ اس انتظام کے بعد عمران کے بچ نکلنے کا ایک فیصد سکوپ بھی نہ رہے گا۔

ڈیوک اور چیلگی کرامی اور لورگو شہر کے درمیان ایک خاص بڑے گاؤں نما شہر کی ایک عمارت میں بیٹھے شراب پینے میں مصروف تھے۔ اس شہر کا نام چانگی تھا۔ چانگی سے گزرے بغیر سڑک کے راستے کسی صورت لورگو نہ پہنچا جا سکتا تھا۔ چانگی کے آغاز میں سڑک کی سائید پر ایک بڑی چیک پوسٹ تھی۔ جہاں چاگو انتہائی مستعدی اور سختی سے ہر گز نے والی کار اور جیپ وغیرہ کو نہ صرف اچھی طرح چیک کرتے تھے بلکہ سیاحوں کے کاغذات کی بھی باقاعدہ چھان پھٹک ہوتی تھی۔ یہ چینگ چینگ چوپیں گھٹئے جاری رہتی تھی اور چاگو فورس کے افراد یہاں تین شفتوں میں کام کرتے تھے۔ ان کی رہائش کالونی بھی یہاں سے قریب ہی تھی۔ ڈیوک اور چیلگی کو یہاں آئے ہوئے دو روز ہو گئے تھے۔ ان کا زیادہ تر وقت اس چیک پوسٹ پر ہی گزرتا تھا لیکن شام ہوتے ہی وہ اس رہائش گاہ پر پہنچ

جاتے تھے۔

”ہمیں آخر یہاں کیوں پابند کیا گیا ہے؟..... چیلگی نے کہا۔

”تمہیں معلوم تو ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے ہم یہاں موجود ہیں۔ پھر تم کیوں بار بار یہ بات کر رہی ہو؟..... ڈیوک نے براسامنہ بناتے ہوئے کہا۔

”لیکن سیکشن چیف نے تو کہا تھا کہ پہلے انہیں کرامی میں روکا جائے گا اور انہیں وہیں ہلاک کر دیا جائے گا لیکن اس کے باوجود اگر وہ نفع کر دیاں سے نکل آئے تو ہمیں حرکت میں آنا ہو گا۔ لیکن کیا سیکشن چیف کو ان کی نقل و حرکت کا علم ہے؟..... چیلگی نے کہا۔

”سیکشن چیف کا جال ہر جگہ پھیلا ہوا ہے اس لئے تم سوچ کجھ کر منہ سے سے بات نکالا کرو؟..... ڈیوک نے شراب کی چکلی لیتے ہوئے کہا تو چیلگی بے اختیار نہ پڑی۔

”میں نے کوئی غلط بات نہیں کی۔ ویسے ہم یہاں خواہ مخواہ موجود ہیں۔ ہمیں کرامی میں ہونا چاہئے تھا تاکہ ان پاکیشیائی ایجنسٹوں کا شکار خود کر سکتے۔ یہاں بیٹھتا تو محض احتمانہ کام ہے۔۔۔ چیلگی نے کہا۔

”بات تو تمہاری تھیک ہے۔ ہم سپر ایجنسٹ ہیں لیکن ہمیں صرف نگرانی اور چینگ چینگ پر لگا دیا گیا ہے۔۔۔ ڈیوک نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

کیوں نہ نظر آتا ہو۔۔۔ پیگی نے کہا۔

”وہاں سلاجیم کی نسل کشی ہو رہی ہے۔۔۔ بیل کے سر اور انسانی جسم رکھنے والی مخلوق سلاجیم کہلاتی ہے۔۔۔“ ڈیوک نے کہا تو پیگی کی آنکھیں حیرت سے پھیلتے چلی گئیں۔

”کیا۔۔۔ کیا یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔۔۔“ پیگی نے کہا۔

”مجھے سردار ما تو نے بتایا ہے کہ گزشتہ دس سالوں سے ایک خوفناک مخلوق تیار کی جا رہی ہے۔۔۔ ہزاروں سال پہلے دنیا میں مخلوط نوع کے انسان موجود تھے۔ جو ایک خوفناک سمندری طوفان میں مکمل طور پر صفحہ ہستی سے ختم ہو گئے کیونکہ اس طوفان نے پوری دنیا کو گھیر لیا تھا۔ ان میں سے ایک مخلوق سلاجیم تھی جس کا سر بیل کا اور جسم انسان کا تھا لیکن یہ عام انسانی جسم نہیں تھا بلکہ اس قدر سخت تھا کہ اس پر ایٹم بم بھی اڑنہیں کر سکتا تھا۔ تاریخ کے مطابق صرف ایک مرتبہ اس زمانے کے ایک سورمانے ان میں ہے ایک کو اپنی تکوار سے ہلاک کر دیا تھا اور یہ قصہ اس قدر مشہور ہوا تھا کہ اس وقت کی پوری دنیا میں اسے مثال سمجھا جاتا تھا۔۔۔ ڈیوک نے مسلسل یوں لئے ہوئے کہا۔

”پہلے تو تمہیں شراب سے نشہ نہیں ہوتا تھا۔ آج کیوں ہو گیا ہے۔۔۔“ پیگی نے منہ بنتے ہوئے کہا تو ڈیوک بے اختیار تھوہہ مار کر ہنس پڑا۔

”تو تم سمجھ رہی ہو کہ میں شراب کے نشے میں یہ باتیں کر رہا

”اگر ہم کرامبی نہیں جاسکتے تو پھر ہمیں لورگو ہونا چاہئے کیونکہ پاکیشیائی ایجنسی بہر حال وہاں پہنچ کر ہی آگے بڑھیں گے۔۔۔“ پیگی نے کہا۔

”آگے وہ کیسے جائیں گے۔۔۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔۔۔ اس قدر خوفناک جنگل میں وہ پیدل کیسے ڈیڑھ دو سو میل کا سفر کر کے واٹی کارز میں پہنچیں گے جہاں لیبارٹری ہے۔۔۔ ہیلی کا پڑ تو ان کے پاس ہے نہیں اور اگر ہوتا تو پھر زیادہ آحانی سے اسے تباہ کیا جا سکتا تھا۔۔۔“ ڈیوک نے کہا۔

”جو کچھ ہم نے دیکھا ہے اس کے بعد وہاں پہنچنا کسی کے بس کا روگ نہیں ہے اور اگر کوئی وہاں پہنچ بھی جائے تو ما تو قبیلہ ایک لمحے میں ان کی بوٹیاں اڑا دے گا۔۔۔“ پیگی نے کہا۔

”تمہیں معلوم ہے کہ اس لیبارٹری میں کیا ہو رہا ہے۔۔۔“ اچانک ڈیوک نے پوچھا۔

”ہونا کیا ہے۔۔۔ کوئی خوفناک ہتھیار ہی بن رہا ہو گا۔۔۔“ پیگی نے منہ بنتے ہوئے کہا تو ڈیوک بے اختیار ہنس پڑا۔

”وہاں دنیا کا سب سے خطرناک انسان تیار ہو رہا ہے۔۔۔ زندہ انسان۔۔۔ مشینی نہیں۔۔۔“ ڈیوک نے کہا تو پیگی بے اختیار اچھل پڑی۔

”زندہ انسان تیار ہو رہا ہے۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔ یہ کیسے ممکن ہے۔۔۔ مصنوعی انسان بہر حال مشین ہی ہوتا ہے۔۔۔ چاہے بظاہر زندہ ہی

ہوں جبکہ یہ حقیقت ہے۔ اس کائنات کی سب سے بڑی حقیقت اور میں نے اس مخلوق میں سے ایک کو خود دیکھا بھی ہے۔” ڈیوک نے کہا۔

”کیا مطلب۔ کیسے؟“ پیگی نے چونک کر پوچھا۔

”بیل کے سر اور انسانی جسم رکھنے والے انسان کو۔ لیکن ابھی وہ بچہ تھا صرف چھ سال کا لیکن وہ تیزی سے بڑھ رہا ہے اور سردار ما تو نے بتایا کہ ایک ہزار ایسے بچے اب تک پیدا کئے جا چکے ہیں اور مزید پیدا کئے جا رہے ہیں۔ یہاں کے سائنس دان ان کی تعداد دس لاکھ تک لے جانا چاہتے ہیں،“ ڈیوک نے کہا۔

”کیا تم واقعی سنجیدہ ہو یا یہ کوئی مذاق ہے؟“ پیگی کو ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا۔

”میں درست کہہ رہا ہوں چیلگی۔ جب تک میں نے اسے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا تھا مجھے بھی اس بات پر یقین نہ آ رہا تھا۔“ ڈیوک نے کہا تو پیگی کی آنکھیں مزید پھیل گئیں۔

”اوہ۔ اوہ۔ تو یہ مذاق نہیں ہے۔ لیکن میں بھی تو تمہارے ساتھ تھی تو پھر تم نے کب اسے دیکھا اور کہا دیکھا تھا؟“ پیگی نے کہا۔

”جب تم بڑے سردار کی جھونپڑی میں ہی رک گئی تھی تو میں سردار ما تو کے ساتھ لیبارٹری کی سیکورٹی چیک کرنے چلا گیا تھا اور یہ سیکورٹی چیک کرتے ہوئے جب ہم لیبارٹری کے سیکورٹی ایریے

میں داخل ہوئے تو میں نے اس سے پوچھا کہ لیبارٹری کی زہریلی گیس پاہر نکالنے کا کیا انتظام ہے تو سردار ما تو بے اختیار نہیں پڑا۔ اس نے مجھے بتایا کہ یہ ویسی لیبارٹری نہیں ہے کہ جہاں زہریلی گیس پیدا ہو۔ یہاں تو بچے پیدا کرنے اور ان کی پرورش کرنے کے انتظامات ہیں اور لیبارٹری اس لئے اسے کہتے ہیں کہ یہاں کلوونگ کے ذریعے سلامجیم پیدا کئے جا رہے ہیں اور پھر ان کی پرورش کی جاتی ہے۔ میں اس بات پر بے حد حیران ہوا اور مجھے اس کی بات پر یقین نہ آیا تو اس نے مجھے لیبارٹری کے انچارج ڈاکٹر والٹر سے ملوایا۔ ڈاکٹر والٹر سے سیکورٹی کے بارے میں بڑی تفصیل سے بات ہوئی۔ میں نے ان سے سردار ما تو کی بات کا ذکر کیا تو ڈاکٹر والٹر نے اس کی تصدیق کر دی لیکن ساتھ ہی مجھ سے حلف لیا کہ میں اس بارے میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ پھر اس نے ایک سلامجیم بچے کو منگوایا اور میرے سامنے پیش کر دیا۔ بچہ انسانی تھا لیکن اس کا سر انسانوں جیسا نہیں تھا وہ بیل جیسا تھا۔ البتہ جسم انسانوں جیسا تھا۔ اس کے سر پر چھوٹے چھوٹے سینگ بھی تھے لیکن یہ بولتا انسانوں کی طرح تھا۔ پھر ڈاکٹر والٹر نے مجھے بتایا کہ ہزاروں سال پہلے یہ مخلوق اور اس جیسی اور نوعی مخلوقات اس دنیا میں موجود تھیں لیکن پھر پوری دنیا میں خوفناک سیاہ آیا اور یہ تمام مخلوقات ختم ہو گئیں۔ اب ہزاروں سال بعد اس مخلوق کا ایک ڈھانچہ دریافت ہوا ہے تو اس کے ڈی این اے سے کلوونگ کے

ذریعے یہ مخلوق پیدا کی گئی ہے۔ جو بڑی ہو کر بیٹی کی فوج بنے گی اور پوری دنیا کا کنٹرول سنبھالے گی۔..... ڈیوک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن ان میں خاص بات کیا ہے۔ کیا یہ عام انسانوں سے مختلف ہیں۔..... پیگی نے پوچھا۔

”ان میں دو ایسی خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے ان پر کام کیا جا رہا ہے۔..... ڈیوک نے کہا۔

”کون سی خصوصیات۔..... پیگی نے چونک کر پوچھا۔

”ایک تو یہ کہ یہ اپنے آقا کے غلام ہوتے ہیں۔ انتہائی فرمانبردار غلام۔ انہیں جو حکم دیا جائے یہ اسے ہر صورت میں بجائاتے ہیں۔ ان کے ذہنوں میں کبھی بھی اور کسی بھی لمحے غداری یا بغاوت پیدا نہیں ہو سکتی۔..... ڈیوک نے جواب دیا۔

”حیرت انگیز۔ اور دوسری خصوصیت کیا ہے۔..... پیگی نے کہا۔

”ان کے جسموں پر کسی قسم کا کوئی اسلحہ اڑ نہیں کر سکتا۔ ان پر ایتم بم مارو یا ہائیڈروجن بم یہ ہلاک نہیں ہوں گے۔..... ڈیوک نے کہا تو پیگی کے چہرے پر انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

”یہ کیسے ممکن ہے۔ اگر وہ انسان ہیں چاہے ان کی شکلیں کیسی بھی ہوں بھر حال ہوں گے تو وہ انسان ہی۔..... پیگی نے کہا۔

”یہی سوال میں نے بھی ڈاکٹر والٹر سے کیا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ اس مخلوق کے جسمانی ثنوں ایسے ہیں کہ ان پر کسی قسم

کی ریز یا بارود وغیرہ کوئی اثر نہیں کرتا۔ البتہ صرف انتہائی تیز فولادی ہتھیار سے یہ زخمی ضرور ہو سکتے ہیں لیکن ہلاک نہیں ہو سکتے۔ ان کے اندر فطری صلاحیت ہے کہ ان کے کٹے ہوئے جسمانی ثنوں چند لمحوں بعد دوبارہ مل جاتے ہیں۔..... ڈیوک نے کہا۔

”پھر یہ کیسے ہلاک ہو سکتے ہیں۔ ان کی عمریں کتنی ہوں گی۔۔۔۔۔ پیگی نے کہا۔

”بقول ڈاکٹر والٹر کے سلاجمیں تمیں سال کی عمر تک انسانوں کی طرح بڑھتے اور طاقتور ہوتے رہتے ہیں لیکن تمیں سال کی عمر میں پہنچ کر ان کی بڑھوتری بند ہو جاتی ہے اور پھر سینکڑوں سالوں تک یہ ایسے ہی رہتے ہیں۔ ڈاکٹر والٹر نے بتایا ہے کہ انہوں نے اب تک لیبارٹری میں ان پر جو تجربات کئے ہیں اس سے تو لگتا ہے کہ اس کی زندگی بے حد طویل ہے۔..... ڈیوک نے جواب دیا۔

”حیرت انگیز۔ یہ مخلوق تو واقعی پوری دنیا میں انقلاب برپا کر دے گی لیکن کیا ان میں عورتیں بھی ہیں۔..... پیگی نے کہا۔

”قدیم دور میں شاید ہوں۔ لیکن اب چونکہ ان کو ڈھانچے کے ڈی این اے سے گلوٹنک کے ذریعے پیدا کیا جا رہا ہے اور وہ ڈھانچہ مرد کا ہے۔ اس لئے تمام مرد ہی سامنے آ رہے ہیں۔ پوری دنیا میں سلاجمیں عورت کے ڈھانچے کی خلاش جاری ہے لیکن ابھی تک ایسا کوئی ڈھانچہ نہیں ملا۔..... ڈیوک نے جواب دیا۔

”کیا قدیم دور میں سلاجم عورتوں کا سراغ ملتا ہے؟“..... پیگی نے کہا۔

”نہیں قدیم دور کی جس قدر شہادتیں ملی ہیں وہ سب مردوں کے بارے میں ہی ملی ہیں“..... ڈیوک نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی فون کی گھنٹی نج اٹھی تو ڈیوک نے ہاتھ پڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”لیں۔ ڈیوک بول رہا ہوں“..... ڈیوک نے کہا۔

”پیشل کال“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ڈیوک نے فون پیس کے نیچے موجود ایک بٹن پر لیس کر دیا اور پھر رسیور رکھ دیا۔

”پیشل کال تھی“..... پیگی نے پوچھا تو ڈیوک نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ ہمیں اب لورگو جانا ہو گا“..... پیگی نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ ڈیوک جواب دیتا فون کی گھنٹی دوبارہ نج اٹھی اور ڈیوک نے لاڈر کا بٹن پر لیس کر کے رسیور اٹھا لیا۔

”ڈیوک بول رہا ہوں“..... ڈیوک نے موڈبانہ لجھے میں کہا۔

”ڈیوک۔ تم پیگی سمیت فوراً چانگی چھوڑ کر لورگو پہنچو اور اپنے سیکشن کو بھی فوری کال کرلو۔ لورگو میں تم نے سردار ما تو سے ہٹ کر علیحدہ اپنا اڈا بنانا ہے۔ سردار ما تو کو لیبارٹری میں کال کر لیا گیا ہے۔ اب وہ لورگو اس وقت تک نہیں آئے گا جب تک پاکیشیاں

ایجنٹوں کا خاتمہ نہیں ہو جاتا“..... سیکشن چیف نے تیز اور تحکماں لجھے میں کہا۔

”کیا پاکیشیاں ایجنت یہاں چانگی سے گزر گئے ہیں باس؟“..... ڈیوک نے حیرت بھرے لجھے میں کہا۔

”نہیں۔ ابھی وہ کرامی میں ہیں۔ چار افراد کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ وہ کرانس سے کرامی پہنچ رہے ہیں۔ جس پر کرامی میں بیٹی کی ایجنت ڈیگارا اور اس کے سیکشن کی ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ ان کا خاتمہ کر دے لیکن پھر ایئر پورٹ پران کے صرف دو ساتھی زخمی ہوئے جبکہ دو نجی جانے میں کامیاب ہو گئے اور پھر پاکیشی سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے خطرناک ایجنت عمران کے بارے میں پاکیشیا سے رپورٹ ملی کہ وہ ایک پاکیشیا اور ایک افریقی جبشی کے ساتھ پاکیشی سے کرامی پہنچ رہے ہیں۔ جس پر بیٹی کے پر ایجنت شارگ کو ایکشن میں لے آیا گیا۔ اسے صرف عمران کو ہلاک کرنے کا نارگ دیا گیا ہے کیونکہ اصل آدمی وہی ہے لیکن اگر یہ لوگ نج کروہاں سے نکل گئے تو پھر یہ لازماً لورگو پہنچپیں گے اور تم وہاں ان کا شکار آسانی سے کھیل سکتے ہو۔ وہ لوگ اس قدر خطرناک اور تیز ہیں کہ سیکشن کو اب یقین ہو گیا ہے کہ اگر وہ کرامی سے نج نکلے تو وہ چانگی چیک پوسٹ پر بھی قابو میں نہیں آ سکتے“..... سیکشن چیف نے تیز لجھے میں کہا۔

”باس اگر آپ اجازت دیں تو میں پیگی کو چند افراد کے ساتھ

کرامبی بھجوادوں،.....ڈیوک نے کہا۔

”نهیں۔ تم دونوں نے لورگو پہنچنا ہے۔ ابھی اور اسی وقت“۔
دوسری طرف سے انتہائی سخت لمحے میں کہا گیا۔

”لیں پاس۔ لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ لورگو پہنچنے کی بجائے
کسی اور راستے کسی بھی طریقے سے براہ راست وادی کارز پہنچ
جا سکیں اور ہم لورگو میں بیٹھے ان کا انتظار ہی کرتے رہ جائیں۔“
ڈیوک نے کہا۔

”تم نے لیبارٹری کا سروے کیا ہے۔ کیا ایسا ممکن ہے جبکہ
سیکشن کو تو یہی بتایا گیا ہے کہ وادی کارز جانے کے لئے لورگو سے
ہر صورت میں گزرنما پڑتا ہے۔“.....سیکشن چیف نے اس بار قدرے
حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”بظاہر تو یہی نظر آتا ہے پاس۔ لیکن جس طرح کے یہ ایجنس
ہیں یہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔“.....ڈیوک نے گول مول سا جواب
دیتے ہوئے کہا۔

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ایسا ممکن ہے۔ جن لوگوں نے موسٹ
ٹاپ سیکرت لیبارٹری کا کھونج لگالیا ہے وہ کوئی ایسا راستہ بھی تلاش
کر سکتے ہیں۔ ٹھیک ہے تم دونوں لورگو میں کام کرو میں لیبارٹری
کے لئے زوالو قبیلے کے چار سرداروں کو حکم دے دیتا ہوں۔ وہ اس
لیبارٹری اور اس کے ارد گرد پھیلے ہوئے وضع جنگل میں تمام حفاظتی
قدامات کر لیں گے۔“.....دوسری طرف سے کہا گیا۔

”زو والو قبیلے کے سردار۔ وہ کیا کریں گے باس؟“.....ڈیوک نے
انتہائی حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”تم نے لیبارٹری دیکھی ہے۔“.....سیکشن چیف نے کہا۔
”لیں پاس“.....ڈیوک نے جواب دیا۔

”تم وہاں ہیلی کاپڑ پر گئے تھے۔ اگر تمہیں ہیلی کاپڑ کی بجائے
جنگل سے گزر کر جانا پڑتا تو تمہیں اندازہ ہوتا کہ افریقہ کے یہ
جنگل کس قدر خطرناک درندوں سے بھرے ہوئے ہیں اور پھر زوالو
اور ما تو قبیلے دونوں آدم خود قبیلے ہیں۔ زوالو قبیلے کے چار سردار
ہمارے اندر ہیں جبکہ ما تو قبیلے کا پڑا سردار ما تو ہمارا آدمی ہے۔
لیبارٹری کے اطراف میں جو وسیع و عریض جنگل پھیلا ہوا ہے اس
میں ایک طرف زوالو قبیلہ موجود ہے اور دوسری طرف ما تو قبیلہ اور
پاکیشیائی ایجنسیوں کو بہر حال جنگل میں سے ہی گزرنما پڑے گا۔ ہیلی
کاپڑ کو تو فضا میں ہی ہٹ کر دیا جائے گا۔“.....سیکشن چیف نے
کہا۔

”لیں پاس۔ وہاں واقعی ان کا پہنچانا ناممکن بن جائے گا۔“.....ڈیوک
نے کہا۔

”اس لیبارٹری میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس پر بیٹھی کے مستقبل
کا انحصار ہے اس لئے ہم نے اس کو ہر صورت میں بچانا ہے۔
بہر حال تم دونوں فوراً لورگو پہنچو۔ اگر تم نے وہاں آنے والے
پاکیشیائی ایجنسیوں کا خاتمه کر دیا تو تم دونوں کو گولڈن ایجنسٹ بنا کر

ہیڈ کوارٹر سے مسک کر دیا جائے گا۔ یہ تمہارا انعام ہو گا اور تم جانتے ہو کہ یہ کتنا بڑا انعام ہے۔” سیکشن چیف نے کہا تو ڈیوک اور پیگی کے چہروں کے عضلات سرت کی شدت سے کلپانے لگے اور ان کی آنکھوں میں تیز چمک ابھر آئی تھی۔

”اب تو ہم خواہش کریں گے بس کہ وہ لورگو پہنچ جائیں۔“ ڈیوک نے بے ساختہ کہا۔

”تم دونوں نے یہ سمجھ کر وہاں انتظامات کرنے ہیں کہ یہ لوگ وہاں ضرور پہنچیں گے اور سنو۔ انہیں بغیر کسی توقف کے بلاک کر دینا۔ ان کی نگرانی، چیلنج اور چھان بین کے چکر میں مت پڑنا۔“ سیکشن چیف نے کہا۔

”لیں بس۔“ ڈیوک نے جواب دیا۔

”اگر یہ لوگ کرامی میں مارے گئے تو تمہیں اطلاع مل جائے گی اور اگر یہ وہاں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تو بھی تمہیں اطلاع مل جائے گی۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ڈیوک نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسپور رکھ دیا۔

سافر بردار جہاز اپنی رفتار سے فضا کا سینہ چیرتے ہوئے آگے پڑھا چلا چا رہا تھا۔ یہ طویل فاصلے کی فلاٹ تھی۔ اس لئے سافر اس میں بڑے ایزی انداز میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فلاٹ پاکیشیا سے کراہی جا رہی تھی۔ فلاٹ نے راستے میں دو جگہ لینڈ کیا تھا اور اب دو گھنٹے بعد اسے کرامی لینڈ کرنا تھا۔ جہاز کے تقریباً درمیانی حصے میں عمران بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ نائیگر تھا جبکہ جوزف اور جوانا عقبی سیٹ پر موجود تھے۔ عمران کا پہلے بھی خیال تھا کہ وہ اس مشن میں صرف جوزف کو ساتھ لے جائے گا لیکن پھر اس نے یہ ارادہ بدل دیا کیونکہ اسے محسوس ہوا تھا کہ مشن پر خاصا عرصہ لگ سکتا ہے اور اس دوران اکیلا جوانا رانا ہاؤس میں ہے حد بور ہو گا اس لئے اس نے جوانا کو بھی ساتھ چلنے کا کہہ دیا تھا۔ عمران نے نائیگر کو مختصر طور پر مشن کے بارے میں بتا دیا تھا۔ اس لئے نائیگر

کے چہرے پر گھری سمجھی گی طاری تھی۔ عمران اپنی عادت کے مطابق سیٹ کی پشت سے سرٹکائے آنکھیں بند کئے ہوئے بیٹھا تھا جبکہ ٹائیگر ایک رسالہ دیکھنے میں مصروف تھا کہ اچانک ایزروسٹس تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی عمران کے قریب آ کر رک گئی۔

”اوہ۔ اوہ۔ ویری بیڈ۔ کیا تفصیل ہے“..... عمران نے چونک ”مشتر عمران۔ آئی ایم سورنی۔ آپ کو میں نے ڈسٹرپ کیا۔ آپ کی کال ہے پا کیشیا سے“..... ایزروسٹس نے معذرت خواہانہ لے لجئے میں کہا تو عمران نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”تحینک یومس“..... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا وہ پائلٹ کیبن کے ساتھ چھوٹے سے فون روم میں داخل ہو گیا۔ اس نے رسیوز اٹھا کر ایک بیٹن دیا تو فون کا رابطہ قربی ایزروپورٹ ایکچھی سے ہو گیا۔

”میرا نام علی عمران ہے۔ میری کال آئی ہے“..... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب آپ اصل چہرے میں جا رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ بیٹی کو آپ کے بارے میں معلومات مل گئی ہوں“۔ بلیک ”لیں۔ ہم کال کنیکٹ کر رہے ہیں“..... دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”ہیلو عمران صاحب۔ میں ظاہر بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد بلیک زیر کی آواز سنائی دی۔

”کوئی خاص بات“..... عمران نے چونک کر پوچھا کیونکہ بلیک زیر کی خاص وجہ کے فون نہ کر سکتا تھا اور عمران کے ذہن میں فوری طور پر کوئی وجہ نہ آ رہی تھی۔

”کرامی سے صدیقی کی کال آئی ہے۔ چوہا اور نعمانی دونوں شدید زخمی ہو چکے ہیں“..... بلیک زیر نے کہا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ۔ اوہ۔ ویری بیڈ۔ کیا تفصیل ہے“..... عمران نے چونک

”کوچھ پوچھا تو دوسری طرف سے بلیک زیر نے اسے تمام تفصیل بتا۔ آپ کی کال ہے پا کیشیا سے“..... ایزروسٹس نے معذرت خواہانہ

”ہوتا۔ اس کا مطلب ہے کہ بیٹی پوری قوت سے مقابلے پڑا ہے۔ صحیک ہے تم چوہا اور نعمانی کو فوری طور پر واپس کال کر لے۔“..... عمران نے کہا۔

”کیا یہاں سے دو اور ساتھیوں کو بھجوادوں“..... بلیک زیر نے کہا۔

”نہیں۔ مزید کسی کی ضرورت نہیں ہے“..... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب آپ اصل چہرے میں جا رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ بیٹی کو آپ کے بارے میں معلومات مل گئی ہوں“۔ بلیک زیر نے کہا۔

”تمہاری کال سے پہلے مجھے اس بات کا خیال نہ تھا کیونکہ کرامی کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں ہم نے مشن تکمیل کرنا ہے لیکن اس کے باوجود بیٹی وہاں صدیقی اور اس کے ساتھیوں سے تکراگئی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ نکوس نے ہماری درست رہنمائی کی ہے۔ لیکن اسی واقعی شماں افریقہ میں ہی ہے۔ اب میں محتاط رہوں

پیش پر موجود جوزف اور جوانا کو بھی تفصیل بتا دی۔

”ماستر۔ کیا یہ معلوم ہو گیا ہے کہ چوہان اور نعمانی کو کس نے زخمی کیا ہے“..... جوانا نے تیز لمحے میں کہا

”ہاں۔ اور صدیقی اور خاور نے ان سب کا خاتمه بھی کر دیا

ہے“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا

”اوہ۔ پھر ٹھیک ہے“..... جوانا نے اطمینان بھرے لمحے میں

کہا۔

”باس آپ کے سر پر کراساما گدھ کا سایہ پڑ رہا ہے۔“ اچانک

جوزف نے کہا

”فی الحال تو تمہارا سایہ پڑ رہا ہے“..... عمران نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

”میں غلط نہیں کہ رہا بس اور جس پر کراساما گدھ کا سایہ پڑ جائے وہ انتہائی خطرے میں ہوتا ہے“..... جوزف کا لمحہ بے حد
بیجیدہ تھا۔

”پھر اس کا سایہ کیسے دور ہو سکتا ہے“..... عمران نے لطف لینے

کے انداز میں کہا۔

”باس کراساما گدھ کا سایہ خون بھائے بغیر دور نہیں ہو سکتا۔ یہ

بات طے ہے“..... جوزف نے جواب دیا۔

”تم فکر مت کرو۔ میری ٹائی سرخ رنگ کی ہے خون کے رنگ
کی اور یہ خون گلے سے نکل کر ناف تک بہتا چلا جا رہا ہے۔ اس

گا“..... عمران نے کہا۔

”اللہ حافظ“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے بھی
اللہ حافظ کہہ کر رسپور رکھا اور فون روم سے نکل کر واپس اپنی سیٹ
پر آ کر بیٹھ گیا۔

”آپ بے حد سمجھیدہ دکھائی دتے رہے ہیں بس“..... ٹائیگر
نے کہا۔

”ہاں۔ کرامبی میں صدیقی اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کیا گیا
ہے اور چوہان اور نعمانی شدید زخمی ہو گئے ہیں۔ چیف کا فون
تھا“..... عمران نے جواب دیا۔

”پھر تو انہیں ہمارے بارے میں بھی علم ہو گیا ہو گا“..... ٹائیگر
نے کہا۔

”ہاں۔ اس لئے اب ہمیں ایئر پورٹ سے آخری کاؤنٹر کے
بعد پیک لاونچ میں جانے سے پہلے ماںک میک اپ کرنا ہو
گا“..... عمران نے کہا۔

”ولیکن جوزف اور جوانا کا کیا ہو گا“..... ٹائیگر نے کہا۔

”میں نارگٹ میں ہی ہوں گا۔ ان دونوں جیسے وہاں بے شار
لوگ ہوں گے اس لئے یہ نکل جائیں گے۔ تم نے بھی مجھ سے
علیحدہ رہنا ہے اور تم نے ٹیشنل گارڈن پہنچنا ہے۔ میں بھی وہیں
پہنچوں گا۔ جوزف اور جوانا کو بھی میں وہاں جانے کا کہہ دیتا
ہوں“..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی مڑ کر اس نے عقبی

لئے کراساما گدھ کا سایہ دور ہو چکا ہے۔ ”..... عمران نے کہا۔ اس نے واقعی سرخ رنگ کی ٹائی باندھی ہوئی تھی۔ جس پر شہرے رنگ کی تسلیاں بنی ہوئی تھیں۔

”اوہ۔ ہاں بآس۔ آپ واقعی درست کہہ رہے ہیں۔ فادر جو شواہم پر واقعی مہربان ہے۔ ”..... جوزف نے اس بار انتہائی اطمینان بھرے لمحے میں کہا۔

”سنو۔ تم دونوں نے علیحدہ علیحدہ ہو کر نیشنل گارڈن پہنچنا ہے۔ ”..... عمران نے کہا اور پھر اس نے اپنا رخ سیدھا کر لیا اور چند لمحوں بعد ایک بار پھر اس نے سریش کی پشت سے لگایا اور آنکھیں بند کر لیں۔ ٹائیگر کے چہرے پر حیرت تھی کیونکہ عمران کے چہرے پر جس طرح کا گھر اطمینان اسے نظر آ رہا تھا وہ پہلے نظر نہ آ رہا تھا۔ پھر دو گھنٹے کی پرواز کے بعد جب پائلٹ کی طرف نے جہاز کے لینڈ ہونے کے اعلانات ہونے لگے تو پورے طیارے میں جیسے پاچال سی ٹھیک گئی۔ ہر شخص سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور پھر سب نے بیلٹس باندھنی شروع کر دیئ۔ عمران اور اس کے ساتھیوں نے بھی بیلٹس باندھ لیں۔ تھوڑی دیر بعد جہاز لینڈ کر گیا۔ عمران اپنے ساتھیوں سمیت جہاز سے ٹھیک اتر آیا۔ عمران نے پہلے ہی سب کے کاغذات ان کے ہاتھوں میں دے دیئے تھے اس لئے عمران کے پاس صرف اس کے اپنے کاغذات تھے۔

مختلف کاؤنٹریز سے گزرنے کے بعد جب وہ آخری کاؤنٹر سے

فارغ ہو گیا تو وہ سیدھا سائینڈ پر بننے ہوئے واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ جوزف، جوانا اور ٹائیگر وہاں نظر نہیں آ رہے تھے۔ ٹائیگر کے پاس بھی ماسک میک اپ بائس موجود تھا اس لئے عمران سمجھ گیا کہ وہ میک اپ کر کے باہر جا چکا ہو گا۔ واش روم میں عمران نے ماسک میک اپ کیا اور پھر واش روم سے نکل کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا پیک لاونچ کی طرف بڑھ گیا۔ کرامی ایئر پورٹ پر خاصاً رش تھا۔ پیک وقت کئی فلاٹس آ جا رہی تھیں اور یہاں سیاہ فاموں کی کثرت تھی۔ عمران جیسے ہی پیک لاونچ میں پہنچا اس کی تیز نظروں نے فوراً ہی ایک آدمی کو چیک کر لیا جو جیب میں ہاتھ ڈالے بڑی تیز نظروں سے پیک لاونچ سے گزرنے والے ہر آدمی کا جائزہ لے رہا تھا۔ عمران اطمینان سے چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا اور پھر پیروٹی برآمدے تک پہنچتے پہنچتے اس نے دو اور آدمیوں کو بھی چیک کر لیا۔ ان کی بھی وہی پوزیشن تھی جو اس پہلے آدمی کی تھی۔ ان دونوں کی بھی نظریں ایک ایک آدمی کا بغور جائزہ لے رہی تھیں۔ ظاہر ہے انہوں نے عمران کا بھی بغور جائزہ لیا تھا لیکن چونکہ عمران میک اپ میں تھا اس لئے وہ اسے پہچان نہ سکے تھے۔ عمران تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ پھر ٹیکسی اسٹینڈ کے قریب پہنچ کر وہ بے اختیار چونک پڑا۔ اس نے وہاں قریب ہی جزل پارکنگ میں ایک کار کے قریب کھڑے آدمی کو دیکھا تو اس کے ذہن میں فوراً ہی اس کے لئے شناسائی کی لہر

ی اٹھی۔ یہ افریقی نژاد آدمی تھا لیکن اس کا رنگ گہرا سیاہ نہ تھا البتہ اس کے چہرے کے خدوخال افریقی تھے۔ وہ لمبے قد اور درزشی جسم کا مالک تھا۔ وہ کار سے پشت ٹکائے کھڑا تھا اور اس کی تیز نظریں پلپک لاونچ کی طرف ہی لگی ہوئی تھیں۔

عمران ذہن پر زور دیتا رہا کہ اس آدمی کو اس نے کہاں دیکھا ہے اور پھر اچانک اس کے ذہن میں جھمکہ سا ہوا اور اسے یاد آ گیا کہ یہ شخص ایکریمیا کی ایک سرکاری ایجنسی کا خاصا معروف ایجنت تھا۔ اس کا نام شارگ تھا۔ عمران نے چونکہ اسے بڑے طویل عرصے بعد دیکھا تھا اس لئے وہ اسے فوری طور پر نہ پہچان سکا تھا۔ شارگ کو دیکھ کر اس نے ٹیکسی میں بیٹھنے کا ارادہ بدل دیا اور قدم بڑھاتا ہوا پارکنگ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ شارگ نے اسے دیکھا لیکن اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہ ابھرا۔ عمران اس کے قریب سے گزر کر آگئے بڑھتا چلا گیا۔ شارگ کی کار کے ساتھ ہی ایک بڑی سی جیپ موجود تھی۔ عمران اس جیپ کی اوٹ میں جا کر رک گیا۔ شارگ جس انداز میں کھڑا تھا اور جس طرح پلپک لاونچ کی طرف دیکھا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ بھی اسی سلسلے میں یہاں آیا ہوا ہے۔ اچانک عمران کے کانوں میں سیل نون کی گھنٹی کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔ یہ آواز شارگ کی طرف سے سنائی دی تھی۔

”لیں شارگ یوں رہا ہوں“..... شارگ کی ہلکی سی آواز سنائی

دی۔ وہ آواز کو دبا کر بول رہا تھا لیکن چونکہ عمران اس کے بے حد قریب تھا اس لئے اسے آواز بخوبی سنائی دے رہی تھی۔ شارگ کا نام سن کر عمران نے اس انداز میں سر ہلا دیا جیسے اپنی یادداشت پر اس کا بھروسہ درست ثابت ہوا ہو۔

”ناکف یوں رہا ہوں بس۔ وہ پاکیشیائی ایجنت عمران تو پلپک لاونچ میں آیا ہی نہیں“..... ایک ہلکی سی آواز سنائی دی لیکن الفاظ بہر حال عمران کی سمجھی میں آگئے تھے اور اپنا نام سن کر وہ بے اختیار چونک پڑا تھا۔

”اس کا وہ مقامی ساتھی اور سیاہ فام ان کا کیا ہوا“..... شارگ نے پوچھا۔

”سیاہ فام تو نظر آیا تھا لیکن آپ نے چونکہ ساری توجہ اس عمران کی طرف دینے کا حکم دیا تھا اس لئے ہم نے اسے نظر انداز کر دیا اور وہ باہر چلا گیا۔ دوسرا پاکیشیائی آدمی بھی نظر نہیں آیا“..... ناکف نے جواب دیا۔

”اتدر سے معلوم کراؤ کہ وہ کہاں گئے۔ تمام خفیہ راستوں پر بھی ہمارے آدمی موجود ہیں۔ اگر یہ دونوں وہاں سے گزرے ہوتے تو اب تک اطلاع مل چکی ہو گی“..... شارگ نے کہا۔

”لیں بس“..... دوسرا طرف سے کہا گیا۔

”میں کلب جا رہا ہوں۔ تم تمام معلومات حاصل کر کے مجھے وہاں روپورٹ دو“..... شارگ نے کہا اور تھوڑی دیر بعد وہ کار

شارٹ کر کے آگے بڑھا۔ جس سے وہ لیک لگانے ہوا کھڑا تھا۔ پھر کار آگے جا کر مڑی اور پارکنگ کے میں گیٹ سے گزر کر گھوم کر عمران کی نظروں سے اوچھل ہو گئی۔ تو عمران سر ہلاتا ہوا جیپ کی اوٹ سے لٹکا اور آگے بڑھا اور پھر وہ پارکنگ سے نکل کر ایئر پورٹ کی حدود سے باہر آ کر ایک طرف بنے ہوئے بس ٹرینل کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے اب ٹیکسی کی بجائے بس کے ذریعے نیشنل گارڈن جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

صدیقی اور خاور ایئر پورٹ کے پلک لاونچ میں موجود تھے۔ صدیقی نے چیف کوفون پر چوہان اور نعمانی کے زخمی ہونے اور کرامی میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں تفصیل سے رپورٹ دے دی تھی۔ جس پر چیف نے چوہان اور نعمانی کو فوری نظر پر پا کیشیا واپس بھجوانے کا حکم دے دیا تھا اور ساتھ ہی اسے بتا دیا تھا کہ عمران، ٹائیگر، جوزف اور جوانا کے ساتھ تقریباً دو گھنٹوں میں کرامی پہنچ رہے ہیں اور اب یہ تمام معاملات عمران خود ہتھیں کرے گا تو صدیقی اور خاور، چوہان اور نعمانی کو ساتھ لے کر ٹیکسی کے ذریعے ایئر پورٹ پہنچ گئے۔ یہاں ایک فلائن پر جو لٹکن جائی تھی۔ انہیں سیٹیں مل گئیں۔ لٹکن پہنچ کر وہ آسانی سے پا کیشیا پہنچ سکتے تھے۔

صدیقی کے نقطہ نظر سے ان کی فوری واپسی ضروری تھی کیونکہ

ان کی حالت کے پیش نظر وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ کسی چکر میں دوبارہ پھنس جائیں۔ اس طرح تو ان کی زندگیوں کو مزید خطرہ لائق ہو سکتا تھا۔ فلاٹ کی روایتی کے بعد صدیقی اور خاور وہیں رک گئے تھے کیونکہ چیف نے عمران اور اس کے ساتھیوں کی آمد کے پارے میں بتا دیا تھا اور صدیقی نے ایئر پورٹ سے فلاٹ کے بارے میں جو معلومات حاصل کی تھیں ان کے مطابق یہ فلاٹ ایک گھنٹے بعد کرامی ایئر پورٹ پر لینڈ کرنے والی تھی۔ چنانچہ صدیقی نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ عمران اور اس کے ساتھیوں سے وہیں ایئر پورٹ پر ہی مل لے گا کیونکہ وہ اب بلیک وے ہوٹل میں نہیں رہ رہے تھے بلکہ انہوں نے کرائے کے لئے خالی کوٹھی میں ڈیرا جمایا ہوا تھا اور پھر ایک گھنٹے بعد جب فلاٹ کے لینڈ ہونے کے اعلانات شروع ہو گئے تو صدیقی اور خاور ریستوران سے اٹھ کر لاونچ میں آگئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد لوگ باہر آنا شروع ہو گئے۔

”میرا خیال ہے صدیقی یہاں کچھ حملہ آور بھی موجود ہیں۔“ اچانک خاور نے کہا تو صدیقی چونک پڑا۔

”حملہ آور۔ کیا مطلب؟“ صدیقی نے کہا۔

”تین آدمی ہر باہر آنے والے کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے اور ان کی جیبوں کے ابھار بتا رہے ہیں کہ ان کی جیبوں میں مشین پٹل موجود ہیں۔“ خاور نے کہا۔

”اوہ ہاں۔ دائی۔ اوہ۔ کہیں یہ عمران صاحب اور ان کے ساتھیوں

کے لئے موجود ہوں۔“ صدیقی نے چونک کر کہا۔

”ہمارے پاس تو اسلخ ہی نہیں ہے۔“ خاور نے نہونٹ چپاتے ہوئے کہا۔

”اور جوزف اور جوانا۔ وہ جوزف کو دیکھ رہے ہیں ان کی نظرؤں میں شناسائی ہے۔ خاور تم جا کر جوزف اور جوانا سے باہر ملاقات کرو۔ میں عمران صاحب کو چیک کر لوں پھر میں بھی آ جاؤں گا۔“ صدیقی نے کہا۔

”تم عمران صاحب کو لے کر براہت ڈے ہوٹل کے سامنے آ جانا ہم وہیں موجود ہوں گے۔“ خاور نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا باہر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وہ چونکہ میک اپ میں تھے اس لئے ظاہر ہے جوزف اور جوانا تو انہیں نہ پہچان سکتے تھے۔ صدیقی کافی دیر تک وہاں کھڑا رہا لیکن نہ تو اسے وہاں عمران نظر آیا اور نہ ہی ٹائیگر اور پھر اس نے چیکنگ کرنے والے ایک آدمی کو اندر جاتے ہوئے دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ عمران اور ٹائیگر ماسک میک اپ کر کے نکل گئے ہوں گے۔ جوزف اور جوانا کا اس لئے میک اپ نہ کیا گیا ہو گا کہ یہاں سیاہ فاموں کی کثرت تھی اس لئے وہ ان جیسے ہی دکھائی دے رہے تھے۔ صدیقی انتہائی محتاط انداز میں چلتا ہوا اس آدمی کے قریب ایک پلیک فون بوتھ کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا جس نے اشارے سے دوسرے آدمی کو بلا لیا تھا۔ صدیقی سمجھ گیا تھا کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کے نظر نہ آنے کی وجہ سے

وہ اب ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے گیا ہو گا اور چونکہ اس آدمی نے اشارہ کیا تھا اس لئے ان تینوں کا انچارج وہی لگتا تھا۔ اب صدیقی ان کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا۔

”نائف بول رہا ہوں بس“..... اس آدمی کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔

”وہ اندر بھی نہیں ہیں وہ یقیناً کسی خفیہ راستے سے نکل گئے ہیں۔ میں نے اپنے آدمیوں کو کہہ دیا ہے وہ اس جھشی کو ٹریں کریں۔ وہ لازماً اس کے بارے میں جانتا ہو گا“..... دوسری طرف سے بات سن کر اس آدمی نے کہا۔

”ٹھیک ہے بس۔ ہم جلد ہی انہیں ٹریں کر لیں گے“۔ دوسری طرف سے بات سن کر نائف نے کہا اور رسیور رکھ دیا تو صدیقی آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد نائف اس کے قریب سے گزرتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس کا رخ پارکنگ کی طرف تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پارکنگ میں موجود ایک کار میں سوار ہوا اور پھر کار شارٹ ہو کر آگے بڑھی اور گھوم کر مین گیٹ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ صدیقی اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ جب وہ گھوم کر نظرؤں سے غائب ہو گیا تو صدیقی مڑا اور ایک فون بوٹھ میں داخل ہو کر اس نے رسیور انھیا اور انکوائری کے نمبر پر لیں کر دیئے۔

”لیں انکوائری پلیز“..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”نہیں بس۔ اندر کوئی نہیں ہے۔ تمام مسافر جا چکے ہیں“۔

اندر جانے والے نے ہاہر آ کر اس آدمی سے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ وہ نکل گئے۔ اس سے تو بہتر تھا کہ ہم اس جھشی کو ہی کو رکھ لیتے“..... انچارج نے کہا۔

”اے تو ہم شہر میں بھی ٹریں کر لیں گے بس“..... اندر جا کر واپس آئے والے نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم باقی ساتھیوں سمیت اس کی تلاش شروع کرو۔ بس کلب چلا گیا ہے۔ میں اسے روپورٹ دے کر ہیڈ کوارٹر پہنچ رہا ہوں“..... انچارج نے کہا۔

”لیں بس“..... دوسرے آدمی نے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا بیرونی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ایک طرف کھڑا ہوا تیرا آدمی بھی اس کے اشارے پر اس کے پیچھے بیرونی راستے کی طرف بڑھ گیا جبکہ انچارج فون بوٹھ کی طرف آیا۔ صدیقی کی اس کی طرف پشت تھی اس لئے اس نے صدیقی پر توجہ نہ تھی اور فون بوٹھ میں داخل ہو کر اس نے جیب سے کارڈ نکلا اور اسے فون باکس میں ڈال کر اس نے اسے دبایا تو صدیقی مڑا اور دو قدم بڑھ کر ذرا آگے ہو گیا۔ اس کا انداز بڑا سرسری سا تھا۔ وہ آدمی بھی رسیور انھیا

”لارڈ۔ چیف آفس سے بول رہا ہوں“..... صدیقی نے پڑے سرد سے لبجے میں مقامی زبان میں کہا۔ یہاں پولیس کمشنر کو لارڈ چیف کہا جاتا تھا۔

”لیں سر۔ حکم سر“..... دوسری طرف سے چونک کر اور انتہائی مودبانہ لبجے میں کہا گیا کیونکہ یہاں پولیس کو اس قدر وسیع اختیارات حاصل تھے کہ یہاں پولیس کا نام ہی لوگوں کے لئے دہشت تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انکوازی آپریٹر لارڈ چیف آفس کے الفاظ سننے ہی لیکھت مودب ہو گئی تھی۔

”ایک نون نبر نوٹ کرو اور بتاؤ کہ یہ نمبر کس کے نام پر اور کہاں نصب ہے۔ انتہائی احتیاط سے کام لینا۔ یہ انتہائی اہم سرکاری معاملہ ہے“..... صدیقی نے لبجے کو مزید سرد کرتے ہوئے کہا۔

”لیں سر“..... دوسری طرف سے کاپنے ہوئے لبجے میں کہا گیا تو صدیقی نے نمبر بتا دیا۔

”ہولڈ کریں سر“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور صدیقی ہونٹ پہنچنے خاموش کھڑا رہا۔

”چیلو سر۔ کیا آپ لائن پر ہیں“..... چند لمحوں بعد انکوازی آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

”لیں“..... صدیقی نے کہا۔

”جناب یہ نمبر شارگ کلب کے مالک اور مینجر شارگ کا ہے اور اسی کے نام پر شارگ کلب میں نصب ہے جناب“..... دوسری

طرف سے جواب دیا گیا۔

”کیا پوری احتیاط سے چیک کیا گیا ہے“..... صدیقی نے کہا۔

”لیں سر میں نے دوبار چیک کیا ہے سر“..... انکوازی آپریٹر

نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اپ یہ کہنے کی ضرورت تو نہیں کہ یہ سرکاری راز ہے۔ اگر آپ نے اسے اوپن کیا تو آپ کی باقی زندگی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ترپتے ہوئے گزرے گی“..... صدیقی کا لبجے بے خد سرد ہو گیا تھا۔

”میں سمجھتی ہوں سر“..... دوسری طرف سے اس بار نمایاں طور پر کاپنے ہوئے لبجے میں کہا گیا تو صدیقی نے اس کے کہہ کر رسیور رکھا اور پھر فون بوتحہ سے نکل کر وہ تیزی سے چلتا ہوا پیلک لاونچ سے باہر آ گیا اور پھر ایک چکر کاٹ کر وہ ہوٹل برائٹ ڈے کی طرف بڑھتا چلا گیا جو ایئر پورٹ کے قریب ہی تھا لیکن وہاں پہنچ کر وہ یہ لکھت ٹھہک کر رک گیا کیونکہ وہاں نہ خاور موجود تھا اور نہ جوزف اور جوانا۔ وہ ابھی حریت سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ ایک ستون کی اوٹ سے ایک آدمی اس کی طرف بڑھا۔

”کیا آپ کا نام مائیکل ہے“..... اس آدمی نے سرگوشی کے سے انداز میں کہا تو صدیقی چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

”ہاں کیوں“..... صدیقی نے حریت بھرے لبجے میں کہا۔

”آپ کے ساتھی مسٹر مارشل نے مجھے آپ کا حلیہ بتا کر کہا ہے کہ جب آپ یہاں پہنچیں تو آپ کو بتا دیا جائے کہ مسٹر مارشل

دو سیاہ قام جھشیوں کے ساتھ نیشنل گارڈن گئے ہیں۔ آپ بھی وہاں پہنچ جائیں کیونکہ آپ کے چیف نے بھی وہاں پہنچنا ہے۔۔۔ اس آدمی نے آہستہ سے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا تو صدیقی نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ عمران نے اختیاطاً نائیگر، جوزف اور جوانا کو علیحدہ علیحدہ ہو کر نیشنل گارڈن پہنچنے کا کہا ہو گا اور جب خاور جوزف اور جوانا سے ملا ہو گا تو انہوں نے بیہاں رکنے کی بجائے اسے بھی ساتھ پہنچنے کا کہہ دیا ہو گا اس لئے خاور نے صدیقی کو وہاں پہنچنے کا پیغام دینے کے لئے اس آدمی کو ہائز کیا ہو گا۔ چنانچہ صدیقی سر ہلاتا ہوا بس ٹریننگ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وہ بہر حال شارگ اور نائف کے بارے میں معلومات حاصل کر چکا تھا۔

نائف اپنے ہیڈ کوارٹر پہنچا ہی تھا کہ فون کی گفتگی بچ اٹھی تو ان نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”لیں۔ نائف بول رہا ہوں۔۔۔ نائف نے تیز لمحے میں کہا۔“
”باس۔ وارنر بول رہا ہوں۔ میں نے اس جبشی کو ٹریں کر لیا ہے جو پاکیشی ایجنٹوں کا ساتھی ہے۔۔۔ دوسری طرف سے ایک پر جوش سی آواز سنائی دی۔

”کہاں ہے وہ۔۔۔ نائف نے چونک کر پوچھا۔

”یہ جبشی ایک اور ایکریمین جبشی اور ایک ایکریمین کے ساتھ لیکسی میں سوار مجھے نظر آیا تو میں نے لیکسی کا تعاقب کیا۔ لیکسی نیشنل گارڈن پہنچ کر رک گئی اور یہ تینوں لیکسی چھوڑ کر نیشنل گارڈن میں داخل ہو گئے اور ابھی تک وہیں ہیں۔ میں ان کی گمراہی کر رہا ہوں۔۔۔“ وارنر نے جواب دیا۔

"تم اس جبشی کو نظرؤں سے اوچھل نہ ہونے دینا۔ میں چیف کو کال کر کے باقی ساتھیوں کو بھی کال کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے نیشنل گارڈن میں اکٹھے ہونے کا پلان بنایا ہے اس لئے یہ سب اب وہاں اکٹھے ہو رہے ہیں اور وہاں ان کا خاتمہ بھی آسانی سے ہو سکے گا"..... نائف نے کہا۔

"لیں باس"..... دوسری طرف سے کہا گیا تو نائف نے کریڈل دبایا اور ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔

"لیں۔ شارگ بول رہا ہوں"..... رابطہ قائم ہوتے ہی شارگ کی آواز سنائی دی۔

"نائف بول رہا ہوں باس۔ ہم نے اس جبشی کا سراغ لگا لیا ہے۔ یہ جبشی ایک دوسرے ایکریمین نژاد جبشی اور ایک ایکریمین کے ساتھ ٹکسی میں سوار ہو کر ایئر پورٹ سے نیشنل گارڈن پہنچا ہے اور ابھی تک یہ لوگ دیہیں ہیں۔ دارزان کی نگرانی کر رہا ہے"۔ نائف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"لیکن اصل پر ابلم تو اس عمران کو تلاش کرنا ہے"..... شارگ نے کہا۔

"باس۔ یہ سب لوگ یقیناً نیشنل گارڈن میں پہنچیں گے۔ انہوں نے اسے مینگ پاؤں کیتھے بنایا ہو گا"..... نائف نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن یہ عمران آخر غائب کیسے ہو گیا۔ وہ کہاں سے باہر

نکلا ہو گا"..... شارگ نے کہا۔

"باس۔ میں نے اس معاملے پر غور کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یا تو انہیں ہمارے بارے میں اطلاع مل گئی ہو گی یا پھر ویسے ہی ختمیاً انہوں نے راستے میں میک اپ کر لیا ہو گا"..... نائف نے کہا۔

"احمق تو نہیں ہو گئے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ پاکیشیا سے پہلی بار یہاں آ رہے ہیں پھر انہیں اطلاع کیسے مل سکتی ہے۔ پھر راستے میں وہ میک اپ کیسے کر سکتے ہیں۔ جہاز میں وہ میک اپ کیسے کر سکتے ہیں کیونکہ کاغذات پر موجود ان کی تصویریں تو نہیں بدی جائیں اور اگر ایسا ہوتا تو لا محالہ وہ جبشی بھی میک اپ میں ہوتا"۔

شارگ نے تیز لمحے میں کہا۔

"آپ کی بات درست ہے باس۔ اب آپ کا کیا حکم ہے"..... نائف نے منہ بنتا تے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ اسے شارگ کی بات سن کر سخت کوفت چکھی ہے۔ اپنی طرف سے اس نے بڑی داشمندانہ بات کی تھی لیکن شارگ نے اسے ڈانٹ دیا تھا۔

"اپنے ساتھیوں کو کال کر کے نیشنل گارڈن کو گھیر لو۔ پھر جیسے ہی یہ سب لوگ وہاں اکٹھے ہوں خاص طور پر عمران نظر آئے تو ان پر چاروں طرف سے فائرنگ کھول دو"..... شارگ نے کہا۔

"لیکن باس۔ عمران اگر میک اپ میں ہوا تو ہم اسے کیسے

پچانیں گے۔..... نائف نے کہا۔

”احمق آدمی۔ راسک ریز استعمال کرو۔ ان کی بات چیت سننے رہو۔ اس طرح تمہیں ہر بات معلوم ہو جائے گی۔..... شارگ نے تیز لمحے میں کہا۔

”لیں باس۔..... نائف نے کہا۔

”جیسے ہی یہ لوگ ختم ہوں تم نے مجھے فوری روپورٹ دینی ہے۔..... شارگ نے تیز لمحے میں کہا۔

”لیں باس۔..... نائف نے کہا اور دوسری طرف سے رابطہ ختم ہونے پر اس نے رسیور رکھا اور میز کی دراز سے ایک چھوٹا سا پستل نکالا اور اسے جیب الماری میں سے اس نے ایک چھوٹا سا پستل نکالا اور اسے جیب میں ڈال کر وہ مڑا اور پھر چند لمحوں بعد اس کی کار ہیڈ کوارٹر سے نفل کرنیشل گارڈن کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ نائف کالنگ۔..... نائف نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

”لیں باس۔ انھوںی اشਨڈنگ یو۔..... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”سب کو کال کر کے کہہ دو کہ وہ نیشنل گارڈن پہنچ جائیں۔ ہمارے مطلوبہ آدمی وہاں اکٹھے ہو رہے ہیں۔ وارنر وہاں ان کی نگرانی کر رہا ہے۔ سب وہاں پہنچ جائیں اور ان لوگوں کو گھیر لیں لیکن انہیں کسی صورت میں مشکوک نہیں ہونا چاہئے۔ میں بھی وہاں پہنچ رہا ہوں۔ جب وہ عمران وہاں پہنچے گا تو ہم ان پر فائز کھول

بیں گے لیکن تک انہیں کسی صورت میں نہ ہی ہماری نظر دوں سے او جھل ہونا چاہئے اور نہ ہی انہیں ہم پر کوئی شک پڑنا چاہئے۔..... نائف نے کہا۔

”لیں باس۔..... دوسری طرف سے کہا گیا تو نائف نے سائل فون آف کر کے اسے واپس میز کی دراز میں رکھا اور پھر اٹھ کر وہ اس کمرے سے نفل کر دوسرے کمرے میں آ گیا۔ وہاں سے ایک الماری میں سے اس نے ایک چھوٹا سا پستل نکالا اور اسے جیب میں ڈال کر وہ مڑا اور پھر چند لمحوں بعد اس کی کار ہیڈ کوارٹر سے نفل کرنیشل گارڈن کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

پارکنگ کی طرف دیکھا تو اسے ایک آدمی ایک کار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا نظر آیا۔ اس آدمی کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ باتفاقہ کسی کی مگر انی کر رہا ہے۔

”وہ سامنے جو آدمی کار سے ٹیک لگائے کھڑا ہے کیا تم اسے چھانتے ہو؟.....“..... ٹائیگر نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر ٹیکسی ڈرائیور کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا کیونکہ عمران اسی آدمی کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔

”لیں سر۔ ان کا نام شارگ ہے۔ یہ شارگ کلب کے مالک اور جزل منیر ہیں۔“..... ٹیکسی ڈرائیور نے جلدی سے نوٹ ٹائیگر سے لے کر جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے ٹائیگر نے دیکھا کہ عمران اس آدمی کی کار کی ساعیدہ سے گزر کر آگے بڑھ گیا اور پھر ایک بڑی سی جیپ کی اوٹ میں غائب ہو گیا۔ ٹائیگر دیکھتا رہا لیکن جب عمران اس جیپ کی اوٹ سے نہ لگا تو وہ سمجھ گیا کہ عمران وہیں رک گیا ہے۔

”کیا شارگ کا تعلق کسی بین الاقوامی تنظیم سے ہے؟“..... ٹائیگر نے جیب سے ایک اور نوٹ نکال کر ڈرائیور کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو ڈرائیور چونک پڑا۔

”آپ واقعی فیاض آدمی ہیں جناب۔ آپ مجھے کھل کر بتائیں کہ کیا مسئلہ ہے۔ میں آپ کے کام آ سکتا ہوں۔“..... ڈرائیور نے مڑ کر پارکنگ کی طرف جاتے دیکھا تو وہ چونک پڑا۔ ان نے

ٹائیگر ایئر پورٹ کے پلک لاونچ سے نکل کر اطمینان سے چلتا ہوا ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”لیں سر۔“..... ایک ٹیکسی ڈرائیور نے آگے بڑھ کر اسے سلام کرتے ہوئے کہا۔

”دیشفل گارڈن جانا ہے۔ کیا کرایہ لو گے؟“..... ٹائیگر نے کہا۔ ”یہاں میٹر کے مطابق کرایہ لیا جاتا ہے جناب۔“..... ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔

”اوکے۔ میٹر آن کر دو۔ میرا ایک ساتھی بھی یہاں آنے والے ہے تب چلیں گے۔“..... ٹائیگر نے کہا تو ٹیکسی ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر اس نے میٹر آن کر دیا۔ اسی لمحے ٹائیگر نے عمران کو ماسک میک اپ میں ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف آتے آتے مڑ کر پارکنگ کی طرف جاتے دیکھا تو وہ چونک پڑا۔ ان نے

”جو میں پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو۔ میں نہیں چاہتا کہ تم خواہ مخواہ کے مسائل میں پھنس کر اپنی جان گنو بیٹھو۔..... نائیگر نے ملتے ہوئے کہا۔

”جناب شارگ صاحب ایکریمیا کی سرکاری ایجنسیوں میں کام کرتے رہے ہیں۔ اب انہوں نے یہاں کرامی میں کلب کھولا ہوا ہے لیکن اب کیا کرتے ہیں یہ مجھے معلوم نہیں ہے۔..... ڈرائیور نے جواب دیا تو نائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس نے شارگ کو کسی کے ساتھ میں فون پر باتیں کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ پھر شارگ کار میں بیٹھا اور کار میں گیٹ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے عمران کو بھی میں گیٹ کی طرف جاتے دیکھ لیا۔

”میں گیٹ پر لے چلو۔..... نائیگر نے جلدی سے ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے کہا تو ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلا دیا اور ڈرائیور سیٹ پر بیٹھ گیا اور ٹیکسی آگے بڑھا دی اور پھر چکر کاٹ کر جب وہ میں گیٹ پر پہنچے تو نائیگر کو عمران کہیں نظر نہ آیا۔ وہ کچھ دیر وہاں رک کر عمران کو چیک کرتا رہا لیکن جب اسے عمران کہیں نظر نہ آیا تو اس نے ڈرائیور کو نیشنل گارڈن جانے کا کہہ دیا۔

”وہ نجانے کہاں چلے گئے ہیں۔ بہر حال چلو تم۔..... نائیگر نے کہا۔

”لیں سر۔..... ٹیکسی ڈرائیور نے کہا اور دوسرے لمبے ٹیکسی تیزی

سے آگے بڑھنے لگی۔ نائیگر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ کیا اسے اس شارگ کو چیک کرنا چاہئے یا نہیں۔ لیکن پھر اس نے فیصلہ کیا کہ عمران کی اجازت کے بغیر اسے خود کوئی اقدام نہیں کرنا چاہئے اور اس فیصلے پر وہ مطمئن ہو گیا۔ تقریباً ایک گھنٹے کی طویل ڈرائیورنگ کے بعد نیکی نیشنل گارڈن کی پارکنگ میں پہنچ کر رک گئی تو نائیگر نے ڈرائیور کو ایک اور نوت دیا اور پھر نیچے اتر کر وہ نیشنل گارڈن کی طرف بڑھنے لگا لیکن ابھی وہ نیشنل گارڈن کے میں گیٹ تک پہنچا ہی تھا کہ اچانک اسے خیال آیا کہ یقیناً عمران صاحب اس شارگ کی وجہ سے ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف آنے لی بجائے پارکنگ کی طرف گئے ہوں گے اور ان کے میں گیٹ پر ملنے کا مطلب ہے کہ وہ لازماً کسی نہ کسی انداز میں اس شارگ کے پیچھے گئے ہیں۔ چنانچہ یہاں نیشنل گارڈن میں بیٹھ کر ان کی واپسی کا انتظار کرنے کی بجائے اسے بھی شارگ کلب پہنچنا چاہئے تاکہ کسی بھی وقت وہ کسی بھی انداز میں عمران صاحب کی مدد کر سکے۔ یہ خیال آتے ہی وہ تیزی سے مڑا اور دوبارہ ٹیکسی سٹینڈ کی طرف بڑھ گیا۔

”لیں سر۔..... ستھار میں سب سے آگے موجود ٹیکسی کے ڈرائیور نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”شارگ کلب لے چلو۔..... نائیگر نے کہا۔

”لیں سر۔ آئیے سر۔..... ٹیکسی ڈرائیور نے کہا اور نائیگر سر ہلاتا

ہوا عقبی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ نیکسی ڈرائیور نے میر ڈاؤن کیا اور پھر تیزی سے نیکسی کو آگے بڑھا دیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد نیکسی ایک تین منزلہ عمارت کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ عمارت پر شارگ کلب کا نیون سائیں یورڈ موجود تھا۔ نائیگر نے میر دیکھ کر ایک نوٹ نیکسی ڈرائیور کی طرف بڑھا دیا۔

”باقی تمہاری ٹپ ہے“..... نائیگر نے کہا تو نیکسی ڈرائیور نے اس کا شکریہ ادا کیا اور نائیگر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کلب کے کمپاؤنڈ گیٹ میں داخل ہو کر میں گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ہال آدھے سے زیادہ خالی پڑا تھا۔ البتہ ہال میں موجود افراد کو دیکھ کر نائیگر سمجھ گیا کہ یہاں آنے جانے والے امراء طبقے کے افراد ہیں۔ نائیگر نے ایک نظر ہال پر ڈالی اور پھر ایک خالی نیز کی طرف بڑھا کیا۔ عمران تو اسے ہال نظر نہ آ رہا تھا اس لئے اب وہ سوچ رہا تھا کہ یہاں بیٹھ کر عمران کا انتظار کرے یا واپس نیشنل گارڈن پہنچ جائے۔ پھر اس نے کچھ دیر انتظار کرنے کا فیصلہ کیا۔

”لیں سر“..... نائیگر کے بیٹھتے ہی ایک دیگر نے قریب آ کر کہا۔

”ہات کافی لے آؤ“..... نائیگر نے کہا۔

”لیں سر“..... دیگر نے کہا اور واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ طرائی دھکیلتا ہوا واپس آیا اور اس نے ہات کافی کے برتن ٹیبل پر لگانے شروع کر دیئے۔

”کیا جناب شارگ اپنے آفس میں موجود ہیں“..... نائیگر نے دیگر سے مناطق ہو کر پوچھا تو دیگر بے اختیار چونک پڑا۔

”لیں سر۔ وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے تشریف لائے ہیں“..... دیگر نے کہا۔

”کیا ان سے ملاقات ہو سکتی ہے“..... نائیگر نے پوچھا۔

”نوسر۔ وہ کسی اجنبی سے کسی صورت نہیں ملتے۔ آپ کو جو کام ہو آپ ان کے استنسٹ میمبر گارٹھ سے مل لیں“..... دیگر نے جواب دیا اور خالی ٹرالی دھکیلتا ہوا واپس چلا گیا تو نائیگر خاموشی سے کافی پینے لگا۔ اب یہ بات تو طے تھی کہ اس کی یہ سوچ غلط تھی کہ عمران اس شارگ کے پیچھے یہاں پہنچا ہو گا اور اب وہ بیٹھا یہ سوچ رہا تھا کہ کیا اس کا اندازہ غلط تھا کہ عمران اس شارگ کو پارکنگ میں دیکھ کر ادھر گیا تھا لیکن نیکسی ڈرائیور کی بات اس کے ذہن میں گونج رہی تھی کہ شارگ ایکریمین ایجننسیوں میں کام کرتا رہا ہے۔ بہر حال اب اس نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ واپس نیشنل گارڈن میں چلا جائے۔ چنانچہ اس نے دیگر کو بلا کر اسے بل ادا کیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ کلب سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک خالی نیکسی اس کے قریب آ کر رک گئی۔

”نیشنل گارڈن چلو“..... نائیگر نے عقبی دروازہ کھول کر اندر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”لیں سر“..... نیکسی ڈرائیور نے جواب دیا اور نیکسی آگے بڑھا

دی۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ نیشنل گارڈن پہنچ گئے۔ ٹائیگر نے میٹر دیکھ کر کرایہ دیا اور ایک بار پھر مین گیٹ کی طرف بڑھنے ہی لگا تھا کہ ایک کار پارکنگ میں آ کر رکی اور ٹائیگر کار میں موجود آدمی کو دیکھ کر چونک پڑا۔ اس آدمی کو اس نے ایئر پورٹ پر دیکھا تھا۔ ٹائیگر آگے بڑھنے کی بجائے ایک جیپ کی اوٹ میں ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ وہ آدمی کار سے اترنا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا نیشنل گارڈن کے مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ٹائیگر اس کے پیچے تھا۔ ابھی وہ آدمی مین گیٹ کے قریب پہنچا ہی تھا کہ ایک طرف موجود ایک دوسرا آدمی تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ ٹائیگر نے بھی ایک ستون کی اوٹ لے لی۔ وہ ان سے خاصے فاصلے پر تھا۔ ”کیا ہوا وارز۔ کتنے آدمی پہنچے ہیں؟“..... کار میں آنے والے نے دوسرے آدمی سے پوچھا۔

”باس۔ صرف ایک اور آدمی یہاں پہنچا ہے۔ دو جوشی اور ایک ایکریمین پہلے ہی یہاں موجود تھے۔“..... وہاں موجود آدمی نے جواب دیا۔

”میں نے سب کو کہہ دیا ہے کہ وہ یہاں پہنچ جائیں۔ پھر جیسے ہی وہ عمران یہاں پہنچے گا ہم نے ان پر فائز کھول دینا ہے۔“..... باس نے کہا۔

”لیکن باس۔ اس عمران کو ہم پہچانیں گے کیسے؟“..... وارز نے پوچھا۔

”میں راسک ریز لے آیا ہوں۔ تم اسے ان کے قریب فائز کر دو۔ اس کا رسپورٹرے پاس ہے۔ ان کے درمیان ہونے والی گفتگو سے معلوم وہ جائے گا کہ عمران پہنچ گیا ہے یا نہیں؟“..... باس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیپ سے ایک چھوٹا سا پتھر نکال کر وارز کی طرف بڑھا دیا۔

”دلیں باس۔ آپ زیروون پر پہنچ جائیں۔ میں وہیں آ رہا ہوں۔ وہاں سے ان کی نگرانی آسانی سے ہو سکتی ہے۔“..... وارز نے کہا اور واپس مڑ گیا تو باس مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اب ٹائیگر سمجھ گیا تھا کہ یہ ان کا مخالف گروپ ہے اور انہیں کسی طرح معلوم ہو گیا ہے کہ عمران اور اس کے ساتھی یہاں اکٹھے ہو گرہے ہیں۔ اب اس کے لئے مسئلہ یہ تھا کہ وہ عمران یا گارڈن میں موجود افراد کو کیسے اطلاع دے کہ اچانک اسے خیال آیا کہ اس کے پاس سیل فون موجود ہے۔ اس وقت وہ جہاں موجود تھا وہاں نزدیک کوئی موجود نہ تھا۔ اس نے جلدی سے جیپ سے سیل فون نکالا اور آن کر دیا اور پھر عمران کا نمبر پر لپس کر دیا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ ٹائیگر کا نگ۔“..... ٹائیگر نے موڈبائی لجھے میں کہا۔ ”دلیں۔ پس اشٹنگ یو۔“..... چند لمحوں بعد عمران کی آواز سنائی نے کہا۔

”باس۔ میں نیشنل گارڈن کے مین گیٹ سے ہٹ کر ایک اکیلی جگہ پر ہوں،“..... ٹائیگر نے کہا اور ایئر پورٹ سے لے کر شارک

کلب جانے اور پھر واپس آنے اور بس اور وارز کے درمیان ہونے والی تمام بات چیت دوہراوی۔

”اوہ۔ تو اس شارگ نے کلب کھولا ہوا ہے۔ میں اسے دیکھ کر ہی ادھر گیا تھا اور پھر میں نے اس کی اس کے کسی ماتحت نائف کے درمیان سیل فون پر ہونے والی بات چیت سن لی تھی۔ اس کے بعد میں بس کے ذریعے یہاں آ رہا ہوں۔ بس کی وجہ سے مجھے یہاں آنے میں دیر ہو گئی ہے۔ میں اس وقت بس ٹرینل پر ہوں۔ جس کو تم بس کہہ رہے ہو یہی نائف ہو گا۔ تم نے کیا بتایا ہے انہوں نے کس سے بات چیت سننے کی بات کی تھی؟“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”راسک رین کہہ رہا تھا بس اور پھر اس نے ایک چھوٹا سا پسل وارز کو دیا تھا،..... تائیگر نے جواب دیا۔

”تم وہیں رکو۔ میں آ رہا ہوں“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو تائیگر نے بھی سیل فون آف کر کے اسے جیب میں ڈال لیا اور پھر اس کی تیز نظریں اس طرف کو جنم گئیں۔ جدهر سے عمران نے آنا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ عمران کے اپنے ساتھیوں تک پہنچنے سے پہلے وہ لوگ ان پر فائزگ نہیں کھولیں گے اس لئے وہ مطمئن تھا۔

شارگ اپنے آفس میں بیٹھا بڑی بے چینی سے نائف کی کال کا انتظار کر رہا تھا۔ نائف نے اسے بتا دیا تھا کہ اس کے آدمی وارز نے اس جبشی کو جو عمران کا ساتھی تھا ٹرینل کر لیا ہے اور یہ جبشی ایک اور جبشی اور ایک ایکر بیمن کے ساتھ نیشنل گارڈن پہنچے ہیں اور ابھی تک وہیں موجود ہیں۔ جس پر شارگ نے اسے ہدایت دی تھی کہ وہ اپنے تمام ساتھیوں سمیت انہیں گھیر لیں اور راسک رین ان پر فائز کر کے اس کے ذریعے ان کے درمیان ہونے والی بات چیت سنتا رہے۔ پھر جیسے ہی عمران وہاں پہنچے تو وہ ان پر بغیر کسی توقف کے فائز کھول دے۔ اس کے بعد گو زیادہ وقت نہیں گزر رہا تھا لیکن شارگ کسی رپورٹ کے لئے بے چین ہو رہا تھا۔ ایک بار تو اس نے سوچا کہ وہ خود نیشنل گارڈن پہنچ جائے لیکن پھر اس نے اپنا ارادہ بدل دیا کیونکہ نائف اور اس کے ساتھی سب انتہائی تجربہ کار

اور مجھے ہوئے ایجنسٹ تھے اس لئے اسے یقین تھا کہ وہ آسانی سے ان کا خاتمه کر دیں گے لیکن اس کی بحث میں یہ بات اب بھی نہیں آ رہی تھی کہ عمران اور اس کا دوسرا مقامی ساتھی جو اس کے ساتھ پاکیشی سے آیا تھا، کہاں چلے گئے تھے جبکہ ان کا تیسرا ساتھی جہشی اس کے آدمیوں نے چیک کر لیا تھا لیکن وہ دونوں کسی نو نظر نہ آئے تھے۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی نجاح اٹھی تو اس نے جھپٹ کر رسیور اٹھا لیا۔

”لیں۔ شارگ بول رہا ہوں“..... شارگ نے رسیور اٹھا کر تیز لمحے میں کہا۔

”پیش کال“..... دوسری طرف سے سرد آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو شارگ نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا اور پھر رسیور رکھ کر وہ اٹھا اور عقبی کمرے میں پہنچ کر اس نے الماری کھول کر اس میں سے پیش فون نکلا اور اسے میز پر رکھ کر اس نے اس کا رابطہ دیوار میں نصب فون پلگ سے کیا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے ٹون چیک کی اور پھر رسیور رکھ کر وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی نجاح اٹھی تو شارگ نے رسیور اٹھا لیا۔

”شارگ بول رہا ہوں“..... شارگ نے انتہائی مودبانہ لمحے میں کہا۔

”کیا رپورٹ ہے“..... دوسری طرف سے سرد لمحے میں پوچھا

گیا تو شارگ نے شروع سے آخر تک ساری صورت حال بتا دی۔

”اس کا مطلب ہے کہ ایئر پورٹ پر تمہارا ریڈ ناکام رہا ہے۔“

سیکشن چیف کا لمحہ لکھت تھا ہو گیا تھا۔

”وہاں عمران نظر ہی نہیں آیا جناب۔ ہم نے ہر راستے کی ناکہ بندی کر رکھی تھی لیکن اس کے باوجود وہ کہیں نظر نہیں آیا۔“..... شارگ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ اسے راستے میں ہی اطلاع مل گئی اور اس نے میک اپ کر لیا۔“..... سیکشن چیف نے کہا۔

”جناب۔ اطلاع کون دے سکتا ہے۔“..... شارگ نے کہا۔

”یہ لوگ انتہائی تیز اور فعال ہیں۔ تم خود ایئر پورٹ پر گئے تھے۔“..... سیکشن چیف نے پوچھا۔

”لیں سر۔ لیکن میں پارکنگ میں رکا رہا تاکہ اگر کسی بھی صورت عمران نجح کر باہر آجائے تو میں اسے ہلاک کر دوں لیکن وہ سرے سے کہیں نظر ہی نہیں آیا۔ اب میرے آدمی پیشل گارڈن میں موجود ہیں۔ عمران جیسے ہی وہاں پہنچا اس پر فائزنگ کھول دیا جائے گا۔“..... شارگ نے کہا۔

”کیا تم نے عمران کو کبھی دیکھا ہوا ہے۔“..... دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”لیں سر۔ دو بار اس سے ملاقات ہو چکی ہے۔ جب میں ایکریمین ایجنٹی میں کام کرتا تھا۔“..... شارگ نے کہا۔

”تو پھر یقینی بات ہے کہ اس نے تمہیں پہچان لیا ہو گا۔ اس کی یادداشت بے حد تیز ہے اور اب وہ یقیناً تمہارے پیچھے تمہارے کلب آئے گا۔“..... سیکشن چیف نے تیز لمحے میں کہا۔

”مجھے وہ کیسے پہچان سکتا ہے باس۔ ہماری ملاقات کو تو تقریباً دل بارہ سال ہو چکے ہیں،“..... شارگ نے حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”تم میک اپ کے فوراً ٹیشنل گارڈن پہنچو اور وہاں ان کے خاتمے کی کوشش کرو۔ کلب میں مت بیٹھو ورنہ کسی بھی لمحے وہ تمہارے سر پر پہنچ جائیں گے۔“..... سیکشن چیف نے تحکمانہ لمحے میں کہا۔

”لیں سر۔ حکم کی تعییں ہو گی سر۔“..... شارگ نے کہا تو دوسری طرف سے رابطہ ختم ہو گیا اور شارگ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ اسے چیف کی باتیں سن کر پوری طرح احساس ہو گیا تھا کہ سیکشن چیف عمران اور اس کے ساتھیوں کی کارکردگی سے بے حد خائف ہے اس لئے اس نے فیصلہ کیا تھا کہ اب وہ نائف کی بجائے خود اس عمران کا مقابلہ کر کے اس کا خاتمہ کرے گا تاکہ سیکشن چیف کو معلوم ہو سکے کہ وہ کسی بھی طرح ان لوگوں سے صلاحیتوں کے لحاظ سے کم نہیں ہے۔ چنانچہ اس نے فون کی تار پلگ سے نکالی اور پھر فون اٹھا کر اس نے الماری میں رکھا اور واپس اپنے آفس میں آ گیا۔ اس نے کری پر بیٹھ کر میرزا

دراز کھولی اور اس میں سے جدید ساخت کا سیل فون نکال کر اس نے اسے آن کر کے نائف کے نمبر پر لیں کر دیے۔

”لیں۔ نائف انڈنگ یو باس۔“..... چند لمحوں بعد دوسری طرف سے نائف کی آواز سنائی دی۔

”کیا ہورہا ہے وہاں۔“..... شارگ نے پوچھا۔

”باس ابھی تک دو جبھی اور دو ایکریمین وہاں موجود ہیں۔ میں نے راسک ریز وہاں فائز کر دی ہے اور ان کے درمیان ہونے والی بات چیت سن رہا ہوں لیکن وہ عام سی باتیں کر رہے ہیں۔ سیر و سیاحت کی۔ البتہ درمیان میں اچانک انہوں نے کسی اچبی بناں میں بات چیت شروع کر دی تھی جو ہماری سمجھے میں نہیں آ سکی۔“..... نائف نے جواب دیا۔

”تمہارے آدی وہاں پہنچ چکے ہیں یا نہیں۔“..... شارگ نے پوچھا۔

”لیں باس۔ ہمارے آدمیوں نے دو اطراف سے انہیں گھیر رکھا ہے۔ اب ہم اس عمران کے انتظار میں ہیں۔“..... دوسری طرف سے جواب دیا۔

”تم اس وقت کہاں موجود ہو۔“..... شارگ نے پوچھا۔

”میں گارڈن کے زیر دون پاؤں پر ہوں۔ میرے ساتھ وارنر اور دو مزید ساتھی ہیں جبکہ باقی چار ساتھی ان کے عقب میں فائیو تھری میں موجود ہیں جبکہ یہ لوگ تھری تھری میں موجود ہیں۔“

ناکف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ شارگ چونکہ بے شمار بار بیشنس گارڈن گیا ہوا تھا اور بیشنس گارڈن کے قطعات کو باقاعدہ نمبروں میں تقسیم کیا گیا تھا اس لئے جیسے چیزے ناکف نمبر بتا رہا تھا شارگ کے ذہن میں ساری صورت حال واضح ہوتی جا رہی تھی۔

”اوے۔ میں خود دیپں آ رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ کہیں نکل جائیں۔ اگر ایسا ہوا تو تم نے ان پر فائز کھول دینا ہے کیونکہ دوبارہ انہیں ٹریم کرنا مشکل ہو جائے گا۔“..... شارگ نے کہا۔

”کیا عمران کا انتظار کئے بغیر؟“..... ناکف نے چونک کر پوچھا۔

”ہاں۔ لیکن اس صورت میں اگر یہ عمران کی آمد سے پہلے وہاں سے جانے لگیں،“..... شارگ نے کہا۔

”لیں باس؟“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو شارگ نے او کے کہہ کر سیل فون آف کیا اور پھر اسے میز کی دراز میں واپس رکھ کر وہ اٹھا اور ایک اور ملحقة کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ یہ اس کا ڈرینگ روم تھا۔ یہاں میک اپ کا جدید ترین سامان بھی موجود تھا۔ اس نے میک اپ کیا اور پھر اس کمرے سے نکل کر وہ آفس میں آیا اور اس کے بعد وہ ایک خفیہ راستے سے نکل کر کلب کے عقبی طرف پہنچ گیا۔ جہاں اس کی مخصوص کار موجود تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیزی سے بیشنس گارڈن کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

صدیقی بیشنس گارڈن کی ایک نیچے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ جوزف، جوانا اور خاور بھی موجود تھے۔ صدیقی ایئر پورٹ سے یہاں پہنچا تھا اور اس نے ناکف اور شارگ کے پارے میں اپنے ساتھیوں کو بتا دیا تھا اور اب وہ عمران کا انتظار کر رہے تھے لیکن نہ ہی عمران وہاں پہنچ رہا تھا اور نہ ہی ناسیگر۔ اچانک خاور بیٹھے بیٹھے چوک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

”کیا ہوا؟“..... ساتھ بیٹھے ہوئے صدیقی نے کہا۔

”ہمیں گھیرا جا رہا ہے۔“..... خاور نے آہستہ سے کہا تو صدیقی بے اختیار چونک پڑا۔

”کیسے؟“..... صدیقی نے چونک کر پوچھا۔

”وہ سامنے جھاڑیوں میں کوئی چیز گری ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے کوئی کپسول باقاعدہ کسی پسل سے فائز کیا گیا ہو۔“..... خاور نے

”فارز کرنے والا نظر نہیں آیا“..... صدیقی نے پوچھا۔

”دنیس وہ شاید کسی درخت کی اوٹ میں ہے۔ میں دیکھتا ہوں“..... خاور نے کہا اور پھر وہ اس انداز میں نہلتا ہوا آگے بڑھ گیا جسے بیٹھے تھک گیا ہو۔

”کیا ہوا ہے“..... اچانک سامنے والی نش پر بیٹھے ہوئے جوانا نے کہا۔

”کچھ نہیں۔ ویسے ہی ٹھل رہا ہے“..... صدیقی نے جواب دیا۔ خاور جھاڑیوں کے قریب جا کر کچھ دیر رکارہا پھر اسی طرح ٹھلتا ہوا واپس آ گیا۔

”وہاں جھاڑیوں میں راسک ریز موجود ہے۔ اس کی سیڑ لائٹ میں نے چیک کر لی ہے“..... خاور نے کہا۔

”اوہ پھر تو ہماری بات چیت سنی جا رہی ہے“..... صدیقی نے آہستہ سے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جسے وہ بڑھ رہا ہو۔

”یہاں ہماری باتیں ایک آٹے سے سنی جا رہی ہیں اور ہمیں گھیرا بھی جا رہا ہے“..... اچانک خاور نے پاکیشیانی زبان میں سامنے نش پر بیٹھے ہوئے جوزف اور جوانا سے کہا تو وہ دونوں بے اختیار چونک پڑے۔

”اچھا۔ وہ کیسے تفصیل بتاؤ“..... جوانا نے کہا۔ وہ اب نہ صرف پاکیشیانی زبان سمجھ لیتا تھا بلکہ کسی حد تک بول بھی لیتا تھا تو خاور

نے اسے تفصیل بتا دی۔

”ہمارے پاس تو الحجہ بھی نہیں ہے۔ ہمیں الحجہ لے کر یہاں آنا چاہئے تھا“..... جوانا نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ ہمیں عمران صاحب کا انتظار نہیں کرنا چاہئے ورنہ اگر انہوں نے ہم پر فائز کھول دیا تو ہمارا پچتا مشکل ہو جائے گا“..... صدیقی نے کہا۔

”نہیں۔ باس کے آنے تک ہمیں یہیں رہنا ہو گا اور یہ آلہ بھی انہوں نے اس لئے یہاں پہنچایا ہے کہ جسے ہی باس یہاں پہنچے وہ اسے چیک کر لیں“..... اچانک خاموش بیٹھے ہوئے جوزف نے پاکیشیانی زبان میں کہا۔

”لیکن اگر ماشر کے آنے سے پہلے انہوں نے ہم پر فائز کھول دیا تھا“..... جوانا نے تیز لمحے میں کہا۔

”وہیں نے شامالی کی آواز یہاں آتے ہی سن لی ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ ابھی یہاں امن و سکون ہے کیونکہ جہاں شامالی کی آواز سنائی دے وہاں کوئی جھگڑا نہیں ہو سکتا اس لئے تو کمزور قبیلے ہمیشہ شامالی پالتے تھے“..... جوزف نے بڑے سمجھیدہ لمحے میں جواب دیا تو سب بے اختیار مسکرا دیئے۔

”ہمیں عام سی گفتگو کرتے رہنا چاہئے اور اس کے ساتھ ہوشیار بھی رہنا چاہئے۔ جوزف تھیک کہہ رہا ہے۔ ہمیں بہر حال پس کا انتظار کرنا ہے“..... صدیقی نے کہا اور پھر انہوں نے مقامی زبان

میں عام سی باتیں کرنا شروع کر دیں۔ لیکن وقت گزرتا جا رہا تھا جبکہ عمران اور نائیگر میں سے کوئی بھی نظر نہ آ رہا تھا۔

”نائیگر آ رہا ہے“..... اچانک جوانا نے کہا تو وہ سب چونک پڑے۔ اسی لمحے نائیگر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا۔ وہ نئے میک اپ میں تھا۔

”یہاں ایسا آلہ موجود ہے جو ہماری بات چیت دوسروں تک پہنچا رہا ہے“..... صدیقی نے نائیگر کے بولنے سے پہلے ہی پاکیشی زبان میں کہا تو نائیگر چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”آپ نے راسک ریز کو چیک کر لیا ہے“..... نائیگر نے ان کے قریب پنج پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ لیکن تمہیں کیسے پتہ چلا اور تم غائب کہاں ہو گئے تھے۔ پرانے کہاں ہیں“..... صدیقی نے پوچھا۔

”پرانے باہر موجود ہیں۔ میں یہ اطلاع دینے آیا تھا کہ ہمیں دو اطراف سے گھیر لیا گیا ہے اور راسک ریز کے ذریعے یہاں ہونے والی تمام بات چیت ان تک پہنچ رہی ہے۔ انہوں نے جوزف کو چیک کر لیا تھا۔ جب جوزف اپنے ساتھیوں سمیت ٹیکسی میں سوار ہو کر یہاں پہنچا تھا۔ میں الاقوامی فلاٹ کی وجہ سے ہم نے اسلحہ پاس نہیں رکھا تھا۔ کیا آپ دونوں کے پاس اسلحہ موجود ہے“۔ نائیگر نے صدیقی اور خاور کا نام لئے بغیر ان سے پوچھا۔

”نہیں۔ یہاں اکثر پولیس چیکنگ کرتی رہتی ہے اور یہاں اسلحہ رکھنا جرم ہے“..... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہارے عقب میں جو اوپنی جھاڑیوں والا پلات ہے اس میں چار مسلح افراد موجود ہیں اور سامنے چہاں سے راسک ریز فار کیا گیا ہے وہاں بھی چار افراد موجود ہیں اور یہ آٹھوں مسلح ہیں“۔ نائیگر نے کہا۔

”تو پھر ہمارے لئے کیا حکم ہے۔ کیا ہم اسی طرح ان کے نشانوں پر ساکت بیٹھے رہیں گے“..... خاور نے کہا۔

”اور اگر انہوں نے تمہیں پرانے سمجھ لیا تو پھر“..... صدیقی نے کہا۔

”شامی کی آواز آنا بند ہو گئی ہے۔ ہوشیار“..... اچانک خاموش بیٹھے ہوئے جوزف نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ سب بھی بے اختیار اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتے اچانک دونوں اطراف سے فائرنگ کی آوازوں سے گارڈن گونج اٹھا اور پھر اس کے ساتھ ہی نائیگر سمیت صدیقی، خاور، جوزف اور اچانک دونوں اطراف پر چیختے ہوئے نیچے گرے لیکن فائرنگ اسی طرح جاری جوانا بری طرح چیختے ہوئے نیچے گرے لیکن فائرنگ اسی طرح جاری تھی کہ اچانک پولیس کی سیٹیوں کی آوازوں سے گارڈن گونج اٹھا اور اس کے ساتھ ہی فائرنگ بند ہو گئی لیکن وہ سب گھاس پر ساکت پڑے ہوئے تھے اور خون ان سب کے جسموں سے تیزی سے نکل رہا تھا اور ان کے جسموں میں معمولی سی حرکت بھی نہ تھی۔

”کیا ہوا ہے یہاں“..... شارگ نے ایک آدمی کو جو تیز تیز
قدم اٹھا کر آگے بڑھ رہا تھا روک کر پوچھا۔
”پانچ افراد کو فائر کر کے ہلاک کر دیا گیا ہے“..... اس آدمی
کے کہا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

”پانچ افراد۔ اس کا مطلب ہے کہ عمران بھی ان میں شامل
تھا۔ دیری گذ“..... شارگ نے سرت بھرے انداز میں بڑھاتے
ہوئے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ میں گیٹ پر پہنچ گیا۔ گوگٹ
کے باہر آنے والوں کی تعداد میں پہلے سے کافی کمی آگئی تھی لیکن
اس کے باوجود کافی تعداد میں لوگ گارڈن کے اندر سے باہر آ
ئے تھے اور ان سب کے چہروں پر پریشانی اور خوف نمایاں تھا۔
باور دی دربان سے پوچھا۔ ”یہاں ہوا کیا ہے“..... شارگ نے ایک سائیڈ پر کھڑے
باور دی دربان سے پوچھا۔

”جتاب۔ یہاں پہلی بار ایسا واقعہ ہوا ہے۔ اب تو یہاں کوئی
تفصیح کرنے نہیں آئے گا“..... دربان نے بڑھاتے کے سے
انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آخر ہوا کیا ہے۔ یہ تو بتاؤ“..... شارگ نے جھلانے ہوئے
انداز میں کہا۔

”جتاب۔ پانچ افراد جن میں دو سیاہ قام تھے ایک قطعے میں
نچوں پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ان پر دو اطراف سے فائر نگ
ہوئی اور وہ نچوں کے پانچوں ہلاک ہو کر گر گئے۔ یہاں کی

شارگ جب کار میں سوار نیشنل گارڈن کے قریب پہنچا تو دور
سے پولیس کی سیٹیوں کی آواز اور ایمبولنس گاڑیوں کے مخصوص
سائز سن کر وہ بے اختیار چونک پڑا۔ اسی لمحے دو ایمبولنس
گاڑیاں سائرن بجاتی ہوئی پوری رفتار سے اس کی کار کے قریب
سے گزر کر آگے بڑھتی چلی گئیں جبکہ پولیس کی سیٹیوں کی آواز بھی
اب واضح طور پر سنائی دے رہی تھی۔

”یہ کیا ہوا ہے۔ کیا ناکف نے ان پر فائر کھول دیا ہے“۔
شارگ نے بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کی کار
پارکنگ کے قریب پہنچی تو اسے کار باہر ہی ایک سائیڈ پر روکنی پڑی
کیونکہ لوگ اس طرح نیشنل گارڈن سے نکل کر بھاگ رہے تھے
جیسے وہاں اچانک قیامت برپا ہو گئی ہو۔ پارکنگ تیزی سے خالی
ہوتی جا رہی تھی۔ شارگ کار سے اتر اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

سیکورٹی نے سیشان بجا لی تو فائزگ رک گئی لیکن اس کے ساتھ ہی بھگلڈر سیچ گئی اور فائزگ کرنے والے بھگلڈر میں غائب ہو گئے۔ پھر پولیس اور ایمبوالنس کی گاڑیاں پہنچ گئیں کیونکہ یہاں دو ایمبوالنس مستقل طور پر موجود رہتی ہیں تاکہ کسی بھی ممکنہ حادثہ کی صورت میں بروقت استعمال میں لائی جاسکیں۔ ان پانچوں کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ ہلاک ہو گئے ہیں لیکن پھر بھی انہیں ایمبوالنس میں ڈال کر ہسپتال لے جایا گیا ہے اور اسی خوف کی وجہ سے سب لوگ اب گارڈن سے جا رہے ہیں۔ دربان نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو شارگ کے جسم میں سکون اور مسرت کی لہریں کی دوڑتی چلی گئیں۔

ناکف نے اسے بتایا تھا کہ وہاں دو حصی اور دو ایکرینیں افراؤ موجود تھے جبکہ اب بتایا جا رہا تھا کہ ہلاک ہونے والے پانچ افراؤ تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ عمران وہاں پہنچ گیا ہو گا اور پھر راسکریز کی مدد سے اس کے ساتھیوں نے چینگ کر لی ہو گی اور پھر فائز کھول دیا گیا ہو گا۔ یہ سب سوچتا ہوا شارگ واپس اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ اب اس کا پروگرام ہیڈ کوارٹر جانے کا تھا تاکہ وہ ناکف اور اس کے ساتھیوں سے پوری تفصیل معلوم کر سکے۔ اسے معلوم تھا کہ ناکف اور اس کے ساتھی اب واپس ہیڈ کوارٹر ہی پہنچیں گے۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ ہیڈ کوارٹر پہنچ گیا۔ ہیڈ کوارٹر میں مستقل رہنے والا رچڈ وہاں موجود تھا لیکن ناکف اور اس کے ساتھی ابھی

دہاں نہیں پہنچ تھے اور پھر اس سے پہلے کہ ٹیک ناکف اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں پریشان ہوتا۔ ناکف کی کار اندر داخل ہوتی۔

”اوہ۔ باس آپ۔ آپ یہاں“..... ناکف نے کار پورچ میں روک کر نیچے اتر کر شارگ کے قریب آ کر کہا۔

”ہاں۔ میں ابھی نیشنل گارڈن سے یہاں پہنچا ہوں۔ کیا ہوا وہاں۔ کیا عمران بھی ٹارگٹ میں آیا ہے یا نہیں“..... شارگ نے انتہائی بے چین سے لمحے میں کہا۔

”لیں باس۔ وہ بھی ساتھ ہی ہلاک ہو گیا ہے“..... ناکف نے کہا تو شارگ کا چہرہ بے اختیار کھل اٹھا۔

”ویری گڈ۔ پھر تو تم نے کار نامہ سراجام دیا ہے“..... شارگ نے کہا۔ وہ دونوں اس دوران چلتے ہوئے آفس میں پہنچ گئے تھے۔ ”ہاں۔ اب تفصیل بتاؤ۔ آفس میں پہنچ کر کرسیوں پر بیٹھنے کے بعد شارگ نے انتہائی اشتیاق بھرے لمحے میں کہا۔

”باس آپ کے حکم کے مطابق ہم نے انہیں دو اطراف سے گھیر لیا تھا۔ ایک طرف میں، وارڈ اور دو ساتھی تھے جبکہ دوسری طرف ہمارے باقی چار ساتھی تھے۔ راسک ریز کے ذریعے ان کی گفتگوں رہے تھے لیکن وہ زیادہ تر اسی زبان میں باتیں کر رہے تھے جو ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی لیکن ہمیں انتظار تھا اس عمران کا پھر اچانک ایک آدمی ان کے پاس پہنچ گیا یہ مقامی آدمی تھا۔ اس

سے پہلے نظر نہ آیا تھا۔ اس لئے لازماً یہ عمران ہو سکتا تھا۔ وہ وہاں بیٹھ کر ان سے باتیں کرنے لگا تو میں نے دوسری طرف موجود اپنے آدمیوں کو ٹرانسمیٹر پر کال کر کے حکم دیا کہ جیسے ہی میں فائز کھولوں وہ بھی فائز کھول دیں۔ ابھی میں اس انتظار میں تھا کہ یہ بات کنفرم ہو جائے کہ کیا واقعی یہی عمران ہے یا اس کا وہ ساتھی ہے جو ایک پورٹ سے غائب ہو گیا تھا کہ اچانک وہ سب اچھل کر کھڑے ہو گئے اور میں سمجھ گیا کہ ان کو کوئی شک پڑ گیا ہے اور وہ اب یہاں سے بھاگنا چاہتے ہیں۔ آپ نے حکم دے رکھا تھا کہ ایسی صورت میں ان پر فائز کھول دیا جائے۔ چنانچہ میں نے اپنے ساتھیوں سمیت ان پر فائز کھول دیا۔ اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے بھی فائز نگ ہوئی اور وہ سب بیچے گر کر ترپنے لگے اور چند لمحوں میں ساکت ہو گئے۔ چونکہ فائز نگ سے ہر طرف بھگڑر سی بیچ گئی تھی اس لئے ہم نے فائز نگ بند کی اور اس بھگڑر کا سہارا لے کر ہم وہاں سے باہر آ گئے۔ لیکن میں وہاں ایک سائیڈ پر رکا رہا۔ میں تسلی کرنا چاہتا تھا کہ ان لوگوں کا انعام کیا ہوا ہے۔ پھر پولیس اور وہاں موجود دو ایمبولینس موقع پر پہنچ گئیں اور انہیں ایمبولینس میں ڈال کر ہسپتال لے جایا گیا لیکن انہیں ایمبولینس میں ڈالنے والوں نے لوگوں کے پوچھنے پر بتایا کہ وہ سب ہلاک ہو چکے تھے تو میں مطمئن ہو کر یہاں آ گیا۔ یہاں آپ پہلے سے موجود تھے۔ نائف نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”تم نے ہسپتال سے کنفرم کر لیا تھا“..... شارگ نے کہا۔
”باس۔ میں نے سوچا تھا کہ ہیڈ کوارٹر سے فون پر کنفرم کروں گا“..... نائف نے جواب دیا۔

”کرو کنفرم تاکہ میں سیکشن چیف کو روپورٹ دے سکوں“۔
شارگ نے کہا تو نائف نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور پھر انکو اڑی سے اس نے جزل ہسپتال کے ایم جسی شعبے کا نمبر معلوم کیا اور پھر کریڈل دبا کر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔

”لاڈر کا بیٹن بھی پر لیں کر دو“..... شارگ نے کہا تو نائف نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے آخر میں لاڈر کا بیٹن بھی پر لیں کر دیا۔

”جزل ہسپتال شعبہ ایم جسی پلیز“..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”نیشنل گارڈن کے حادثے کے پانچ افراد ہسپتال لائے گئے ہیں۔ ان کی اب کیا پوزیشن ہے“..... نائف نے پوچھا۔

”ان میں سے دو افراد کا آپریشن ہو رہا ہے جبکہ تین افراد کا آپریشن ہو گیا ہے اور وہ اب خطرے سے باہر ہیں“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

”کیا۔ کیا مطلب کیا وہ زندہ تھے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے“۔ نائف نے ایسے لمحے میں کہا جیسے اسے دوسری طرف سے دی جانے والی

”ابھی ابھی جزل ہسپتال کے شعبہ ایم جپسی سے معلوم ہوا ہے کہ یہ لوگ ہلاک نہیں ہوئے بلکہ زخمی تھے۔ ان میں سے تین کے آپریشن ہو چکے ہیں اور اب وہ خطرے سے باہر ہیں جبکہ دو کے آپریشن جاری ہیں۔ انہیں ہر حال میں ختم ہونا چاہئے۔ تم چار ساتھی لے جاؤ اور وہاں ہسپتال میں ان کا خاتمه کر دو“..... نائف نے کہا۔

”اوہ باس۔ اس قدر شدید اور ڈائریکٹ فائزگ کے باوجود وہ زندہ کیسے بچ گئے۔ حیرت ہے“..... وارنر نے حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”ہاں۔ وہاں پر سب کا سہی خیال تھا اور مجھے بھی یقین تھا کہ یہ پانچوں ہلاک ہو چکے ہیں۔ لیکن اب ہسپتال والوں نے بتایا ہے کہ ایسا نہیں ہے جبکہ ایسا ہونا چاہئے تھا“..... نائف نے کہا۔

”لیں باس۔ ایسا ہی ہو گا۔ میں فون کر کے ہسپتال سے معلوم کرتا رہوں گا۔ جب ان دونوں کا آپریشن بھی ہو جائے گا تو ہم وہاں پہنچ جائیں گے“..... وارنر نے کہا۔

”اوہ کے“..... نائف نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”نہیں ہر صورت میں ہلاک ہونا چاہئے نائف۔ تم خود ساتھ جاؤ“..... شارگ نے کہا۔

”لیں باس۔ میں چلا جاتا ہوں“..... نائف نے کہا تو شارگ اٹھ کھڑا ہوا۔

اطلاع پر یقین نہ آ رہا ہو۔ البتہ اس نے لاشموری انداز میں رسیور رکھ دیا تھا۔

”اس کا مطلب ہے کہ جنہیں سب مردہ خیال کر رہے تھے وہ زندہ تھے اور ان میں سے تین خطرے سے بھی باہر آ چکے ہیں۔ اب ہمیں ہسپتال میں کارروائی کرنی ہو گی“..... شارگ نے تیز لمحے میں کہا۔

”لیں باس۔ واقعی اب وہاں کارروائی کرنی ہو گی“..... نائف نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر اس کے بعد دیگرے تین بیٹن پر لیں کر دیئے۔

”لیں سر۔ رچڈ بول رہا ہوں“..... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک موڈبائیہ آواز سنائی دی۔

”گروپ واپس آ گیا ہے یا نہیں“..... نائف نے پوچھا۔

”لیں سر۔ سب آ گئے ہیں“..... رچڈ نے جواب دیا۔

”اوہ کے“..... نائف نے اطمینان بھرے لمحے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے انٹرکام کا کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے کے بعد دیگرے کئی بیٹن پر لیں کر دیئے۔

”وارنر بول رہا ہوں“..... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے وارنر کی آواز سنائی دی۔

”نائف بول رہا ہوں“..... نائف نے کہا۔

”لیں باس۔ حکم“..... وارنر نے موڈبائیہ لمحے میں کہا۔

”میں کلب جا رہا ہوں۔ جیسے ہی یہ ہلاک ہوں تم نے مجھے کال کر کے روپورٹ دینی ہے تاکہ سیکشن چیف کو روپورٹ دی جاسکے وہ شدت سے اس روپورٹ کے منتظر ہوں گے۔“..... شارگ نے مرتے ہوئے کہا۔

”لیں بآس۔“..... نائف نے کہا تو شارگ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آفس سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار واپس اپنے کلب کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اس کے چہرے پر سکون اورطمیان تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ شدید رخنی افراد کو ان کے بیڈز پر گولی مار کر ہلاک کر دینا کوئی مسئلہ نہیں ہے اس لئے اسے یقین ہو چکا تھا کہ وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو چکا ہے۔

جزل ہسپتال کے شعبہ ایر جنسی میں آپریشن تھیٹر کے باہر عمران انتہائی بے چینی کے عالم میں برآمدے میں ٹہل رہا تھا۔ اس کے چہرے پر پتھری ملی سنجیدگی طاری تھی۔ وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے یہاں پہنچا تھا اور یہاں پہنچنے کے بعد اسے بتایا گیا تھا کہ جوزف، جوانا اور نائیگر تینوں کے آپریشن ہو چکے ہیں اور ان کی حالت اب غلطی سے باہر ہے لیکن صدیقی اور خاور دونوں ابھی تک آپریشن تھیٹر میں ہیں اور ان کی حالت ابھی نازک ہے۔ عمران دیں پیش گارڈن میں ہی موجود تھا جب یہ فائرنگ ہوئی۔ اس کے ذہن کے کسی گوشے میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ اچانک اس طرح اس کے ساتھیوں پر فائر کھول دیا جائے گا۔ سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کے پاس کسی قسم کا اسلحہ نہیں تھا اور نہ ہی انہیں موقع ملا تھا کہ وہ کرامی میں کسی ایسی مارکیٹ کو تلاش

کرتے جہاں سے انہیں اسلحہ مل سکتا کیونکہ کرامی میں اسلحہ کی خرید و فروخت قانونی طور پر منوع تھی اس لئے یہاں کھلے عام اسلحہ فروخت نہیں ہوتا تھا۔

صورت حال تھی اس میں کسی ٹیکسی یا سواری کا مل جانا تقریباً ناممکن تھا اور دیسے ہی ہوا۔ شارگ کی کار اس کی نظروں سے اوچھل ہو گئی۔ لیکن اسے کوئی سواری نہ مل سکی تو اس نے سوچا کہ وہ پہلے ہسپتال جا کر اپنے ساتھیوں کے بارے میں معلوم کر لے پھر اس شارگ کو تو بہر حال اس کے کلب میں کسی بھی وقت گھیرا جا سکتا ہے۔

چنانچہ کافی فاصلہ پیدل طے کرنے کے بعد اسے ٹیکسی ملی اور وہ یہاں ہسپتال پہنچ گیا۔ اب وہ یہاں ٹہلتے ہوئے سوچے جا رہا تھا کہ شارگ اور اس کے ساتھیوں کو بہر حال علم ہو جائے گا کہ ان کی فائرنگ کے باوجود اس کے ساتھی زندہ بچ گئے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ وہ یہاں پہنچ کر دوبارہ ان پر فائر کھول دیں اس لئے ان کو یہاں سے کسی پرائیویٹ ہسپتال میں شفت کرنا بھی ضروری تھا لیکن کرامی میں اس کا کوئی ایسا جانتے والا نہ تھا جس سے وہ مدد لے سکتا۔ اچانک اسے خیال آیا کہ لگنڈن میں مادام ڈیزی کا نیٹ ورک پورے افریقہ میں بھی موجود ہے اس لئے لازماً مادام ڈیزی کا کوئی نہ کوئی آدمی یہاں کرامی میں بھی موجود ہو گا لیکن جب تک صدیقی اور خاور آپریشن تھیٹر سے باہر نہ آ جاتے وہ کہیں جانا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن پھر اسے خیال آیا کہ کسی بھی وقت شارگ اور اس کے ساتھی یہاں پہنچ گئے تو پھر کیا ہو گا اس لئے وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا شعبے کے بیرونی حصے کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں اس نے آتے ہوئے

دو پیلک فون بوتھ دیکھے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس جگہ پہنچ گیا۔ یہاں ایک پرویزن سٹور بھی موجود تھا۔ یہاں کارڈز کی مدد سے کال ہو سکتی تھی اور پھر عمران کو اس شور سے کارڈ مل گئے تو وہ ایک فون بوتھ میں داخل ہو گیا جہاں اندر بورڈ موجود تھا۔ جس پر بڑے بڑے شہروں اور ملکوں کے رابطہ نمبر لکھے ہوئے تھے۔ اس نے لفٹنن کا رابطہ نمبر دیکھا اور پھر کارڈ فون پیس میں ڈال کر اس نے اسے دبایا تو فون پیس کے اوپر بزرگ کا چھوٹا سا بلسب جلس اٹھا تو اس نے رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔

”لیں۔ ڈیزی بول رہی ہوں“..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک خشک سی نسوائی آواز سنائی دی۔

”علی عمران بول رہا ہوں کرامی سے“..... عمران نے انتہائی سنجیدہ لمحے میں کہا۔

”کون علی عمران“..... دوسری طرف سے چونک کر پوچھا گیا۔

”علی عمران۔ ایم ایس سی۔ ذی ایس سی (آکسن)۔“ عمران نے ڈگریوں سمیت تعارف کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ اچھا۔ اچھا۔ پس عمران آپ۔ لیکن آپ کرامی کیسے پہنچ گئے؟“..... مارام ڈیزی نے اس بار بڑے پر جوش لمحے میں کہا۔

”میں ایک مشن کے سلسلے میں یہاں آیا تھا لیکن یہاں میرے ساتھیوں پر اچانک فائر کھول دیا گیا اور وہ اس وقت کرامی کے

جزل ہسپتال میں ہیں۔ میں بھی وہیں سے تمہیں کال کر رہا ہوں۔ جن لوگوں نے پہلے ان پر حملہ کیا ہے وہ ہسپتال پہنچ کر بھی ایسا کر سکتے ہیں اس لئے میں انہیں فوری طور پر یہاں سے شفت کر کے کسی پرائیویٹ اور خفیہ ہسپتال لے جانا چاہتا ہوں جبکہ کرامی میں میرا کوئی واقف نہیں ہے اس لئے میں نے تمہیں کال کیا ہے۔“

عمران نے انتہائی سنجیدہ لمحے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا ”اوہ۔ اس لئے تم سنجیدہ ہو۔ تم بے فکر رہو پس عمران۔ کرامی میں ماشر ہاک موجود ہے ہاک کلب کا مالک اور جزل منیخ۔ وہ تمہیں بہت اچھی طرح نہ صرف جانتا ہے بلکہ تمہارا فین بھی ہے۔ وہ اس وقت کرامی کی اندر ولڈ کا گنگ ہے۔ میں اسے فون کر دیتی ہوں۔ تم دس منٹ بعد اسے فون کر لیما۔ وہ سب کچھ کر دے گا۔ میں تمہیں اس کا فون نمبر بھی بتا دیتی ہوں“..... مادام ڈیزی نے سنجیدہ لمحے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فون نمبر بتا دیا۔ ”یہ ماشر ہاک وہی ہے جو پہلے تمہارے ساتھ تھا“..... عمران نے کہا۔

”ہاں۔ وہی ہے۔ وہ کرامی کا رہنے والا ہے۔ پانچ سال پہلے وہ کرامی سیٹل ہو گیا اور اب وہ وہاں کا گنگ ہے“..... مادام ڈیزی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم اسے فون کر دو۔ میں دس پندرہ منٹ بعد اسے فون کر لوں گا اور تمہارا شکریہ میں بعد میں ادا کروں گا“..... عمران

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی آکسن) بول رہا ہوں۔“
عمران نے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ پنس عمران آپ کرامی میں ہیں اور آپ نے مجھے بتایا ہی نہیں۔ ابھی مارام ڈیزی کافون آیا تھا۔ اس نے مجھے بتایا۔ کیا ہوا آپ کے ساتھیوں کے ساتھ اور کس نے کیا ہے یہ سب کچھ۔“..... ماشر ہاک نے کہا۔

”یہ سب تفصیل بعد میں دسکس ہو گی۔ فوری طور پر مسئلہ میرے ساتھیوں کا جزل ہسپتال سے خفظ کا ہے۔ کیا تم اس کا بندوبست کر سکتے ہو؟“..... عمران نے کہا۔

”آپ انہیں کہاں شفت کرانا چاہتے ہیں؟“..... ماشر ہاک نے پوچھا۔

”کسی ایسے پرانجیویٹ ہسپتال میں جہاں وہ دوبارہ حملوں سے محفوظ رہ سکیں اور یہ کام فوری ہونا چاہئے کیونکہ کسی بھی لمحے ان پر دوبارہ حملہ ہو سکتا ہے۔“..... عمران نے جواب دیا۔

”آپ اس وقت کہاں موجود ہیں؟“..... ماشر ہاک نے کہا۔

”شعبہ ایک جنگی میں۔“..... عمران نے جواب دیا۔

”کیا آپ اپنی اصل شکل میں ہیں؟“..... ماشر ہاک نے پوچھا۔ ”نہیں۔ میں میک اپ میں ہوں۔ تمہارا جو آدمی آئے وہ شعبہ ایک جنگی کے پیر ونی حصے میں موجود پرویشن شور پر آجائے جس کے ساتھ دوفون بوتحہ ہیں۔ میں وہاں موجود ہوں۔ میں نے سرخ آواز سنائی دی۔ اس آواز کو سنتے ہی عمران اسے پچان گیا۔

نے کہا۔

”اس کی ضرورت نہیں ہے پنس عمران۔ تمہارے پہلے ہی مجھ پر کافی احسانات ہیں۔“..... مادام ڈیزی نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور کریڈل پر رکھا اور کارڈ نکال کر جیب میں ڈالا اور فون بوتحہ سے نکل کر وہ واپس آپریشن تھیٹر والے حصے کی طرف بڑھ گیا اور پھر وہاں پہنچ کر جب اسے معلوم ہوا کہ صدیقی اور خاور دونوں کو آپریشن تھیٹر سے وارڈ میں منتقل کر دیا گیا ہے اور ان کی حالت خطرے سے باہر ہے تو اس نے بے اختیار اطمینان بھرا طویل سائس لیا اور ایک بار پھر پیلک فون بوتحہ کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے کارڈ فون پیس میں ڈالا اور اسے دبا دیا۔ جب فون پیس کے اوپر چھوٹا سا سبز بلب جل اٹھا تو اس نے مادام ڈیزی کے بتائے ہوئے نمبر پر پیس کرنے شروع کر دیے۔

”ہاک گلب“..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک سخت سی مردانہ آواز سنائی دی۔

”ماشر ہاک سے بات کرو۔ میں پنس عمران بول رہا ہوں۔“..... عمران نے سخت لمحے میں کہا۔

”ہولڈ کریں۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ماشر ہاک بول رہا ہوں۔“..... چند لمحوں بعد ایک کرخت سی آواز سنائی دی۔ اس آواز کو سنتے ہی عمران اسے پچان گیا۔

”پاکیشیا۔ کیا یہ ایشیا کا ملک ہے؟..... دوسری طرف سے چونک کر پوچھا گیا۔

”ہاں یہ ایشیا کا ملک ہے؟..... عمران نے جواب دیا۔

”ہولڈ کریں؟..... دوسری طرف سے کہا گیا اور لائسن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

”ہیلو سر۔ کیا آپ لائن پر ہیں؟..... تھوڑی دیر بعد انکوائری آپ پریٹر کی آواز سنائی دی۔

”لیں؟..... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا۔ عمران نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر کریڈل دبا کر اس نے کارڈ کو مزید آگے کی طرف دبایا اور پھر تیزی سے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔

”ایکسٹو؟..... دوسری طرف سے رابطہ ہوتے ہی مخصوص آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں بلیک زیرو۔ کرامی سے؟..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ عمران صاحب آپ؟..... دوسری طرف سے اس بار بلیک زیرو نے اصل آواز میں کہا۔

”چوہاں اور نعمانی پہنچ گئے ہیں واپس؟..... عمران نے پوچھا۔

”ہاں پہنچ گئے ہیں اور میں نے انہیں آرام کرنے کا کہہ دیا ہے؟..... بلیک زیرو نے کہا۔

رنگ کی ثانی باندھی ہوئی ہے،”..... عمران نے کہا۔
”میں خود آ رہا ہوں؟..... ماسٹر ہاک نے کہا۔

”پہلے انتظامات کر لینا یہاں سے فوری شفتشنگ کے۔ ویسے میرے ساتھی شدید رخی ہیں۔ تم انتظامات اس انداز میں کرانا کہ انہیں کوئی تکلیف نہ ہو؟..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ ایسی صورت میں اس ہسپتال میں ہی انہیں پیشل وارڈ میں شافت کرایا جا سکتا ہے اور وہاں میرے آدمی پہرہ بھی دے سکتے ہیں کیونکہ اسی حالت میں شفتشنگ خطرناک بھی ثابت ہو سکتی ہے؟..... ماسٹر ہاک نے کہا۔

”تمہاری بات درست ہے۔ میں بہر حال ان کا تحفظ چاہتا ہوں؟..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں۔ میں انتظامات کر کے اپنے ساتھیوں سمیت وہاں پہنچ رہا ہوں؟..... ماسٹر ہاک نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے انکوائری کے نمبر پر لیں کر دیئے کیونکہ رابطہ نمبروں کی جو لست یہاں یوتحہ میں موجود تھی اس میں پاکیشیا کا رابطہ نمبر درج نہ تھا۔

”انکوائری پلیز؟..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوی آواز سنائی دی۔

”یہاں سے پاکیشیا کا رابطہ نمبر بتا دیں؟..... عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں کہہ دوں گا“..... بلیک زیو نے جواب دیا تو عمران نے او کے کہہ کر رسپور کریڈل پر رکھا اور پھر کارڈ نکال کر اس نے جیب میں ڈالا اور فون بوتھ سے باہر آیا ہی تھا کہ اچانک اس کے گانوں میں ایم رجسٹریشن شعبے کے اندر ونی حصے کی طرف سے تیز فائرنگ کی آوازیں پڑیں تو وہ یکخت بولکھانے والے انداز میں اندر ونی طرف کو بھاگ پڑا۔ اس کے ذہن میں فائرنگ سے بھی زیادہ تیز دھماکے ہو رہے تھے۔

”میں اب صدیقی اور خاور کو بھی بھجو رہا ہوں۔ انہیں بھی آرام کا کہہ دینا“..... عمران نے کہا۔

”کیوں۔ کیا ہو گیا ہے۔ کیا وہ بھی زخمی ہو گئے ہیں۔ یہ کیا ہو رہا ہے اس مشن میں“..... بلیک زیو نے چونک کر کہا تو عمران نے اسے کرامی پہنچ کر گزرنے والے تمام حالات سے آگاہ کر دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ فورسٹارز کو بیرونی مشن راس نہیں آیا تو اب کیا صدر اور اس کے ساتھیوں کو بھجوایا جائے“..... بلیک زیو نے کہا۔

”باں میں نے تو اپنی طرف سے کوشش کی تھی کہ اس بار فورسٹارز کو موقع دیا جائے لیکن شاید قدرت کو ایسا منظور نہ تھا۔ تم صدر اور اس کے ساتھیوں کو بھجو دو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ٹائیگر، جوزف اور جوانا کو بھی مجھے واپس بھجوانا پڑے“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ تو کیا وہ بھی شدید زخمی ہیں“..... بلیک زیو نے چونک کر پوچھا۔

”صدیقی اور خاور سے تو کم زخمی ہیں لیکن بہر حال زخمی ہیں“..... عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں انہیں بھجو دیتا ہوں“..... بلیک زیو نے کہا۔

”انہیں بتا دینا کہ وہ کرامی پہنچ کر ہاک کلب پہنچ کر اس کے مالک ماشر ہاک سے مل کر میرے بارے میں پوچھ لیں“..... عمران نے کہا۔

کے احکامات کی تفصیل کی جائے۔

چاگو فورس کا ہیڈ کوازٹر علیحدہ تھا۔ اس کا انچارج مراجو تھا۔ وہ دیوبنگل آدمی تھا اور اپنے انداز و اطوار سے انہیں سخت اور سفاک آدمی لگتا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ چاگو فورس کے افراد جتنا مراجو سے ڈرتے تھے اتنا شاید سردار ما تو سے بھی نہ ڈرتے تھے۔ ڈیوک نے مراجو کو بلا کر اسے بھی تفصیلی ہدایات دے دی تھیں اور اسے حکم دیا تھا کہ وہ روزانہ اسے رپورٹ دیا کرے۔ چاگو فورس کو انہوں نے پورے لورگو میں پھیلا دیا تھا اور ان کی باقاعدہ ڈیوبنگل لگادی تھیں۔ اس وقت ڈیوک اور پیگی ایک کمرے میں بیٹھے تھے۔ پیگی کے پھرے پر گھری سنجیدگی کے تاثرات نمایاں تھے۔

”کیا بات ہے ڈیئر۔ تم بے حد سنجیدہ ہو رہی ہو۔“..... ڈیوک سے نہ رہا گیا تو اس نے پوچھا ہی لیا۔

”میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میرا یہاں کیا کام ہے۔ تمام انتظام تو تم نے سنچال لیا ہے میں کیا کروں گی۔“..... پیگی نے انہیں سنجیدہ لبجھ میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو تم اس لئے سنجیدہ ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تمام انتظام تم سنچال لو۔ میں صرف تمہارے ساتھ ساتھ رہوں گا۔“..... ڈیوک نے کہا۔

”نہیں۔ سیکشن چیف نے تمہیں مجھ پر ترجیح دی ہے اور دی بھی جانی چاہئے کیونکہ مقابلہ بے حد سخت ہے۔ ہمارے مخالف انہیں

ڈیوک اور پیگی دونوں چانگی سے لورگوشفت ہو چکے تھے۔ سردار ما تو کو جنگل میں بھجو دیا گیا تھا اور سردار ما تو کے تحت لورگو میں موجود تمام چاگو فورس اب ڈیوک کے اندر کام کر رہی تھی۔ ویسے ڈیوک اور پیگی دونوں نے اپنے خاص آدمیوں کو بھی کال کر لیا تھا۔ ان کی تعداد آٹھ تھی۔ چار افراد ڈیوک کے سیکشن سے تھے اور چار افراد پیگی کے سیکشن سے اور وہ کسی بھی وقت ہیلی کاپڑ پر یہاں پہنچنے والے تھے۔ سردار ما تو کا ہیڈ کوازٹر اب ڈیوک اور پیگی کے استعمال میں تھا۔ ڈیوک نے یہاں پہنچنے ہی چاگو فورس کے تمام افراد کو کال کر کے انہیں تفصیلی ہدایات دے دی تھیں کہ وہ لورگو میں آنے والے اور یہاں کے رہنے والے ہر آدمی کونگاہ میں رکھیں اور ان کے درمیان ہونے والی گفتگو سنتے رہیں اور پھر جو آدمی بھی کسی بھی وجہ سے مشکوک نظر آئے اسے اطلاع دی جائے اور پھر اس

خطرناک سیکرت ایجنسٹ ہیں لیکن اس کے باوجود میں فارغ نہیں رہتا چاہتی۔۔۔ پیگی نے جواب دیا۔

”تو پھر ایسا کرو کہ چاگو کے اس سیکشن کی انچارج ہو گی جس کے ذمے ہوٹل، کلب اور رہائش علاقوں کی چینگ ہے اور اس کا ہیڈ کوارٹر علیحدہ ہو گا اور تم اس کا حکم بھی اسی طرح مانو گے جیسے میرا مانتے ہو۔۔۔“ ڈیوک نے کہا۔

”حکم کی تعییں ہو گی جتاب۔۔۔“ مراجو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر بتاؤ کہ پیگی کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہو گا اور وہاں فون اور دیگر لوازمات مہیا کر دو۔ بولو۔ کتنی دیر میں یہ کام ہو جائے گا۔۔۔“ ڈیوک نے کہا۔

”جناب۔ صرف دو گھنٹوں میں۔۔۔“ مراجو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”دیکھیں۔۔۔“ دو گھنٹوں کے اندر یہ تمام انتظامات کر کے کوئی آدمی یہاں بھیجوتا کہ وہ مادام پیگی کو وہاں لے جائے۔ اس کے بعد مادام پیگی اپنے سیکشن کے سلسلے میں تمہیں جو احکامات دے گی ان کی تمہیں مکمل تعییں کرنا ہو گی۔۔۔“ ڈیوک نے کہا۔

”لیں باس۔۔۔“ دوسری طرف سے کہا گیا تو ڈیوک نے رسیور رکھ دیا۔

”گذشو۔ تم نے واقعی میرا مسئلہ حل کر دیا ہے۔ اب میں لوگو شہر میں اڑنے والی چڑیا کو بھی نظر وہ میں رکھوں گی۔۔۔“ پیگی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اور تم کیا کرو گے۔۔۔“ پیگی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں اور میرے ساتھی آئے اور جانے والوں کو چیک کریں گے اور جب وہ کسی ہوٹل میں رہیں گے یا کسی کلب میں جائیں گے تو پھر ان کی چینگ تمہاری ذمہ داری ہو گی۔۔۔“ ڈیوک نے کہا۔

”دیری گذ۔ تم نے تو میرا سارا مسئلہ ہی حل کر دیا۔۔۔ گذشو۔ میں مراجو سے بات کرتی ہوں۔۔۔“ پیگی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”تم نہیں میں مراجو سے بات کرتا ہوں۔۔۔“ ڈیوک نے کہا اور میز پر پڑا ہوا فون اپنی طرف کھسکا کر اس نے اسے قریب کیا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے یکے بعد دیگرے کئی بیٹھن پر میں کر دیئے۔

”لیں۔ مراجو بول رہا ہوں۔۔۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے سخت آواز سنائی دی۔

”ڈیوک بول رہا ہوں۔۔۔“ ڈیوک کا لہجہ بھی سخت تھا۔

”لیں باس۔۔۔“ مراجو نے اس بار قدرے موڈبانہ لہجے میں کہا۔

"تمہارا اور میرا رابطہ رہے گا۔ اس طرح ہم موثر انداز میں کام کر سکتے ہیں،"..... ڈیوک نے کہا۔

"ڈیوک۔ سیکشن چیف کے مطابق پاکیشیائی ایجنت اس وقت کرامبی میں ہیں اور وہاں بیٹی کے پر ایجنت ان کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ ہمیں وہاں کے معاملات سے بھی باخبر رہنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ اچانک یہاں ہمارے سروں پر پہنچ جائیں،"۔ پیگی نے کہا۔

"ہمیں جو حکم دیا گیا ہے پیگی ہم نے وہی کچھ کرنا ہے۔ سیکشن چیف اپنے احکامات میں معمولی کوتاہی کو بھی برداشت نہیں کرتا اس لئے تم ایسی بات سوچتا بھی چھوڑ دو ورنہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سیکشن چیف ہماری بجائے دوسرے پر ایجنٹس یہاں لے آئے اور ہمارے ڈستھ آرڈر ز جاری کر دیئے جائیں۔ سیکشن چیف کے پاس پر ایجنتوں کی کوئی کمی نہیں ہے،"..... ڈیوک نے اس بار انتہائی سنجیدہ لمحے میں کہا۔

"سوری ڈیوک۔ دراصل فارغ رہنے کی وجہ سے ایسی سوچ میرے ذہن میں آئی تھی۔ آئندہ میں محتاط رہوں گی،"..... پیگی نے قدرے سہے ہوئے لمحے میں کہا تو ڈیوک نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی سامنے موجود فون کی لگنٹی نج اٹھی تو ڈیوک نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"لیں۔ ڈیوک بول رہا ہوں،"..... ڈیوک نے رسیور کان سے

لگاتے ہوئے کہا۔

"سردار ما تو بول رہا ہوں۔ لیبارٹری سے،"..... دوسری طرف سے سردار ما تو کی آواز سنائی دی۔

"اوہ تم۔ کیا لیبارٹری سے ہمارا فون کا رابطہ کرا دیا گیا ہے،"۔ ڈیوک نے چوک کر اور حیرت بھرے لمحے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے لاڈر کا بٹن بھی پر لیں کر دیا۔

"لیبارٹری سے ہر قسم کا رابطہ بند کر دیا گیا ہے اور لیبارٹری کو تاپ ریڈر قرار دے کر مکمل طور پر سیلڈ کر دیا گیا ہے۔ اب لیبارٹری ایریے کے باہر ماسکوم ریز کا سرکل قائم کر دیا گیا ہے اس لئے نہ ہی اس سرکل کے اندر کوئی جا سکتا ہے اور نہ ہی باہر آ سکتا ہے۔ ہم نے علیحدہ سیکورٹی ایریا قائم کر لیا ہے۔ یہاں سیکلائر فون بھی مہیا کر دیا گیا ہے اور ایسے آلات بھی مہیا کر دیے گئے ہیں جن کی مدد سے ہم لوگوں سے یہاں تک چاروں اطراف میں حرکت کرنے والے ہر انسان اور ہر جانور کو مارک کر سکتے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو ان کو ٹارگٹ بھی بنایا جا سکتا ہے اور اس سارے علاقوں کو نان فلائی زون قرار دے دیا گیا ہے۔ ایسے میزائل بھی درختوں پر نصب کر دیے گئے ہیں جن کی مدد سے ہیلی کا پڑ تو ہیلی کا پڑ جیٹ جہاز کو بھی پلک جھکنے میں نشانہ بنایا جا سکتا ہے،"۔ سردار ما تو نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ بڑے سخت ترین انتظامات کئے گئے ہیں،"..... ڈیوک

کر سکتے ہیں۔۔۔ سردار ماتونے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا فون نمبر بھی بتا دیا۔

”ٹھیک ہے۔ اگر ضرورت پڑی تو آپ کو کال کر لیا جائے گا۔۔۔“
ڈیوک نے کہا۔

”اوکے۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ڈیوک نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔
”جیرت ہے۔ اس قدر خوف ہے ان پاکیشیائی ایجنٹوں کا۔۔۔ چیلگی نے کہا۔

”خوف کی بات نہیں ہے چیلگی۔ اصل میں میں ہیڈکوارٹر حقيقةت پسند ہے۔ اب تم دیکھو کہ یہ لوگ کس طرح مسلسل آگے بڑھے چلے آ رہے ہیں۔ انہوں نے تاپ سیکرٹ لیبارٹری کوڑیں بھی کر لیا ہے اس لئے یہ بہتر تھا کہ حفظ ماقدم کے طور پر ایسے اقدامات کئے جائیں۔۔۔ ڈیوک نے کہا تو چیلگی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر کچھ دیپے بعد ایک چاگو کمرے میں داخل ہوا اور اس نے دونوں کو سلام کیا۔

”مادام کو لینے آیا ہوں۔ مادام کا ہیڈکوارٹر تیار ہو گیا ہے۔۔۔“
آنے والے انتہائی مودبانہ لمحے میں کہا تو چیلگی انٹھ کھڑی ہوئی۔

”وہ تم نے وہاں جا کر مجھے اپنا فون نمبر بتانا ہے تاکہ ہمارا آپس میں رابطہ رہے۔۔۔“ ڈیوک نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ چیلگی نے کہا اور پھر دروازے کی طرف مڑ گئی۔

نے کہا۔

”یہ تمام انتظامات میں ہیڈکوارٹر کے حکم پر کئے گئے ہیں اور باروشو میں موجود میں ہیڈکوارٹر کے خصوصی اسلوٹھ شور سے یہ سامان مہیا گیا ہے اور اس کی تنصیب کے لئے بھی میں ہیڈکوارٹر کے ماہرین بھجوائے گئے تھے جو اڑن ٹشرٹری نما خصوصی جہاز میں آئے اور یہ تمام تنصیبات کر کے اور ان کا کنٹرول ہمیں دے کر اسی جہاز میں واپس چلے گئے ہیں۔۔۔ سردار ماتونے جواب دیتے ہوئے کہا۔
”لیکن اس قدر سخت ترین انتظامات کرنے کی وجہ کیا ہے۔۔۔ ڈیوک نے پوچھا۔

”میں ہیڈکوارٹر کو خدشہ ہے کہ سیکشن کے پر ایجنٹس پاکیشیائی ایجنٹوں کو روک نہ سکیں گے اس لئے ایسے انتظامات حفظ ماقدم کے طور پر کئے گئے ہیں۔۔۔ سردار ماتونے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ میں ہیڈکوارٹر کا خدشہ بجا ہے۔ ایسے انتظامات ہونے چاہئیں تھے۔ لیکن مجھے ذاتی طور پر یقین ہے کہ ان آلات کو استعمال کرنے کی نوبت نہیں آئے گی۔ اول تو پاکیشیائی ایجنٹوں کا خاتمه کرامبی میں ہی ہو جائے گا اور اگر ایسا کسی بھی وجہ سے نہ بھی ہو سکا تو پھر لوگو یقیناً ان کا مدنی ثابت ہو گا۔۔۔“ ڈیوک نے کہا۔

”ہاں۔ ایسا ہی ہونا چاہئے۔ میں نے اس لئے آپ کو کال کیا ہے اور آپ کو یہ تمام تفصیلات بتائی ہیں کہ آپ کو کسی بھی وقت اور کسی بھی معاملے میں ہماری ضرورت پڑے تو آپ ہمیں فوری کال

گردنیں توڑ دیں لیکن وہ دونوں رخی فائرنگ کی وجہ سے شدید رخی ہو گئے ہیں اور انہیں آپریشن تھیمز میں لے جایا گیا ہے اس لئے انچارج ڈاکٹر نے ہمیں کال کر لیا ہے۔۔۔۔۔ اس گارڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ وہ تو میرے ساتھی تھے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ گارڈ کو ایک طرف دھکیلتا ہوا تیزی سے پیش وارڈ کی طرف بھاگ پڑا کیونکہ صدیقی اور خاور کے علاوہ باقی ساتھی جن میں ٹائیگر، جوزف اور جوانا شامل تھے پیش وارڈ میں ہی تھے کیونکہ وہ کم رخی تھے جبکہ صدیقی اور خاور انتہائی نگہداشت کے دارڈ میں تھے اور پھر چند لمحوں بعد جب وہ وارڈ میں داخل ہوا تو بے اختیار اچھل پڑا۔ وہاں جوزف ایک کری پر بڑے اطمینان بھرے انداز میں بیٹھا ہوا تھا جبکہ اس کے سامنے فرش پر دو آدمیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ وارڈ میں ڈاکٹر اور نرسوں کے ساتھ ساتھ دو مسلح گارڈ بھی موجود تھے جبکہ سامنے موجود ٹائیگر اور جوانا دونوں کے بیڈز خالی تھے۔

”کیا ہوا ہے جوزف۔۔۔۔۔ عمران نے اندر داخل ہوتے ہی کہا تو

جوزف ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”پاس۔ میں واش روم میں گیا ہوا تھا۔ جب میں باہر آیا تو اسی لمحے یہ دونوں تیزی سے اندر داخل ہوئے اور انہوں نے پلک جھپکانے میں سامنے بیڈز پر موجود ٹائیگر اور جوانا پر فائر کھول دیا

عمران بوکھلانے ہوئے انداز میں بھاگتا ہوا ایم جنکسی شعبے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے ذہن میں مسلسل دھماکے ہو رہے تھے۔ فائرنگ کی آوازیں اب بند ہو چکی تھیں۔ البتہ ہلکا ہلکا شور اندر سے سنائی دے رہا تھا اور پھر جب عمران بھاگتا ہوا ایم جنکسی شعبے کے گیٹ پر پہنچا تو ایک باور دی گارڈ نے اسے روک لیا۔ ”رُک جائیں۔ آگے مت جائیں۔۔۔۔۔ گارڈ نے تیز لمحے میں کہا۔

”بیہاں کیا ہوا ہے۔ کیسی فائرنگ تھی یہ۔۔۔۔۔ عمران نے ہوش چباتے ہوئے کہا۔

”دو مسلح آدمی اچانک پیش وارڈ میں داخل ہوئے اور انہوں نے وہاں موجود دو زخمیوں پر فائر کھول دیا لیکن ان کے ایک ساتھی نے اچانک ان پر حملہ کر دیا اور ان دونوں کی پلک جھپکنے میں

جس پر میں نے ان کی گردئیں توڑ دیں۔“..... جوزف نے بڑے سادہ سے لمحے میں کہا۔

”ٹائیگر اور جوانا کیسے ہیں۔“..... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

”انہیں گولیاں تو ضرور لگی ہیں باس لیکن وہ بچ جائیں گے۔ فادر جوشوا کے نمائندے وچ ڈاکٹر ہاشمی نے مجھے بتا دیا ہے۔“..... جوزف نے جواب دیا۔ اسی لمحے پولیس کے افراد اندر داخل ہوئے۔ ان کے ساتھ انجارج ڈاکٹر تھا۔

”اس نے ان دونوں کو ہلاک کیا ہے۔“..... ڈاکٹر نے جوزف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک پولیس آفیسر سے کہا۔

”اسے گرفتار کر لیا جائے۔“..... پولیس آفیسر نے کہا۔

”سوری۔ آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ جوزف اگر انہیں ہلاک نہ کرتا تو یہ یہاں موجود سب افراد کو ہلاک کر دیتے۔ مجرم یہ ہیں جوزف نہیں۔“..... عمران نے آگے بڑھ کر کہا۔

”آپ کون ہیں۔“..... پولیس اسپکٹر نے چونک کر اور حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”آپ ماشر ہاک کو جانتے ہیں۔“..... عمران نے کہا۔

”ہاں کیوں۔“..... پولیس اسپکٹر نے یکخت اچھلتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر یکخت ہلکے سے خوف کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”وہ خود یہاں آ رہے ہیں۔ جن پر حملہ کیا گیا اور یہ جوزف بھی ان کا مہمان ہے۔“..... عمران نے کہا۔

”اوہ اچھا۔ ٹھیک ہے۔ میں بیان لکھ لیوں کہ یہاں کیا ہوا ہے۔ لیکن تم یہاں سے باہر نہیں جاؤ گے۔“..... پولیس آفیسر نے پہلے عمران سے اور فقرے کے آخر میں اس نے جوزف کو مخاطب کر کے کہا۔ اسی لمحے ایک دیوقامت سحیم شحیم آدمی جس کا چہرہ اس کے جسم کی مناسبت سے کافی بڑا تھا، اندر داخل ہوا۔ اس نے سوت پہننا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے مشین گنوں سے مسلح چار افراد تھے۔

”اوہ۔ اوہ۔ ماشر ہاک آپ خود یہاں۔“..... پولیس آفیسر نے چونک کر اس دیوبیطل آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میرا نام پرنس عمران ہے۔“..... عمران نے آگے بڑھ کر کہا تو وہ آدمی چونک کر عمران کو دیکھنے لگا۔

”اوہ۔ کیا ہمارے پیشے سے پہلے ہی یہاں فائرنگ ہو گئی ہے۔“..... ماشر ہاک نے حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”ہاں۔ میں آپ سے فون پر باتیں کر رہا تھا کہ یہ دونوں یہاں پیشے اور انہوں نے ہمارے دو ساتھیوں پر جو زخمی تھے فائر کھول دیا۔ لیکن ہمارے تیرے ساتھی جوزف نے جو واش روم سے باہر آ رہا تھا ان کی گردئیں توڑ دیں۔“..... عمران نے جواب دیا۔

”اوہ۔ آپ کے ساتھی زیادہ زخمی تو نہیں ہوئے۔“..... ماشر

ہاک نے کہا۔

”انہیں پہلوؤں میں گولیاں لگی ہیں اور انہیں آپریشن تھیز میں لے جایا گیا ہے“..... اس بار ڈاکٹر نے جواب دیا جو پولیس کے ساتھ آیا تھا۔

”پُرس۔ کیا یہ تمن ہی آپ کے ساتھی ہیں یا اور بھی ہیں؟“
ماستر ہاک نے پوچھا۔

”دو ساتھی انہیں تگھداشت کے یونٹ میں ہیں“..... عمران نے جواب دیا۔

”آئی ایم سوری پُرس کہ ہمیں یہاں پہنچنے میں کچھ دیر ہو گئی۔ لیکن اب ہم سب سنبھال لیں گے۔ پولیس آفیسرز آپ بیانات وغیرہ لکھیں اور پھر آپ جا سکتے ہیں۔ یہ لائیں بھی ساتھ لے جائیں۔ باقی ہم پر چھوڑ دیں۔ میں لارڈ چیف سے خود بات کر لوں گا“..... ماستر ہاک نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ویسے بھی یہاں کی صورت حال بتا رہی ہے کہ مسٹر جوزف نے انہیں بہادری اور دلیری کا ثبوت دیا ہے ورنہ یہ مجرم یہاں شاید قتل عام کر دیتے“..... پولیس آفیسر نے خوشامدانہ لمحے میں کہا۔ ماستر ہاک کے سامنے اس کا انداز ایسا تھا جیسے ماستر ہاک خود پولیس کمشز ہو۔

”ڈاکٹر پلیز۔ آپ میرے دو ساتھیوں کو لے جا کر انہیں تگھداشت کا یونٹ دکھا دیں۔ یہ وہاں پہرہ دیں گے“..... ماستر

ہاک نے انچارج ڈاکٹر سے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میرا آدمی جا کر انہیں یونٹ دکھا دیتا ہے۔ آپ میرے آفس میں آ جائیں“..... انچارج ڈاکٹر نے کہا اور پھر اس نے ایک جو نیز ڈاکٹر کو کہا کہ وہ ماشر ہاک کے دو سلخ آدمیوں کو ساتھ لے جا کر انہیں تگھداشت کا یونٹ دکھادے۔

”لیں سر“..... ایک جو نیز ڈاکٹر نے کہا اور پھر وہ دونوں آدمیوں سمیت واپس مڑ گیا۔

”تم دونوں یہیں رہو گے اور خیال رکھو گے۔ اب مزید کوئی حملہ نہیں ہونا چاہئے“..... ماشر ہاک نے اپنے باقی دو آدمیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

”لیں بس“..... ان میں سے ایک نے کہا۔

”جوزف۔ تم آرام کرو۔ میں ابھی آتا ہوں“..... عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر وہ ماشر ہاک کے ساتھ پیرومنی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ انچارج ڈاکٹر بھی ان کے ساتھ ہی باہر آ گیا اور پھر تھوڑی دری بعد وہ اس کے شامدار آفس میں موجود تھے۔

”ڈاکٹر پلیز۔ میرے ان ساتھیوں کے بارے میں مجھے بتائیں جو زخمی ہو گئے ہیں“..... عمران نے آفس میں پہنچ کر ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں نے بتایا ہے کہ وہ آپریشن تھیز میں ہیں“..... ڈاکٹر نے

”تو پھر پہلے ان کے بارے میں معلوم کریں اور آپریشن کرنے والے ڈاکٹروں کو بتا دیں کہ وہ ہر طرح سے ان کا خیال رکھیں۔“ عمران نے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں۔ ایسا ہی ہو گا۔“..... ڈاکٹر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فون کا رسیور اٹھا کر اس کے کئی نمبر پر لیں کر دیئے۔

”حملے میں جو زخمی ہوئے ہیں ان کی کیا پوزیشن ہے؟“..... ڈاکٹر نے کسی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”اوہ اچھا۔ ٹھیک ہے۔“..... دوسری طرف سے جواب سن کر ڈاکٹر نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”ان کی حالت خطرے سے باہر ہے۔ گولیاں نازک مقامات پر نہیں لگیں۔ البتہ انہیں اب انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں منتقل کیا جا رہا ہے۔“..... ڈاکٹر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ٹھیک ہے۔ شکریہ۔ اب آپ یہ بتائیں کہ اگر ہم انہیں کسی پرائیویٹ ہسپتال میں شفت کرنا چاہیں تو کیا ایسا ممکن ہے؟“۔ عمران نے کہا۔

”جی ہاں۔ لیکن انتہائی احتیاط سے شفت کرنا ہو گا۔“..... ڈاکٹر نے جواب دیا۔

”پُرس۔ اس نے تو مجھے کچھ دیر ہو گئی ہے ورنہ شاید ایسا نہ

ہوتا۔ میں نے ان کی شفتناگ کا بندوبست کر لیا ہے۔“..... ماشر ہاک نے کہا۔

”کہاں شفت کرانا چاہتے ہیں آپ انہیں۔“..... ڈاکٹر نے کہا۔

”سوری ڈاکٹر۔ آپ نہ پوچھیں تو بہتر ہے۔“..... ماشر ہاک نے سرد لمحے میں کہا تو ڈاکٹر سر ہلا کر خاموش ہو گیا۔ ڈاکٹر نے ان کے لئے کافی منگوالي اور پھر تھوڑی دیر بعد جب وہ سب کافی پی کر فارغ ہوئے تو ایک مسلسل آدمی اندر داخل ہوا۔

”ایمپولینس آ گئی ہیں باس۔“..... اس آدمی نے ماشر ہاک سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ڈاکٹر۔ آپ ان مریضوں کو ایمپولینسوں میں شفت کرنے کا انتظام کرائیں۔“..... ماشر ہاک نے اٹھتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور عمران بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ جوزف چونکہ کم زخمی تھا اس لئے وہ عمران کے ساتھ ہی ماشر ہاک کی کار میں بیٹھ گیا جبکہ صدیقی، خاور، ٹائیگر اور جوانا چاروں کو دو ایمپولینسوں میں شفت کر دیا گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک اور ہسپتال میں بیٹھ گئے۔ یہ پرائیویٹ ہسپتال تھا اور عمران کو یہ دیکھ کر بے حد اطمینان ہوا کہ جس وارڈ میں ان چاروں کو شفت کیا گیا تھا وہ بالکل علیحدہ اور بند وارڈ تھے۔

”آپ بے فکر رہیں پُرس۔ یہاں میرے آدمی بھی مسلسل پھرہ دیتے رہیں گے۔ یہاں کسی کی مجال نہیں کہ حملہ کر سکے اور یہاں

اٹھاتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ میں شراب نہیں پیتا۔ شکریہ“..... عمران نے کہا تو ماشر ہاک چند لمحوں تک حیرت بھری نظروں سے عمران کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ایک طویل سانس لے کر کسی کو مشین پسل اور اس کا میگزین لانے کا کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔ عمران نے اس دوران جیب سے ایک چیک بک نکالی اور ایک چیک پر رقم لکھ کر وتحفظ کئے اور پھر چیک بک سے چیک علیحدہ کر کے اس نے ماشر ہاک کی طرف بڑھا دیا۔

”یہ کیا ہے پنس؟“..... ماشر ہاک نے چونک کر پوچھا۔

”میرے ساتھیوں کے علاج کے اخراجات“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ نہیں پرس۔ مادام ڈیزی نے آپ کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اس کے بعد میں آپ سے کچھ نہیں لے سکتا۔ میرے لئے یہی بہت بڑا اعزاز ہے کہ میں آپ کے کسی کام آ سکوں“۔ ماشر ہاک نے چیک واپس کرتے ہوئے کہا۔

”مادام ڈیزی کو اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو گا۔ تم یہ رکھ لو“..... عمران نے کہا تو ماشر ہاک نے شکریہ کہہ کر چیک تہہ کر کے جیب میں رکھ لیا۔ اسی لمحے آفس کا دروازہ کھلا اور ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ اس نے ایک پیکٹ اٹھایا ہوا تھا۔ اس نے وہ پیکٹ ماشر ہاک کے سامنے رکھا اور خاموشی سے واپس مڑ گیا۔

آپ کے ساتھیوں کا علاج بھی اعلیٰ پیلانے پر ہو گا“..... ماشر ہاک نے کہا۔ جوزف کو بھی عمران نے وہیں اس وقت تک رہنے کا کہہ دیا تھا جب تک وہ سب ٹھیک ہو کر یہاں سے باہر نہیں جاتے اور پھر عمران، ماشر ہاک کے ساتھ اس کے کلب میں آ گیا۔ ماشر ہاک کا آفس کلب کے عقبی حصے میں تھا۔

”اب آپ بتائیں کہ آپ کی رہائش کا انتظام کیا کیا جائے؟“..... ماشر ہاک نے اپنے آفس میں پہنچ کر کری پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”میری فکر مت کرو۔ میں کہیں بھی رہ لوں گا۔ لیکن تم نے ان حملہ آوروں کے بارے میں اب تک کوئی بات نہیں کی۔ کیا تم انہیں پہچانتے نہیں تھے؟“..... عمران نے کہا۔

”میں نے انہیں دیکھا تھا پرس لیکن وہ کرامی کے لوگ نہیں ہیں اس لئے میں خاموش رہا۔ آپ کو یقیناً معلوم ہو گا کہ یہ کون لوگ ہیں اور ان کا لیڈر کون ہے۔ آپ مجھے بتائیں میں ان کا خاتمہ بھی کرا دیتا ہوں“..... ماشر ہاک نے کہا۔

”نہیں۔ تم نے اب تک جو کچھ کیا ہے وہی بہت ہے۔ البتہ مجھے ایک مشین پسل اور اس کا میگزین چاہئے۔ وہ اگر مل جائے تو میں منون ہوں گا“..... عمران نے کہا۔

”یہ کون سی بڑی بات ہے پرس۔ آپ کہیں تو آپ کے سامنے اسلحہ کا ڈھیر لگا دیا جائے۔ اور ہاں۔ اوہ سوری۔ آپ کون سی شراب پینا پسند کریں گے؟“..... ماشر ہاک نے انٹر کام کا رسیور

”یہ لو پنس۔ جدید مشین پسل اور اس کا میگزین“..... ماشر ہاک نے پیکٹ عمران کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

”شکریہ۔ اب تم ایک کام اور کرو۔ اس کے بعد مزید تکلیف تمہیں نہیں دی جائے گی“..... عمران نے پیکٹ کھول کر مشین پسل اور میگزین نکالتے ہوئے کہا۔

”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں پنس۔ آپ حکم دیں“..... ماشر ہاک نے کہا۔

”ایک رہائش گاہ جس میں ایک کار بھی موجود ہو لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے پارے میں تمہارے علاوہ اور کسی کو علم نہ ہو۔ مجھے دے دو“..... عمران نے کہا تو ماشر ہاک نے میز کی دراز کھول کر اس میں سے ایک کی رنگ نکال کر اس نے اسے عمران کے سامنے رکھ دیا۔

”اس کی رنگ میں چابی ہے اور ساتھ ہی ٹوکن پر رہائش گاہ کا پتہ درج ہے۔ یہ میری خاص رہائش گاہ ہے۔ اس میں کار بھی موجود ہے اور دیگر ضروری سامان بھی“..... ماشر ہاک نے کہا۔

”شکریہ“..... عمران نے مشین پسل کوٹ کی جیب میں اور میگزین دوسری جیب میں رکھ کر چابی اٹھاتے ہوئے کہا۔ اس نے ٹوکن پر موجود پتہ دیکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”اوکے۔ پھر ملاقات ہو گی“..... عمران نے کہا تو ماشر ہاک بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ عمران نے اس سے مصافی کیا اور پھر اسی راستے

سے باہر آ گیا جس راستے سے وہ ماشر ہاک کے ساتھ اندر آیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک ٹیکسی میں سوار ہو کر اس رہائش کا لوپنی میں پہنچ گیا جس کا پتہ اس کی رنگ کے ساتھ نسلک ٹوکن پر درج تھا۔ ٹیکسی اس نے کا لوپنی کے پہلے چوک پر ہی چھوڑ دی اور پیدل ہی آگے بڑھ گیا۔ کوئی چھوٹی سی تھی۔ لاک کھول کر عمران اندر داخل ہوا تو سامنے گیراج میں اسے سیاہ رنگ کی کار کھڑی نظر آئی۔ عمران کار کی طرف بڑھا۔ اس نے کار کا ڈرائیور نگ سیٹ کا دروازہ کھولا تو اسے یہ دیکھ کر اطمینان ہو گیا کہ کار کے انکشیں میں چاپیاں موجود تھیں۔ اس نے کار کا انجن شارٹ کیا تو اسے محسوس ہوا کہ کار جدید ماذل کی اور خاصے طاقتور انجن کی حامل ہے۔ فیول ٹینکی بھی بھری ہوئی تھی۔ اس نے انجن بند کیا اور پھر وہ کار سے بیچے اتر آیا اور اس نے کوئی کا تفصیلی راؤ نہ لگایا۔ ایک الماری میں اسے خصوصی ساخت کا اسلحہ بھی نظر آ گیا۔ ایک آفس نما کمرے میں فون بھی موجود تھا۔ عمران نے رسیور اٹھایا تو فون میں ٹون موجود تھی۔ عمران کری پر بیٹھ گیا اور اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ وہ پاکیشیا کاں کر رہا تھا۔ ہسپتال سے کاں کرتے وقت اس نے انکو اری سے رابطہ نمبر معلوم کر لیا تھا اس لئے اب اسے دوبارہ رابطہ نمبر معلوم کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

”ایکسو“..... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے خصوص آواز سنائی دی۔

”علی عمران بول رہا ہوں طاہر“..... عمران نے انتہائی سمجھیدہ لبجے میں کہا۔

”اوہ عمران صاحب آپ۔ خیریت۔ آپ کا لبجہ بے حد سمجھیدہ ہے“..... دوسری طرف سے اس بار بلیک زیرو نے اپنی اصل آواز میں کہا۔

”یہاں حالات بے حد سمجھیدہ ہو گئے ہیں۔ میں جب تمہیں ہسپتال کے یہودی حسے میں موجود پلیک فون یو تھے ہے کال کر رہا تھا تو بیٹی کے دو ایجنتوں نے پیش وارڈ میں موجود ٹائیگر اور جوانا پر فائر کھول دیا۔ جوزف جو کم رخی ہے وہ واش روم میں گیا ہوا تھا اور جب حملہ آور پیش وارڈ میں داخل ہوئے تو وہ بھی اسی وقت واش روم سے باہر آیا اور پھر اس نے دلیری اور مستعدی سے ان دونوں حملہ آوروں کی گردی میں توڑ کر انہیں ہلاک کر دیا لیکن بہر حال ٹائیگر اور جوانا دونوں خاصے رخی ہو گئے۔ جب تک میں فائزگ کی آواز سن کر وہاں پہنچا ان دونوں کو آپریشن تھیٹر لے جایا جا چکا تھا۔ میں نے یہاں ایک گروپ ماسٹر ہاک سے رابطہ کیا تھا کیونکہ مجھے پہلے سے خطرہ تھا کہ ان پر دوبارہ حملہ ہو سکتا ہے اس لئے میں نے اس گروپ کو ہسپتال کال کیا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا تھا کہ وہ میرے ساتھیوں کو کسی پرائیویٹ اور محفوظ جگہ شفت کر دیں۔ یہ لوگ شفٹنگ کا انتظام کرنے کی وجہ سے دیر سے آئے اور اس دوران دوبارہ حملہ ہو گیا۔ اگر جوزف مقابلہ نہ کرتا تو یہ دونوں لازماً ختم ہو

جاتے۔ صدیقی اور خاور چونکہ انتہائی نگہداشت وارڈ میں تھے اس لئے وہ حملے سے بچ گئے۔ بہر حال اس گروپ کے لیڈر ماسٹر ہاک کی وجہ سے پولیس کے چکر سے ہم بچ گئے اور ان سب کو ایک پرائیویٹ ہسپتال میں بھی شفت کر دیا گیا ہے اور میں نے شارب کالونی کی کوٹھی نمبر اخبارہ بھی ماسٹر ہاک سے حاصل کر لی ہے اور اس وقت میں اس کوٹھی سے ہی تمہیں کال کر رہا ہوں۔ اب صدیقی اور خاور کے ساتھ ساتھ ٹائیگر اور جوانا کو بھی واپس بھجوانا ہو گا۔ جوزف ایک تو نسبتاً کم رخی ہے دوسرا اس کی ضرورت مشن کے دوران پڑے گی اس لئے جوزف یہاں میرے ساتھ رہے گا۔ میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا اور اب پھر کہہ رہا ہوں کہ صدیقی کیپٹن شکیل اور جولیا چاروں کو فوری یہاں بھجوا دو لیکن انہیں کہہ دینا کہ وہ ایکریمین میک اپ میں پہلے پاکیشیا سے کافرستان جائیں اور پھر کافرستان سے یہاں کرایہ آئیں کیونکہ بیٹی کے ایجنت لازماً وہاں پاکیشیا میں ابھی تک نگرانی کر رہے ہوں گے“..... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ اس مشن میں معاملات بگڑتے ہی جا رہے ہیں۔ اتنی تعداد میں پہلے تو کبھی سیکرٹ سروس کے لوگ رخی نہیں ہوئے تھے“..... بلیک زیرو نے تشویش بھرے لبجے میں کہا۔

”ہاں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ معاملات رخی ہونے تک ہی محدود ہیں“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ساتھیوں کو پتہ بتا دیا جائے جو آپ نے بتایا ہے۔“..... بلیک زیر و نے کہا۔

”بہاں“..... عمران نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے عمران صاحب۔ میں انہیں پھر ہدایات دینا ہوں اور ان کی روائی کے انتظامات بھی کرتا ہوں۔“..... دوسری طرف سے بلیک زیر و نے کہا۔

”اوکے۔ اللہ حافظ۔“..... عمران نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ کرسی سے اٹھا اور پھر کمرے سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار کوٹھی سے نکل کر تیزی سے اس ہسپتال کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی جس میں اب اس کے ساتھی موجود تھے۔

حصہ اول ختم شد

بلیک تھنڈر سلسہ کافل ایکشن یا و گارناول

مصنف طاپ پرمشن (حصہ دوم)

منظہر کلیم ایم اے

◆ کیا عمران کے ساتھی بلیک تھنڈر کے پر ایجنٹوں کے ہاتھوں زخمی ہونے کے بعد زندہ واپس لوٹ سکے یا ۔۔۔؟

وہ لمحہ جب جوزف نے عمران کی بجائے جولیا کی تابعداری کا اعلان کر دیا اور پھر؟

◆ وہ لمحہ جب جولیا اور جوزف نے علیحدہ ٹیم کے طور پر مشن پر کام شروع کر دیا۔ کیا جولیا اور جوزف نے عمران سے باقاعدہ بغاوت کر دی تھی۔ یا ۔۔۔؟

وہ لمحہ جب جوزف نے اپنی بھرپور صلاحیتوں کے اظہار سے جولیا کو ششدہ کر دیا۔

◆ وہ لمحہ جب جوزف کھل کر ایکشن پر اتر آیا اور مخالفوں کی گردیں کچھ دھاگوں کی طرح نوئے نگیں۔ کیسے ۔۔۔؟

کیا غیر فطری مخلوق سلامیم عمران اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں فتاہوں کی یا؟

ایک ایسا مشن جس میں بلیک تھنڈر نے عمران اور اس کے

ساتھیوں کے مقابل اپنی پوری قوت جھونک دی اور نتیجہ؟

کیا عمران اور اس کے ساتھی طاپ مشن میں کامیابی حاصل کر سکے یا

بلیک تھنڈر کا شکار بن کر ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے منادیے گئے۔